سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

کے خطبات کا مجموعہ

مجالس حسینیہ ؑ

مرتب و ناشر

آغا محمد شعیب الحسن قمی

بونگہ جمعت ضلع سرگودھا

پرنسپل مدرسہ قرآن و عترت

قائم خان وسان جھنگو خیر پور میرس

Presented By: https://jafrilibrary.org

فہرست عناوین

عشرہ مجالس

★

مجالسِ حُسینیہ

بسمہ تعالیٰ و ھو خیر المعین

بعد از حمد باری تعالیٰ وثنائے محمد و آلِ محمد بندہ حقیر سید عترت عباس نقوی سکنہ کوٹلہ سیداں تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا راقم ہے کہ حضرت علامہ آیت اللہ شیخ محمد حسین نجفی دامت برکاتہم العالیہ کی مجموعہ تقاریر کو "مجالسِ حُسینیہ" پڑھنا شروع کیا، سچی تحریر اور تقریر کو داد دیے بغیر رہ نہ سکا کہ علامہ موصوف کا ظلِ لطیف ہم پر تا عرصہ مزید قائم رہے کہ جنھوں نے کلمہ حق کہتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ کے بندے سوائے اللہ جل جلالہ کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ اگر چہ ظالم حاکم کے سامنے کیوں نہ ہوں۔ المجاھد الذی جاھد لسیفہ و لسانہ۔ علاوہ ازیں مجموعہ تقاریر پر علامہ صاحب کو یک جا کرنا کوئی عام کام نہ تھا۔ یہ وزنی بوجھ مولانا شعیب الحسن تقی صاحب نے اس طرح اٹھایا کہ زبان پر ایک ہی لفظ تکرار کر رہا تھا کہ مولانا موصوف کی زندگی دراز ہو، اور مولائے کائنات محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقے ان کے علمی سعیات، دینی و دنیاوی میں اضافہ فرمائے۔ ایسے ہی خدمات اسلامی کا بیڑا اُٹھاتے رہیں۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے طفیل ربّ العزت سے دونوں کی صحت و سلامتی اور امور ذاتیہ میں کامیابی اور دشمنوں کے شر سے محفوظی کی دعا کرتے ہیں۔

سید عترت عباس نقوی عفی عنہ

29-7-2017

0300-6076382

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و الصلوۃ علیٰ محمد و آلِ محمد

ماشاء اللہ برادرِ مکرم جناب مولانا شعیب الحسن قمی آف سرگودھا کی کاوش نظر قاصرسے گزری ۔ جس میں جناب نے محقق دوران حضرت آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد حسین نجفی قبلہ مدظلہ العالی کی تقاریر کو بڑی محنت شاقہ سے جمع فرمایا ۔ الحمد للہ مؤلف کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ آپ نے کتنی محنت سے پہلی مرتبہ قبلہ صاحب کی تقریروں کو خوبصورت کتابی شکل میں جمع کر کے قوم کے ہاتھوں میں پہنچا دیا ۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

مؤلف محترم کی اس کتاب میں لطف مزیدہ اور تحقیق انیقہ، ادلہ توحید بھی، برہان نبوت بھی، اثباتِ امامت بھی، تو ایقانِ قیامت بھی ہے ۔ نماز سے لے کر اخلاقیات تک تمام احکامِ دین کی مہک کی جھلک نمایاں ہے ۔ ہر موضوع کے بعد مستند مصائب آلِ محمدؑ بھی جمع فرمائے ہیں ۔

کتاب ہذا طلباء راہِ ہدایت کے لیے مشعلِ راہ ہوگی ۔ اور واعظین کرام، ذاکرین عظام اور خطباء ذوی الاحترام کے لیے اِنتہائی مُفید ہوگی ۔ مؤلف کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنی محنت کو مزید جاری رکھیں، اور قوم و ملت کی خدمت میں اسی طرح کام کرتے رہیں ۔ "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ" ۔ جناب سیّد حسن واسطی نے موضوع کے مطابق سُرخیاں لگا کر اس کتاب کی اِفادیت میں مزید اِضافہ کر دیا ۔ اللہ تعالیٰ بحقِ معصومین علیہم السلام برادرِ مکرم کی توفیقاتِ خیر میں اِضافہ فرمائے ۔

آمین بجاہ محمد وآلہ الطیبین الطاهرین المعصومین علیهم الصلوٰة و السلام

الاحقر فرمان علی مقدادی

خادم مرکز معارف الاسلامیہ لالہ زار کالونی بھلوال

0305-5512098 بروز جمعۃ المبارک 12-5-2017

پہلی مجلس

دین اسلام

سرکار صدر المحققین سلطان المحققین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علی رؤس المومنین

دینِ اسلام

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ و السلام علیٰ اشرف الانبیاء و المرسلینؑ و اھل بیتہ الطیبین المعصومینؑ اما بعد فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید و الفرقان الحمید اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ (سورۃ البینۃ:۷)

(صلوات)

صلوات پڑھیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ اور خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ "جو لوگ ایمان لائے اور اس کے ساتھ ساتھ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نیک عمل بھی بجا لاتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو تمام لوگوں سے بہتر اور برتر اور بلند و بالا ہیں"۔ (صلوات)

خالق اکبر کی کتنی نعمتیں ہیں، اس کے کتنے انعامات اور اس کے اپنی مخلوق پر اتنے احسانات ہیں کہ خود فرماتا ہے: "اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" (ابراہیم: ۳۴) تم سب کے سب مل کر بھی اگر میری نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تمہاری زندگیوں کے چراغ بجھ جائیں گے، پر میری نعمتوں کو شمار نہیں کر سکو گے۔ "وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ" (نحل: ۵۳) تمہارے پاس جو

بھی دین و دُنیا کی کوئی نعمتیں موجود ہیں، ہر نعمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اللہ کی چند بڑی بڑی نعمتیں

تو بہرحال جب ہم گن نہیں سکتے تو کوشش کیوں کریں؟ صرف اتنا عرض کروں گا کہ ان بے شمار نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ہمیں اپنی ذاتِ ذوالجلال کی معرفت عطا فرمائی۔

دُعائے صباح میں اللہ کی سب سے بڑی نعمت کا تذکرہ

جناب امیرالمومنین علیہ افضل التحیۃ والتسلیم کی "دُعائے صباح" اگر آپ پڑھیں، جو صحیفہ علویہؑ کے اندر موجود ہے، اور صحیفہ علویہ کے حوالے سے باقی تمام دُعاؤں والی کتابوں میں وہ موجود ہے، جو نمازِ صبح کے بعد پڑھی جاتی ہے، تو وہ یہاں سے شروع ہوتی ہے: "اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ دَلَعَ لِسَانَ الصَّبَاحِ"۔ اے وہ ذات جس نے اپنی معرفت آپ کرائی ہے۔ اگر اس کا فضل و کرم شامل نہ ہو تو پھر انسان یوں گمراہیوں میں غوطے لگاتا ہے، یوں سرگردان ہو کر چکّر لگاتا ہے کہ لوہے، یا لکڑی، یا پتھر کے بُت اپنے ہاتھوں سے بناتا ہے، پھر ان کے سامنے ہاتھ اُٹھاتا ہے، پھر سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بُت کو اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اِنسانیت کی اور توہین کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ نے ہمیں اپنی ذاتِ ذوالجلال کی معرفت عطا فرمائی، پھر ہمیں اس نبی کا اُمتی بنایا، جو سیّدُ الانبیاءؐ بھی ہے، جو خاتم الانبیاءؐ بھی ہے، پھر اس علیؑ اور اولادِ علیؑ کی وِلایت، اِمامت، وصایت، خلافتِ اِلٰہیہ کا اِقرار کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ جو صرف ولی نہیں، بلکہ سیّد الاولیاءؑ بھی ہے، وہ صرف ہمارے پیغمبرؐ کا وصی ہی نہیں ہے، بلکہ تمام انبیاءؑ کے اوصیاء کا سیّد و سردار بھی ہے، اور اقلیم اِمامت کا پہلا تاجدار بھی ہے۔ (نعرہ)

اللہ کی دَین

پھر عقیدہ عدل وقیامت رکھنے کی بھی سعادت عطا فرمائی ۔ اور پھر جن کی ہمیں معرفت عطا فرمائی، ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہمیں توفیق بھی عطا فرمائی کہ ہم ساری کائنات کا دامن چھوڑ کر، ساری کائنات سے علیحدہ ہوکر، اگر ہماری محبت کا مرکز ہے، اگر ہمارے لیے کوئی ماڈل ہے، اگر کوئی ہمارے لیے نمونہ ہے، اگر کوئی اُسوۂ حسنہ ہے، جس کے مطابق ہم مرتے اور جیتے ہیں، سوائے محمدؐ وآلِ محمدؐ کے کوئی اور نہیں ہے ۔ لہٰذا یہ اللہ کی دین ہے ۔ "ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ" (مائدہ: ۵۴)

جس کو اللہ یہ نعمت عطا کر دے، دنیا کا کوئی قبضہ گروپ اس نعمت کو چھین نہیں سکتا ۔ جس پر قبضہ نہیں کر سکتا ۔ جب تک اللہ نہ عطا نہ فرمائے، ساری کائنات سے بڑی سپر طاقت کا سربراہ بھی اپنی قوت وطاقت سے یہ دولت حاصل نہیں کر سکتا ۔ "ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ" ۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ اللہ کی دین ہے، وہ جس کو چاہے عطا کر دے، وہ عطا کرنا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا ۔ وہ نہ دینا چاہے تو کوئی زبردستی چھین نہیں سکتا ۔ اس پر قبضہ نہیں کر سکتا ۔ (صلوات)

مُسلمان نام والی نعمت

تو لہٰذا دوسرے لفظوں میں اس کا مفہوم یہ نکلا کہ ہم اللہ کی تمام نعمتیں ایک طرف، اور سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ہمیں اسلام لانے کی اور مُسلمان بن کر مرنے جینے کی سعادت عطا فرمائی ۔

ناموں کی لاج

یہی وجہ ہے کہ خالقِ اکبر قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ" (حج:۷۸) کہ میں نے تمھارا جو نام رکھا ہے، بغیر کسی اختلافِ رنگ و نسل کے، بغیر کسی زبان و کلام کے، اور وطن کے اختلاف و تمیز کے میں نے تمھارا نام رکھا ہے مُسلمان۔ لہٰذا ہم اس نعمتِ عظمیٰ کا جتنا شکریہ ادا کریں، اتنا کم ہے۔ لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ ہم ماں باپ کے ناموں کی بڑی لاج رکھتے ہیں، ان کی صحت پر بڑا زور دیتے ہیں، جو القاب ہمیں معاشرہ دیتا ہے، ماحول دیتا ہے، قومیں دیتی ہیں، حکومتیں دیتی ہیں، ان القاب کا بھی بڑا خیال کرتے ہیں کہ چوہدری کو کہیں خان نہ کہہ دیا جائے، خان کو ملک نہ کہہ دیا جائے۔ شاہ کو گدا نہ بنا دیا جائے، لیکن جو اللہ نے سب سے بڑی ہمیں نعمت عطا کی تھی اسلام والی، اور ہمارا نام مُسلمان رکھا تھا، عموماً دیکھا گیا ہے کیونکہ اللہ نے یہ نعمت ہمیں مفت دی ہے، ہم سے کوئی قیمت وصول نہیں کی ہے، لہٰذا جو چیز مفت مل جائے، انسان کی فطرت ہے کہ اس کی قدر و قیمت کو نہیں جانتا۔ اس لیے ہمیں اس نام کی کوئی لاج نہیں جو اللہ نے نام رکھا تھا۔

اس لیے ڈاکٹر اقبال جیسے ایک فاضل آدمی کو بھی پوچھنا پڑتا ہے:

یُوں تو مرزا بھی ہو سیّد بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مُسلمان بھی ہو

ایک آدمی پُوچھ سکتا ہے کہ ڈاکٹر اقبال! ہمیں آپ سے یہ توقع نہیں تھی کہ آپ ایسا طفلانہ و بچگانہ سوال کریں گے۔ آپ پیدا ہوئے سیالکوٹ میں، پلے بڑھے لاہور میں، اور جا کے پڑھے انگلینڈ میں، پتا نہیں کیا کیا ڈگریاں حاصل کیں۔ تو پھر جس لاہور میں آپ رہتے ہیں، اس کے اندر لاکھوں

مُسلمان اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں ۔ آپ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے سارے مُسلمان ہیں ۔ اقبال کہتا ہے: یہ میں بھی جانتا ہوں کہ نام کے مُسلمان بہت ہیں، خاندانی مُسلمان یقیناً بہت ہیں، پر میں ڈھونڈتا ہوں کام کے مُسلمانوں کو ۔ وہ تو مجھے کہیں ناتواں ناتواں اِکا دُکا نظر آتے ہیں ۔ ورنہ حالت یہ ہے کہ:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مُسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
(صلوات)

میرا موضوع

اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے ۔ میں اپنے موضوع سے ہٹ نہ جاؤں ۔ موضوع قریب الاختتام ہے ۔ میرا موضوع آپ کو پتا ہے ۔ وہ دینِ اسلام ہے ۔ جس کی میں بات کر رہا ہوں ۔ جو اللہ نے دین بنایا، کیونکہ دین بنانے والا خالق کون و مکان ہے ۔ وہ جو بناتا ہے، نبیوں اور رسولوں کے ذریعے پبلک تک پہنچاتا ہے ۔ جو اسلام اللہ نے بنایا، جو پیغمبر خاتمؐ نے تیئیس سال کی طویل و عریض مدت میں اس کے بندوں تک پہنچایا ۔ جسے حیدرِ کرارؑ نے اور پیغمبرؐ کے بعد اصحابِ کرام اخیارؓ نے جسے مل جل کر پھیلایا ۔ اور جسے مشکل ترین وقت آنے پر حسینؑ بن علیؑ نے اپنا سب کچھ لٹوا کٹوا کے زندہ جاوید بنایا ۔
میں یہی عرض کر رہا ہوں مسلسل اس اللہ کے بنائے ہوئے اس پیغمبر خاتمؐ کے لائے ہوئے اس علیؑ و اصحابِ نبیؐ کے پھیلائے ہوئے، اس حسینؑ بن علیؑ کے بچائے ہوئے، اور زندۂ جاوید بنائے ہوئے اسلام کی حقیقی شکل، حقیقی صورت حقیقی تصویر، حقیقی تعبیر کا نام مذہبِ شیعہ ہے، کچھ اور نہیں ہے ۔
(نعرہ)

ہماری کامیابی کے لیے اللہ کا وعدہ

چاہیے تو یہ تھا میرے دوستو کہ جب اسلام جیسا دین کوئی نہیں، ہمارے خدا جیسا کائنات میں معبود کوئی نہیں، ہمارے نبیؐ جیسا کائنات کے نبیوں میں نبی کوئی نہیں، ہمارے قرآن جیسی کائنات میں کتاب کوئی نہیں، ہماری شریعت اسلامیہ جیسی شریعت کوئی نہیں، ہمارے ائمہ ہدیٰ ہادیوں جیسا ہادی و رہنما کوئی نہیں۔ جب ہر چیز ہماری اعلیٰ ہے، ہر چیز بلند و بالا ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ امت مُسلمہ تمام قوموں کی رہنمائی کرتی ہوئی نظر آتی، ساری دُنیا پیچھے پیچھے چلتی اور امت مُسلمہ ان کے آگے آگے نظر آتی۔ اور یہی اللہ کا وعدہ تھا۔

اللہ کا وعدہ مشروط تھا

اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (آلِ عمران:۱۳۹)

اگر تم نے ایمان سے رشتہ نہ توڑا، اگر تم نے اسلام و ایمان سے منہ نہ موڑا تو میں خالق اکبر تم سے وعدہ کرتا ہوں، اور وعدہ کرنے والا وہ خدا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ (رعد:۳۱)

جو وعدہ کر کے کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

فرماتا ہے: اگر تم نے اسلام و ایمان سے منہ نہ موڑا تو میرا بھی وعدہ ہے کہ آفتاب قیامت کے طلوع ہونے تک تم سربلند رہو گے۔ دُنیا تمہارے سامنے پست رہے گی۔ تم دُنیا کے اندر حاکم بن کے رہو گے۔ دُنیا تمہاری محکوم بن کے رہے گی۔ تم معظم، مکرم، اور محتشم بن کے رہو گے۔ دُنیا تمہارے آگے ٹھوکریں کھاتی ہوئی نظر آئے گی۔ اللہ کا وعدہ یہ تھا، پر مشروطی وعدہ تھا۔ "اگر تم نے ایمان سے منہ نہ موڑا...... اسلام کے تقاضوں کو پامال نہ کیا" ......

تو لہٰذا وعدہ یہ تھا......

آؤ حالاتِ حاضرہ پر نظر ڈالی جائے۔ تو ذلت ہے تو ہمارا مقدر، رسوائی

ہے تو ہمارا نصیب اور پستی ہے تو ہمارا حصّہ۔ آج تمام اقوامِ عالم میں اگر کوئی پسماندہ قوم ہے تو مُسلمانوں کی ہے۔ اگر اغیار کی دستِ نگر ہے تو وہ مُسلمانوں کی قوم ہے۔ اگر لوگوں کے ظلم وستم کا شکار ہے تو مُسلمان ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ اس لیے کہ ہم نے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور اتحاد کی جگہ ہم نے اِنتشار کو اپنا لیا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (رعد:۱۱)

اللّٰہ کا اٹل قانون ہے کہ:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
(صلوات)

میں کیا کیا عرض کروں؟ کس کس چیز کا تذکرہ کروں؟ کس کس چیز کو نظر انداز کروں؟

ہر چیز یہاں کی اُلٹی ہے
یہاں اُلٹی گنگا بہتی ہے

تعلیماتِ اسلام کا لبِّ لُباب

آپ مبادیات کو لے لیں، اسلام کے مشمولات کو لے لیں، اِسلامی نظام کو لے لیں، اسلام کے بنیادی ارکان کو لے لیں، اللّٰہ کا قرآن، پیغمبر اسلامؐ اور تعلیماتِ اسلام کا لبِ لباب یہ ہے کہ:

کافروں کو مُسلمان بناؤ۔ تم لوگوں میں پھیل جاؤ۔ امر بالمعروف کر کے نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر کے لوگوں کو، کافروں کو مُسلمان بناؤ۔ جو مشرک ہیں، ان کو موحد بناؤ۔ جو پیغمبر اِسلام کے مُنکر ہیں، ان سے پیغمبرؐ کی رسالت کا اِقرار

کرادو۔ جو بدکار ہیں، ان کو نیکوکار بناؤ۔ جو لڑنے والے ہیں، ان کے درمیان صلح کراؤ۔ جن کے جھگڑے عدالتوں میں چل رہے ہیں، ان کے جھگڑے ختم کرا کے صلح و صفائی کرا کے ان کو اکٹھا دسترخوان پر بٹھا کے کھانا کھلاؤ۔

یہ اسلام کی تعلیم کا لب لباب ہے۔

ہمارا عمل

لیکن ہمارا ہر عمل اس کے برعکس ہے۔ ہم کیا کر رہے ہیں، ہمارے علمائے کرام کیا کر رہے ہیں، ہمارے سیاسی زعمائے عظماء کیا کر رہے ہیں۔

"دین ملا فی سبیل اللہ فساد"

ہم مسلمانوں کو کافر بنانے پر تلے ہوئے ہیں، ہم مومنوں کو بے ایمان بنانے پر تلے ہوئے ہیں، ہم نے ٹھیکا لے رکھا ہے کہ جو اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں ہم ان کو لڑائیں۔ لہٰذا ہر چیز ہماری اسلام کے برعکس ہے۔ تو پھر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ ہم سے کیے ہوئے وعدے پورے کرے۔

اس نے تو پہلے دن شرط لگا دی تھی کہ تم صاحب عزت اس وقت تک بن کے رہو گے جب تک اسلام کے اُصولوں پر عمل کرتے رہو گے۔ اس وقت تک تم محترم اور محتشم و مکرم بن کے رہو گے جب تک ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے رہو گے۔

لیکن جب نام اسلام کا لیا جائے، کام یہود و ہنود والا کیا جائے، نام خدا کا لیا جائے، کام مشرکین جیسا کیا جائے، تو دوغلی پالیسی وہ ہے جو خالق اکبر کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر گناہ کی معافی دیتا ہے، لیکن فرماتا ہے: شرک وہ ناقابلِ معافی جرم ہے جس کی معافی کا میرے یہاں کوئی امکان نہیں ہے۔ (نعرہ)

دُنیا میں سب سے آسان کام

کسی نے کسی صاحب ذوق سے پوچھا تھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ آسان کام کونسا ہے؟ اس نے کہا: ساری کائنات کے کاموں میں سے آسان ترین کام دوسروں پر تنقید کرنا ہے۔ ڈیڑھ تولے کی زبان ہلتی ہے، پتا نہیں ہم لاکھوں لوگوں کو رگڑا دیدیتے ہیں کہ فلاناں ایسا ہے، فلانی ایسی ہے، فلاناں ایسا فلانے مذہب والے ایسے، فلانے مسلک والے ایسے۔ سب سے آسان کام دُوسروں پر تنقید کرنا ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔

اپنی اصلاح کرنا دُنیا میں سب سے مشکل کام

اب مجھے یہ بتائیے کہ دُنیا میں سب سے زیادہ مُشکل کام کونسا ہے؟

اُس نے کہا: اپنی اِصلاح کرنا۔ (صلوات)

بہادر شاہ ظفر مُغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ تھا، کا کلام یہ ہے:

نہ تھی جب ہمیں اپنے حالات کی خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہُنر

پڑی اپنی برائیوں پہ جو نظر
تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

ایک دوسرے پر تنقید

آج مذہبی رہنما ہوں ان کو ایک دوسرے کے مسلک پر تنقید کے تیر اور نشتر چلانے کے سوا کوئی کام نہیں۔ سیاسی زعما ہیں، ان کو اپنی پارٹی کے سوا دُوسری پارٹیوں پر تنقید کرنے سے فرصت ہی نہیں۔ اگر ہماری پبلک ہے، جو علماء کو دیکھتی ہے، تو علماء تنقید میں لگے ہوئے ہیں، سیاسی زعما کو دیکھتی ہے، وہ ایک دوسرے کو پیچھے دھکیلنے پر لگے ہوئے ہیں۔ تو لہٰذا انھوں نے بھی علماء و

زعما سے یہی سیکھا کہ فلاناں ایسا، فلاناں ایسا۔ فلانی ایسی ہے۔ نہ علماء کو توفیق ہے کہ اپنی اصلاح کریں، نہ زعماء کو توفیق ہے کہ اپنی پارٹی کی خامیوں کو دور کریں، نہ آدمی کو فکر ہے کہ اپنی غلطیوں کا ازالہ کرے، اور اپنی اصلاح کرے۔ لہٰذا ہر بندہ دُوسروں کی تنقید پر لگا ہوا ہے۔ فلاناں مذہب ایسا ہے، فلانے مذہب کے پیشوا ایسے ہیں، فلانے مذہب کے رہبرو رہنما ایسے ہیں، فلانے مذہب کے اُصول غلط ہیں، فلانے مذہب کے فروع غلط ہیں۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں

کافر گری

مجھے وہ واقعہ یاد ہے جب پاکستان کے تین سَو مولوی صاحبان نے متفق ہو کر فتویٰ دیا تھا کہ "غلام احمد پرویز کافر ہے" سرگودھے میں میرے پاس بھی لائے تھے دستخط کرانے کے لیے۔ میں نے کہا:

"کسی کافر کو مُسلمان بنانا ہے تو میں حاضر ہوں، لیکن اگر کسی مُسلمان کو، جو کم از کم اپنے آپ کو مُسلمان کہتا ہے، اس کو کافر بنانا ہے، تو میں تصدیق کرنے سے قاصر ہوں"۔

لہٰذا جب وہ فتویٰ چھپ گیا، تین سَو علماء کا متفقہ فیصلہ کہ "غلام احمد پرویز کافر ہے"۔ اُس بندۂ خدا نے چھوٹا سا ایک رسالہ جواب میں شائع کر دیا، جس کا نام تھا "کافر گری"۔ کیونکہ ان میں سارے مذہبوں کے زعماء اور علماء کرام شامل تھے۔ میں کس کس کا نام لوں، اس نے کہا: جناب مجھ پر جو فتویٰ لگانا ہے لگاؤ، لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے اپنا اسلام ثابت فرماؤ۔

انھوں نے کرید کرید کر کتابیں دیکھیں۔ جن میں کہا کہ بریلویوں نے دیوبندیوں پر کیا فتوے لگائے، دیوبندیوں نے بریلویوں پر کیا فتوے

لگائے ۔ مودودیوں نے محمودیوں پر کیا فتوے لگائے، دیوبندیوں نے اہل حدیثوں پر کیا فتوے لگائے، اہل حدیثوں نے دیوبندیوں پر کیا فتوے لگائے، شیعوں نے سنیوں پر کیا، اور سنیوں نے شیعوں پر کیا فتوے لگائے ۔

جب پرویز نے "کافر گری" رسالہ شائع کیا تو کہا: میں آپ کا ہر فتویٰ قبول کرنے کے لیے تیار ہوں، پر مجھے کافر وہ کہے جو پہلے اپنا اسلام ثابت کرے ۔ پھر علمائے کرام بغلوں میں جھانک رہے تھے کہ بات تو ٹھیک ہے، جب ہم میں سے ہر بندے پر فتوے لگ چکے ہیں، ہم نے تو قائداعظم کو بھی نہ چھوڑا، نہ اقبال کو چھوڑا ۔ ع

"یہ قائداعظم ہے کہ کافراعظم"

لہٰذا جب ان کے تیر سے کوئی نہیں بچ سکا، پہلے اپنا اسلام ثابت کرو، پھر کسی مسلمان کو کافر بناؤ ۔ لیکن کیا کیا جائے یہ مشغلہ ایسا آسان ہے کہ اس سے روٹی کمانے کا آسان تر کوئی راستہ نہیں ہے ۔ (صلوات)

اور جب فتویٰ لگانے والے باہمی لڑائی سے فارغ ہوجائیں تو پھر ظاہر ہے کہ ہمارا ایک مذہب ان کو ایسا نظر آتا ہے کہ پھر سب کی توجہ ادھر ہوجاتی ہے ۔ پھر متحد ہوکر نعرے لگاتے ہیں:

"کافر کافر فلاناں کافر"...... "مشرک مشرک فلاناں مشرک"

اسی سلسلے میں مَیں نے مختلف ایرادات، مختلف اعتراضات کے الحمدللہ سابقہ تقریروں میں جوابات دے دیے ہیں ۔ کیونکہ یہ مجلس آخری مرحلوں میں داخل ہورہی ہے ۔ آج اور کل دو رہ گئی ہیں ۔ لہٰذا میں جو دو تین اعتراضات باقی رہتے ہیں، ان کا ذرا جائزہ لینا چاہتا ہوں آج اور کل کی مجلس میں ۔

چنانچہ جب سارے جوابات ان کو دے دیے جاتے ہیں، ان کو مطمئن کردیا جاتا ہے، زبانیں بند کردی جاتی ہیں، آخر میں وہ کہتے ہیں کہ جناب یہ

فرقہ مذہب شیعہ بڑا گستاخ فرقہ ہے۔ یہ تو دین کے بزرگوں کو گالیاں دیتے ہیں۔(صلوات)

"یہ صحابۂ کرام" کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اس لیے یہ بڑے گستاخ ہیں۔ یہ بڑے بے ادب ہیں، یہ پیغمبر اسلام کا احترام نہیں کرتے۔ان کے بزم نشینوں کو گالیاں دیتے ہیں"۔

تو میرے دوستو، میرے عزیزو! ان باتوں کے جوابات ایک دو دفعہ نہیں، بلکہ ہزاروں دفعہ دیے جا چکے ہیں۔اور میں بھی اتنا عرض کروں گا۔ بہر حال "بارہا گفتم و بارِ دِگر می گویم" مَیں اپنی کتابوں میں بھی اس موضوع پر بڑے تبصرے کر چکا ہوں۔ زبانی طور پر بھی سینکڑوں ہزاروں تقریروں میں وضاحت ہو چکی ہے۔لیکن ایک بار میں پھر عرض کروں گا، کیونکہ میرا موضوع یہی چل رہا ہے کہ:

ہمارا مذہب اسلام کی حقیقی تصویر و تعبیر کا نام ہے

میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا مذہب شیعہ اسلام کی حقیقی تعبیر و تفسیر کا نام ہے۔اور اسلام کے احکام کا منبع و مخزن اور مصدر اللہ کا قرآن ہے، اللہ کے قرآن کی تعلیمات ہمارا اوڑھنا بھی ہے اور بچھونا بھی، ہمارا جینا بھی ہے اور ہمارا مرنا بھی ہے۔اس قرآن میں خالق دو جہان فرماتا ہے:

لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (انعام:۱۰۸)

کہ جو لوگ میرا سجدہ نہیں کرتے، جو میری پرستش نہیں کرتے، جو میری عبادت نہیں کرتے، اپنے ہاتھوں کے خود ساختہ خداؤں کی پرستش کرتے ہیں، اللہ فرماتا ہے: نہ ان کے معبودوں کو گالی دو، نہ ان بت پرستوں کو گالی دو، اگر تم ان کو گالی دو گے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ ضد میں آ کر انا کا مسئلہ بنا کر تمھیں بھی

گالیاں دیں گے اور تمہارے خدا کو بھی گالیاں دیں گے۔ تو میں تم سے پوچھوں گا کہ ان کے جھوٹوں کو گالی دے کر اپنے سچوں کو کیوں گالی دلوائی ہے۔ (نحل، ۵)

شبّ و شتم کیا ہے

لہٰذا جس کا نام گالی ہے، جس کا نام عربی میں سبّ اور شتم ہے، ہمارے مذہب میں اور دینِ اسلام میں کسی کافر، کسی یہودی، کسی نصرانی، کسی مجوسی، کسی کیمونسٹ کو بھی گالی دینا روا نہیں ہے۔ تو جس مذہب میں کسی کافر و مشرک کو، خدا کے منکر کو بھی اسلام کہتا ہے کہ گالی نہ دو، یعنی یہ نہ دیکھو کہ وہ بندہ کیسا ہے، یہ دیکھو کہ تمہاری شرافت کا تقاضا کیا ہے؟...... کیا یہ ممکن ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کو گالیاں دے۔

چپ کیوں کر گئے ہو؟...... کہو نا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اور یہی ہمارا بحمداللہ عمل ہے۔ گالیاں آپ جانتے ہیں، گالیاں کیا ہوتی ہیں، سب و شتم کیا ہوتا ہے۔ کسی کی ماں بہن کو برا بھلا کہا جائے، تو ایسا، تیرا فلاناں ایسا، تیری فلانی ایسی۔ یہ مذہب شیعہ جو اسلام کی حقیقی تعبیر ہے، یہ کسی شریف کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی حیوان کو بھی گالی دے۔ انسان تو بعد کی بات ہے۔ اس لیے خالق فرماتا ہے کہ جب تمہیں یہودیوں سے بات کرنے کا موقع مل جائے، اگر تمہیں عیسائیوں سے گفتگو کرنی پڑ جائے، غیر مسلم سے خطاب کرنا پڑ جائے۔ "وَلَا تُجَادِلُوٓا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" (عنکبوت: ۴۶) احسن طریقے پر، شریفانہ طریقے پر گفتگو کرو۔ یہ مت دیکھو کہ ہمارا مخاطب یہودی ہے۔ یہ مت دیکھو کہ ہمارا خطاب ایک نصرانی سے ہے۔ تمہارے سامنے ایک مشرک اور خدا کا دشمن بیٹھا ہے، تم ہمیشہ جب گفتگو کرو تو یہ دیکھو کہ تمہاری شرافت کا تقاضا کیا ہے؟

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر ہو کے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
(صلوات)

ہمارے مذہب میں صحابۃ کو گالیاں دینا روا نہیں

لہٰذا یہ بالکل غلط محض ہے، یہ بالکل افترا پردازی ہے، یہ بالکل تہمت سازی ہے، یہ چٹا جھوٹ ہے کہ ہمارے مذہب والے دین کے بزرگوں کو، یا پیغمبرؐ کے صحابیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ ہمارے مذہب میں جب کافروں کو گالیاں دینا روا نہیں ہے تو صحابہ کرام کو کیسے دیں گے؟

ہاں یہ بات میں ضرور کہوں گا، اور علی الاعلان کہوں گا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ آلؑ ہوں یا اصحابؓ، فلاں ہوں یا فلاں سب برابر ہیں، ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ:

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی فلاں و فلاں و فلاں و فلاں
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

کوئی دو چیزیں برابر نہیں

ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ آدمؑ سے شروع کرو، اس دم تک چلے آؤ، خالق کائنات نے کوئی دو چیزیں برابر پیدا ہی نہیں کیں۔ (نعرہ)

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (بقرۃ: ۲۵۳)

دو رسول ہیں تو درجے الگ الگ، دو امتی ہیں تو مقام الگ الگ، دو ولی ہیں تو ولایت کا مرتبہ الگ الگ، دو عالم ہیں تو علم الگ الگ، دو جاہل ہیں تو جہالت الگ الگ، دو عامل ہیں تو عمل الگ الگ، دو بدعمل ہیں تو بدعملی الگ الگ، دو عقل مند ہیں تو عقل الگ الگ، دو احمق ہیں تو حماقت الگ الگ۔ یہ بات روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہے کہ اللہ نے کائنات میں کوئی بھی دو

چیزیں برابر پیدا نہیں کیں۔ جب ہر دو چیزوں میں اختلاف ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد یہ اللہ کا قانون کیسے بدل گیا؟ اور کیسے سارے ایک جیسے ہو گئے۔ اس لیے ہمارے شاعر نے بڑے ادب سے کہا ہے کہ:

نہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی فلاں و فلاں و فلاں و فلاں
وہ یارِ نبی، یہ نفسِ نبی ہے فرق بہت ان چاروں میں

صحابہؓ و اہل بیتؑ برابر نہیں

میرے دوستو میرے عزیزو! کتاب المحاسن والمساوی مطبوعہ مصر میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بہت بڑے علامہ تھے، ان کا لقب ابن عائشہ تھا، ان سے کسی بندے نے سوال کیا کہ حضرت میرا جی چاہتا ہے کہ آپ صحابۂ کرام کے کچھ فضائل سناؤ، میں سننا چاہتا ہوں۔ انھوں نے اس سائل کے احترام کو پیشِ نظر رکھا، ان کی خواہش کو قبول کیا، اور بعض صحابہؓ کے فضائل بیان کر کے چپ ہو گئے۔ ان میں حیدرِ کرّار کا نام نہیں لیا۔

سائل نے کہا: میں نے کہا تھا کہ صحابہؓ کے فضائل سناؤ۔ آپ نے اور چند صحابہؓ کے فضائل سنائے، اور علیؑ کو نظر انداز کر دیا۔

ادھر محدث کی پیشانی پر شکن اُبھر آئی۔ کہنے لگے: تم عجیب عقل مند ہو کہ تمھیں اپنا سوال بھی یاد نہیں ہے۔ تم نے کہا کیا تھا؟ تم نے کہا تھا کہ اصحاب مصطفیٰؐ کے فضائل سناؤ۔ میں نے سنا دیے۔ تم نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ نفسِ مصطفیٰ کے مناقب سناؤ۔ (نعرہ)

آیتِ مباہلہ سے اِستدلال

لہٰذا تم نے کہا تھا کہ صحابہ کے فضائل سناؤ۔ میں نے فضائل سنا دیے۔ علیؑ صرف صحابی نہیں، علیؑ بنصِّ قرآن نفسِ نبی ہیں۔ پڑھو آیتِ مباہلہ:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ كُمْ

وَاَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۔ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آلِ عمران:۶۱)

کہنے لگے: یہ تو دنیا جانتی ہے کہ پیغمبرؐ "ابنا" کی جگہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لے کر گئے ۔ اور "نسائنا" کی جگہ جناب خاتونِ قیامتؑ کو لے کر گئے ۔ مجھے بتاؤ کہ "انفسنا" کی جگہ پیغمبر اسلامؐ کس کو ساتھ لے کر گئے تھے؟...... پورے عالم اسلام کی تفسیریں گواہ ہیں، تاریخیں گواہ ہیں، حدیثیں گواہ ہیں پیغمبر اسلامؐ کا "انفسنا" کی جگہ حسنینؑ کے والد ما جد اقلیم امامت کے تاجدار ابوالائمہؑ اطہار حیدرِ کرارؑ کو ساتھ لے گئے تھے ۔ علیؑ بنصِ قرآن "نفسِ رسولؐ" ہیں ۔ تو لہٰذا میرے دوستو! اگر کوئی امت کا عام آدمی اگر پیغمبر کے برابر ہو سکتا ہے تو مجھے کہنے دو کہ وہ "نفسِ مصطفیٰؐ" کے برابر بھی ہو سکتا ہے ۔ لیکن اگر کسی کا تقابل نبیؐ سے کرنا بے ادبی ہے تو نفسِ محمدؐ سے کسی کا تقابل کرنا، یہ بھی علیؑ کی توہین کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ۔ (نعرہ)

مقام و منزل کا فرق

لہٰذا ہم برابر نہیں کہتے ۔ ٹھیک ہے جو جس کا مقام ہے؛ اسلام اسی عدل کا قائل ہے ۔ جو جس مقام پر ہے، اس سے بڑھانا بھی غلط، اس کو اپنی منزل سے نیچے گرانا بھی غلط ۔ لہٰذا ہم آل کو آل سمجھتے ہیں، اصحاب کو اصحاب سمجھتے ہیں ۔ ان کو اپنے مقام پر سمجھتے ہیں، ان کو اپنی منزل پر سمجھتے ہیں ۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:۵۶)

اہلِ ایمان کو حکم ہے کہ وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھیں ۔

درود پڑھنے والے اور ہیں، اور جن پر درود پڑھا جا رہا ہے، وہ ہستیاں اور ہیں ۔ شاید کوئی کہے کہ یہ تو صرف نبیؐ پر پڑھا جا رہا ہے، اور جس

وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَكُمۡ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ (آلِ عمران: ۶۱)

کہنے لگے: یہ تو دنیا جانتی ہے کہ پیغمبرؐ "ابنا" کی جگہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لے کر گئے۔ اور "نسائنا" کی جگہ جناب خاتونِ قیامتؑ کو لے کر گئے۔ مجھے بتاؤ کہ "انفسنا" کی جگہ پیغمبر اسلامؐ کس کو ساتھ لے کر گئے تھے؟...... پورے عالم اسلام کی تفسیریں گواہ ہیں، تاریخیں گواہ ہیں، حدیثیں گواہ ہیں پیغمبر اِسلامؐ کا "انفسنا" کی جگہ حسنینؑ کے والد ماجد اقلیم امامت کے تاجدار ابوائمہؑ اطہار حیدرِ کرارؑ کو ساتھ لے گئے تھے۔ علیؑ بنصِ قرآن "نفسِ رسولؐ" ہیں۔ تو لہٰذا میرے دوستو! اگر کوئی امت کا عام آدمی اگر پیغمبر کے برابر ہوسکتا ہے تو مجھے کہنے دو کہ وہ "نفسِ مصطفیٰؐ" کے برابر بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر کسی کا تقابل نبیؐ سے کرنا بے ادبی ہے تو نفسِ محمدؐ سے کسی کا تقابل کرنا، یہ بھی علیؑ کی توہین کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ (نعرہ)

مقام و منزل کا فرق

لہٰذا ہم برابر نہیں کہتے۔ ٹھیک ہے جو جس کا مقام ہے، اِسلام اسی عدل کا قائل ہے۔ جو جس مقام پر ہے، اس سے بڑھانا بھی غلط، اس کو اپنی منزل سے نیچے گرانا بھی غلط۔ لہٰذا ہم آل کو آل سمجھتے ہیں، اصحاب کو اصحاب سمجھتے ہیں۔ ان کو اپنے مقام پر سمجھتے ہیں، ان کو اپنی منزل پر سمجھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا (الاحزاب: ۵۶)

اہلِ ایمان کو حکم ہے کہ وہ محمد و آلِ محمدؐ پر درود پڑھیں۔

درود پڑھنے والے اور ہیں، اور جن پر درود پڑھا جا رہا ہے، وہ ہستیاں اور ہیں۔ شاید کوئی کہے کہ یہ تو صرف نبیؐ پر پڑھا جا رہا ہے، اور جس

نبی پر خدا درود پڑھا رہا ہے، وہ نبی فرماتے ہیں، جیسا کہ صواعق محرقہ جیسی متعصبانہ کتاب بھی چھلک رہی ہے کہ پیغمبرؐ نے کہا تھا:

لَا تُصَلُّوا عَلَیَّ صَلٰوۃً تَبرَاءْ

مجھ پر کبھی دُم بریدہ صلوات نہ پڑھنا دُم کٹی ہوئی صلوات نہ پڑھنا۔

دُم کٹی صلوات کیا ہوتی ہے

صحابۂ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دُم کٹی صلوات کیا ہوتی ہے؟ دُم بریدہ صلوات کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: اَنْ تَقُوْلُوا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ فرمایا میرے اوپر صلوات پڑھ کے خاموش ہوجاؤ، یہ دُم بریدہ صلوات ہے۔ صلوات تب مکمل ہوتی ہے کہ جب میرے ساتھ میری عترت اہلِ بیت کو بھی شامل کیا جائے۔ (صلوات)

یہی وجہ ہے کہ امام شافعی نے فرمایا تھا، جیسا کہ اسی "صواعق محرقہ" میں بھی ہے، "تذکرہ سبط ابن جوزی" میں بھی ہے، ینابیع المودۃ میں بھی ہے، بیسیوں کتابوں میں ہے۔ سب کتابیں چھلک رہی ہیں کہ جناب امام شافعی نے آلِ محمدؐ کی بارگاہ میں اپنی ارادت و عقیدت کے پھول کا گلدستہ پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ! حُبُّکُمْ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ
کَفَاکُمْ مِّنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اِنَّکُمْ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ

اے اہلِ بیتِ نبوت! آپ کے بارے میں کیا کہوں، آپ وہ ہستیاں ہیں، جن کی محبت، جن کی مودت میں خالق نے آیات نازل کرکر کے ہم پر واجب قرار دی ہے۔ آپ کے دوسرے فضائل ایک طرف، آپ کے دوسرے مناقب و محامد ایک طرف، آپ کے فضل و کرم مجد و شرف سمجھنے کے لیے اتنی مختصر بات کافی ہے کہ جو مسلمان کہلانے والا اپنی نماز کے تشہد میں نبی کے

ساتھ آپ پر درود نہیں پڑھتا، اس کی نماز نماز نہیں ہے ۔ (صلوات نعرہ)

صحابہ و عترت کا فرق

بخاری شریف میں ایک روایت ہے وہ عرض کر کے ذرا آگے بڑھوں گا ۔ اس موضوع کو ختم کروں گا ۔ اس میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ تشریف فرما تھے، کسی بندے نے کچھ کھجوریں پیش کی تھیں، جنابؐ نے پیش کرنے والے سے پوچھا کہ یہ کھجوریں کس قسم کی ہیں؟

اس نے کہا: جی صدقہ ہے، صدقے کی ہیں ۔

آپؐ نے فرمایا: هٰذَا لِاَصْحَابِیْ ۔

یہ میری بارگاہ میں بیٹھنے والوں کا حصہ ہے ۔

پھر ایک آدمی نے بڑی عزت و احترام کے ساتھ ان پر رومال ڈالا ہوا، بڑی تازہ کھجوریں اعلیٰ قسم کی، ایک طبق لا کر پیش کیا ۔

جنابؐ نے پوچھا کہ یہ کیسی کھجوریں ہیں؟

اس نے کہا کہ یہ تحفے اور ہدیے کی ہیں ۔

جنابؐ نے فرمایا: هٰذَا لِیْ وَ لِاَهْلِ بَیْتِیْ ۔

یہ میرا اور میرے اہل بیتؑ کا حصہ ہے ۔

سُنی شیعہ کا متفقہ مسئلہ

سُنی شیعہ تمام فقہائے اسلام کا اتفاق ہے کہ صدقہ آلِ محمدؐ پر حرام ہے ۔ دوسرے مسکینوں کے لیے حلال ہے ۔ اس کے باوجود ادب و احترام کے ساتھ اتنا کہنے میں حق بجانب ہوں کہ جن کے لیے صدقہ حلال ہے، ان کا مقام اور ہے، اور جن پر صدقہ حرام ہے، ان کی شان اور ہے ۔ (نعرہ)

ایک تاریخی واقعہ

میں نے تاریخ اسلام میں ایک واقعہ پڑھا تھا ۔ ایک دفعہ دربارِ شام

میں کسی آدمی نے آ کر کوئی تحفہ پیش کیا، تینوں بیٹھے ہوئے تھے، یزید بھی، اس کا بابا بھی، اس کا وزیر عمرو بن عاص بھی۔ اب تحفہ ایک، لینے والے تین۔ ایک بے تکلفانہ بزم تھی، یہ کون وصول کرے گا؟ انھوں نے کہا: شعر کہتے ہیں، جو سب سے اچھا شعر کہے گا تحفہ اسی کا ہوگا۔ طے ہوگیا۔ تینوں شعر کہنا جانتے تھے، پھر یہ اختلاف پیدا ہوا کہ کس موضوع پر طبع آزمائی کی جائے؟ کیونکہ شاعر ہو ہیں مختلف زبانوں میں طبع آزمائی کرتے ہیں اور مختلف موضوعات پر شعر کہتے ہیں۔

وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ (الشعراء: ۲۲۴و ۲۲۵)

یہ ہر وادی میں چکر لگاتے رہتے ہیں۔ تینوں نے اتفاق سے یہ طے کیا کہ علی ولی کے بارے میں اپنا اپنا نظریہ پیش کیا جائے۔ سب سے پہلے بڑے بزرگ سے کہا گیا کہ تم علی کے بارے میں، جن سے تمھاری جنگیں شروع تھیں، تم کہو کہ دل سے تم کیا مانتے ہو؟ اس نے کہا کہ سنو: اقتدار کے لیے لڑنا جھگڑنا، اور بات ہے، لیکن اگر دل کی پوچھو تو......

خیر البریہ بعد احمد حیدرٌ
الناس ارض و الوصی سماء

پیغمبرؐ کے بعد اگر ساری کائنات سے کوئی بہتر و برتر ہے تو وہ حیدر کرار ہے۔ باقی دُنیا ایسی ہے جیسے زمین۔ علیؑ ایسا بلند ہے جیسے آسمان۔

میرے دوستو، میرے عزیزو! اس کے بعد یزید کی نوبت آئی، اس نے کہا:

و ملیحۃ شھدت لھا ضرائھا
و الحسن ما شھدت بہ الضراء

ایسی خوبصورت عورتیں بہت ہیں جن کے حسن و جمال کی لوگ تعریف کرتے ہیں، اصل حسن تو یہ ہے کہ سوکن بھی گواہی دینے پر مجبور ہو جائے۔

پھر عمرو بن عاص نے

و فضیلة شهدا العدو بفضلها
و الفضل ما شهدت به الاعداء

دوستوں کی دوست تعریف کرتے رہتے ہیں۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں، لوگ دوستوں کے گُن گاتے ہیں، دشمنوں کو برا بھلا کہتے ہیں، کہتا ہے: فضیلت اس کا نام ہے سوکن بھی جس کے حسن و جمال کی تعریف کرنے پر مجبور ہو جائے۔ وہ دربار کے سربراہ کو علیؑ کی سوکن کہہ رہا ہے۔ کیونکہ جھگڑا سب کا خلافت پر تھا۔ اس کا کہنا کہ علیؑ اتنے بلند جیسے آسمان ہے، دنیا اتنی پست ہے جیسے زمین۔ یہ کیوں نہ کہوں کہ گویا سوکن سوکن کے حسن و جمال کی مدح وثنا کر رہی ہے، تو پھر ماننا پڑے گا کہ علیؑ کا کائنات میں کوئی ہمسر نہیں ہے۔

تو میرے دوستو، میرے عزیزو! یہ بات طے شدہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد علیؑ اور آولادِ علیؑ کا کوئی ہمسر نہیں، کوئی ثانی نہیں ہے۔ لہٰذا ہم اس کے قائل ہیں کہ جو جس مقام پر ہے، ہم اس کو اسی مقام پر فائز مانتے ہیں۔ نہ کسی کو بڑھاتے ہیں، نہ کسی کو گھٹاتے ہیں۔

تولیٰ و تبرّیٰ کا مطلب

ایک بات اور عرض کرتا جاؤں۔ ہماری چھوٹی چھوٹی کتابوں میں لکھا ہے کہ اہلِ بیتؑ کا ماننا، ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرنا ضروری ہے، ایک تبرا کا لفظ ملتا ہے۔ تولیٰ اور تبریٰ اسے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی گالی ہے۔ تو میں اتنا عرض کروں گا، اور واضح لفظوں میں کہوں گا کہ تبریٰ کوئی گالی نہیں، تبریٰ کوئی برا لفظ نہیں، تبرے کا معنی بیزاری ہے کہ جس سے محبت کی جائے،

محبت مکمل نہیں ہوتی، جب تک محبوب کے دشمنوں سے علیحدگی اختیار نہ کی جائے۔

حضرت ابراہیمؑ نے آزر سے تبرّیٰ کیا

حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (التوبۃ:۱۱۴)

ہم کہتے ہیں آزر جناب ابراہیمؑ کا چچا تھا، ہمارے بھائی کہتے ہیں ان کا والد تھا۔ بہرکیف چچا تھا، جس طرح ہم کہتے ہیں، یا والد تھا، جس طرح ہمارے بھائی کہتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ جب ان پر یہ بات کھل گئی کہ آزر خدا کا دشمن ہے۔ تبرأ منه۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان سے بیزاری اختیار کرلی۔

کیا مطلب کہ اپنے چچا کو گالی دینی شروع کر دی۔ یہ تو نبی کی شان سے بعید ہے۔ یا اپنے والد کو معاذ اللہ گالی دینا شروع کر دی۔

نہیں، کہا چچا! تیرا اور میرا راستہ الگ الگ ہے۔ جس راستے پر تُو چل رہا ہے، اس راستے پر میں نہیں چلتا۔ جس پر میں چل رہا ہوں، اس پر تُو نہیں چلتا، تیرا میرا خدا حافظ۔ تیری میری الوداع۔

جس کا معنی یہ ہے کہ ہمیں پیغمبر اکرمؐ کے بعد غرض ہے تو آلِ محمدؐ سے ہے، ہم نے دین لینا ہے تو علیؑ اور آولادِ علیؑ سے لینا ہے۔ اگر قرآن لینا ہے تو علیؑ اور آولادِ علیؑ سے لینا ہے۔ اگر دین کے مسائل پوچھنے ہیں تو علیؑ اور آولادِ علیؑ سے پوچھنے ہیں۔ میں کیوں نہ کہوں کہ اگر جنت کا ٹکٹ لینا ہے تو علی ولی سے لینا ہے۔ اگر جنت میں جانا ہے تو علیؑ کے بچڑوں کا غلام بن کر وہاں رہنا ہے۔ (نعرہ)

لہٰذا صحابہ کرام واجب الاحترام، تابعین عظام سب پر واجب ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ محبت کریں۔ کیونکہ:

قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى (شوریٰ:۲۳)

خالق اکبر کے حکم کے مطابق پیغمبرؐ نے اعلان کر دیا کہ میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا، سوائے اپنے قرابت داروں کی محبت کے۔

لہٰذا جب سب اُمت پر ان ہستیوں کی اطاعت واجب ہے، ان کی محبت واجب ہے، مودت واجب ہے۔ پھر اصحاب بھی اس سے مستثنٰی نہیں ہیں۔ لہٰذا سب پر ان ہستیوں کی محبت واجب ہے۔ لہٰذا اللہ سب کو توفیق دے۔ صحابہ کرام بھی ان سے محبت کرتے تھے۔

ینابیع المودّت کی عبارت

آپ حیران ہوں گے، میں نے ایک حدیث پڑھی ہے، اور وہ آپ سُن کر بھی ماشاء اللہ نعرے لگانے پر مجبور ہوجائیں گے۔ کتاب "ینا بیع المودت" میں حضرت عمر کا قول میں نے پڑھا ہے، لکھنے والا علامہ قندوزی سنی حنفی ہے، وہ کہتے ہیں: حضرت عمر کہا کرتے تھے: جب تمھارے بچے سن شعور کو پہنچ جائیں ان پر علیؑ کی محبت پیش کرو۔ اگر یہ اقرار کریں تو ان کو اپنا بیٹا سمجھو، ورنہ ماؤں سے پوچھو کہ بیٹا کہاں سے لائی ہو؟ (نعرہ)

شریفوں کا طریق

لہٰذا بحمد اللہ یہ بات طے شدہ ہے کہ گالی گلوچ دینا ہمارا مذہبی شیوہ نہیں ہے، ہمارا شعار نہیں ہے، ہمارا طریقہ کار نہیں ہے۔ نہ کسی شریف کا یہ شیوہ و شعار ہے کہ وہ کسی کو گالیوں کا نشانہ بنائے، اپنی زبان کو نجس کرے۔ شریف آدمی تو حیوانوں کو بھی کوئی ایسا لفظ زبان سے نہیں کہتا جو ان کی شرافت اور اس کی نجابت سے گرا ہوا ہو۔ (صلوات)

علیؑ کے شیعوں کی علامت

آخری بات، اسی پر ان شاء اللہ ختم کروں گا۔ جب تمام اعتراضوں کے جواب مل جاتے ہیں، پس اُصولی بھی فروعی بھی، چھوٹے بھی اور بڑے

بھی، آخر میں مولوی کرم دین بھیاں والے اپنی کتاب "آفتابِ ہدایت" میں لکھتے ہیں: آؤ میں تمھیں بتاؤں، علیؑ کے شیعہ کون ہوتے ہیں؟ داڑھیاں منڈائے ہوئے مونچھیں بڑھی ہوئی ان کو وٹ دیتے ہوئے ایسا بندہ جب مل جائے تو سمجھ لینا کہ یہ علیؑ کا مُحب ہے اور شیعہ علیؑ ہے۔

میرے دوستو!

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

داڑھیاں منڈانے والے ہر مسلک اور ہر مذہب میں مل جاتے ہیں۔

اور یہ بھی مانتا ہوں کہ ہمارے بھائیوں کے علمائے کرام ذرا داڑھیاں لمبی رکھتے ہیں، لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہمارے مذہب میں داڑھی منڈانا جائز ہے؟ ہمارے مذہب میں مونچھیں بڑھا کے، ان کو وٹ دینا جائز ہے؟

مذھب آلِ محمدؐ میں داڑھی رکھوانا واجب ھے

ہم پر اعتراض کرنے والوں کے مذہب میں داڑھی رکھوانا سنت ہے۔

اور مذہب آلِ محمدؐ میں داڑھی رکھوانا واجب ہے۔

ہمارے مذہب میں داڑھی کی چار سٹیجیں ہیں۔ داڑھی واجب بھی ہے، داڑھی مستحب بھی ہے، داڑھی مکروہ بھی ہے، داڑھی حرام بھی ہے۔

آپ حیران ہوں گے، ایک ہی شے کبھی واجب، کبھی سنت، کبھی مکروہ، اور کبھی حرام۔ آپ پوچھیں گے کہ کیسے تمام چیزیں اکٹھی ہوگئیں؟ تو میں عرض کروں گا کہ:

① مرد کے لیے جو بالغ ہے اور عاقل بھی، اتنی چھوٹی داڑھی رکھوائی کہ آمنے سامنے کھڑا ہوا، یا بیٹھا ہوا آدمی دیکھ کے یہ کہہ سکے کہ اس کے منہ پر داڑھی ہے۔ اتنی مقدار واجب ہے۔

② اگر اُسترے سے چٹ کرا دی جائے، یا چار زیرو، جو اُسترے کی بڑی بہن ہے، پھروالی جائے تو یہ فعل حرام ہے۔

③ اگر قبضہ بھر گول رکھوائی جائے تو یہ سنت ہے۔

④ اس سے آگے بڑھ کر یہ آوارہ ہو جائے، تو پھر کراہت کی حدوں میں داخل ہو جاتی ہے۔ (صلوات)

جہاں تک مونچھوں کا تعلق ہے، ائمہ طاہرینؑ کے ارشادات سے ہماری کتابیں چھلک رہی ہیں۔ جو مونچھوں کو بڑھائے، اور وٹ دے، داڑھی منڈوائے لَیْسَ مِنَّا.......... داڑھی منڈوانا، مونچھیں بڑھا کے وٹ دینے والا ہم آلِ محمدؑ کا حقیقی شیعہ کہلوانے کا روادار نہیں ہے۔

ملّی مچھلی کا شرعی حکم

آپ حیران ہوں گے، ایک بات عرض کروں، معذرت کے ساتھ، مذہب شیعہ کا اتفاق ہے کہ ملّی مچھی حرام ہے۔ ہے یا نہیں؟ بولو! ہم صرف چھلکا دار مچھلی کو حلال جانتے ہیں۔ اور ہمارے مذہب کا اتفاق ہے کہ ملّی مچھی جس پر چھلکا نہیں ہوتا، وہ حرام ہے۔ کیوں حرام ہے؟ اس کا فلسفہ ہماری اُصول کافی میں موجود ہے کہ مولائے متقیانؑ اپنے ظاہری دَورِ خلافت میں چابک ہاتھ میں تھا، شرطۃ الخمیس کے آدمی خاص مخصوص ساتھ تھے، کوفے کے بازار سے گزر رہے تھے، دیکھا کہ ایک آدمی ملّی مچھلی فروخت کر رہا ہے، آپ نے چابک کو حرکت دی، فرمایا: اُٹھ جا یہاں سے، مسوخ بنی اِسرائیل کے بیچنے والے۔ بنی اِسرائیل کے مسخ شدہ مخلوق بیچنے والے۔

سامعین کے پلے کچھ نہ پڑا کہ مولا کیا فرما رہے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا: مولا! مسوخِ بنی اِسرائیل کا مطلب کیا ہے؟

فرمایا: یہ ملّی مچھلی جو تم دیکھ رہے ہو، یہ بھی کبھی تمھاری طرح انسان ہوتی

تھی ۔ جس نے کچھ ایسے جرم کیے کہ خالق نے اس کو مسخ کر کے تیغی مچھلی بنا دیا ۔لوگوں نے پوچھا: مولا! اس کا کیا جرم تھا؟

مولا نے فرمایا: یہ قوم داڑھیاں منڈاتی ، مونچھیں بڑھاتی ، اور ان کو وٹ دے کر متکبرانہ انداز میں چلتی تھی ۔خالق نے اس کو مسخ کر کے تیغی مچھلی بنا دیا ۔لہٰذا جس مذہب میں یہ کام اِتنا مذموم ہو، اگر اس مذہب کا کوئی بندہ داڑھی منڈاتا یا مونچھیں بڑھاتا ہے، ان کو تاؤ دے کر اس سے مذہب شیعہ کو بدنام کرتا ہے، اس سے بڑھ کر کائنات میں کوئی ظلم نہیں ہوتا ۔اس سے بڑھ کر دنیا میں بے اِنصافی نہیں ہو سکتی ۔لہٰذا ہمارے مذہب میں امام المتقین کا نام لیوا ، شیعہ قوم حیدرِ کرارؑ کے نقشِ قدم پر چلنے والی ہے ۔ جو علی ولی کو امیر المومنین بھی مانتی ہے، اور امام المتقین بھی مانتی ہے، کہ علیؑ امیر ہیں صرف اہلِ ایمان کے ۔ بے ایمانوں سے علیؑ کا کوئی تعلق نہیں ۔علیؑ امام ہیں، خدا کے بنائے ہوئے امام ہیں، پیغمبرؐ کے بتائے ہوئے امام ہیں، کوئی مانے تو بھی علیؑ امام ہیں، ساری دُنیا اِنکار کر دے تو بھی علی ولیؑ امام ہیں ۔ پر وہ متقیوں کے امام ہیں ۔ فاسقوں فاجروں کے اِمام نہیں ۔

متقین کون ھیں

متقین کا آدنیٰ درجہ یہ ہے کہ جو واجب کاموں کو ادا کرنے کی کوشش کرے، جو حرام کاموں سے دامن کو بچانے کی کوشش کرے، اسے متقی کہتے ہیں ۔ جب غلطی ہو جائے، پھر اصرار نہ کرے، غلطی پر تکرار نہ کرے، پچھلے گناہ توبہ کر کے معاف کرائے، ہمت کی کمر باندھ کر آگے قدم بڑھائے، اسے کہتے ہیں متقی ۔ جب متقیوں کی جماعت تیار ہو جائے، ان کو کہتے ہیں متقین اور متقین کے باپ کو کہتے ہیں امام المتقین ۔ (نعرہ)

الحمد للہ! جو شیعیانِ حیدرِ کرارؑ ہیں، وہ کوشش کرتے ہیں کہ واجب

کاموں کو ادا کیا جائے، اور حرام کاموں سے دامن کو بچایا جائے۔ اور اس دور میں ایسا کون ہے جو نہیں جانتا کہ واجباتِ شریعت کیا ہیں، کون نہیں جانتا کہ محرماتِ دینیہ کیا ہیں۔ بچے بھی جانتے ہیں، بڑے بھی جانتے ہیں۔ مرد بھی جانتے ہیں، عورتیں بھی جانتی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جانتے تو سب ہیں، لیکن جب عمل کا وقت آئے، پھر عمل تھوڑے کرتے ہیں، بقول مرزا غالب:

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت اِدھر نہیں آتی

(صلوات)

☆ اس دور میں کوئی ایسا ہے جو نہیں جانتا کہ پنجگانہ نماز واجب ہے......
☆ کوئی ہے جو نہیں جانتا کہ ماہِ رمضان کا روزہ واجب ہے،
☆ کوئی ہے جو نہیں جانتا کہ زکوٰۃ و خمس اپنی شرطوں کے ساتھ واجب ہے۔
☆ کوئی ہے جو نہیں جانتا کہ اگر بندہ استطاعت رکھتا ہو تو حج بیت اللہ ایک بار واجب ہے۔
☆ کون نہیں جانتا کہ جہاد اگر نبی اور امام بلائیں تو جہاد دفاعی واجب ہے،
☆ کون نہیں جانتا کہ سچ بولنا واجب ہے،
☆ کون نہیں جانتا کہ پورا تولنا واجب ہے،
☆ کون نہیں جانتا کہ امانت کا ادا کرنا واجب ہے،
☆ کون نہیں جانتا کہ وعدہ کی وفا واجب ہے،
☆ کون نہیں جانتا کہ نماز نہ پڑھنا حرام ہے،
☆ روزہ نہ رکھنا حرام ہے،
☆ کون نہیں جانتا کہ وعدہ کر کے مکر جانا حرام ہے،
☆ کون نہیں جانتا کہ امانت میں خیانت کرنا حرام ہے،

☆ کون نہیں جانتا کہ کھرے میں کھوٹا ملانا حرام ہے،
☆ کون نہیں جانتا کہ امانت کو خورد برد کرنا حرام ہے،
☆ کون نہیں جانتا کہ فراڈ بازی حرام ہے،
☆ کون نہیں جانتا کہ جھوٹ بولنا حرام ہے،
☆ کون عورت نہیں جانتی کہ پردہ واجب ہے، اور بے پردگی حرام ہے،
☆ کون مرد نہیں جانتا کہ چھوٹی چھوٹی داڑھی رکھنا واجب ہے، داڑھی منڈوانا فعل حرام ہے۔

جانتے سب ہیں۔ دعا یہ ہے کہ خداوند عالم ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

(صلوات)

قوم عمل کرے گی، بشرطیکہ صحیح طور پر مذہب کی تعلیمات قوم تک پہنچائے جائیں۔ نہ ولایت اہلِ بیت کا مفہوم غلط لیا جائے، نہ شفاعت کا مفہوم غلط لیا جائے۔ کل میں ان شاء اللہ اس کی تھوڑی سی وضاحت کروں گا کہ ہم نے نہ ولایت کا صحیح مفہوم سمجھا ہے، نہ شفاعت کا ہم نے مفہوم صحیح سمجھا ہے۔ انہی دو چیزوں کے غلط سمجھنے پر ہم نے بدعملی پھیلا رکھی ہے۔ اس میں کیا ہے، اُس میں کیا ہے کہ شاہ جانے تے راہ جانے۔

یقیناً ہمارے امام بڑے لج پال ہیں، پر ہمارا بھی فرض ہے کہ کچھ دامن کو بچائیں، اور کچھ جد و جہد فرمائیں۔ تاکہ جب ہم کہیں کہ یا علیؑ ہم تو تیرے ہیں، تو والیِ نجف بھی فرما سکیں کہ میں مانتا ہوں کہ تم میرے ہو۔

☆

مصائبؑ

میرے دوستو میرے عزیزو! آج آٹھویں محرم ہے کہ اتفاقاً میں نے آتے ہوئے عزیز محترم الحاج سید جعفر رضا سے پوچھا: آج حضرت ابوالفضل العباس کی شہادت پڑھوں یا شہزادہ علی اکبرؑ کی۔ انھوں نے کہا جو آپ کا دل چاہے۔ کیونکہ میرے اور باقی علماء میں اتفاق ہے کہ آلِ محمدؐ کے شہیدوں میں سے پہلے شہید حضرت علی اکبرؑ ہیں۔ امام عالی مقامؑ کے سب سے زیادہ لاڈلے، پیارے بچے، ہم شکل پیغمبر ہیں۔ اس لیے آپ نے موت کے مُنھ میں پہلے بھیجا تھا۔ تاکہ کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ پرائے مرواتے رہے، اور اپنوں کو بچاتے رہے۔ کیونکہ پہلے شہید ہیں۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آج ذرا اس کی شہادت کا اِجمالی تذکرہ ہوجائے۔

میرے دوستو! ہر بندے کو اپنی اولاد پیاری ہوتی ہے۔ نالائق ہو تو بھی پیاری ہوتی ہے۔ چاہے وہ اولاد جیسی ہو۔ چہ جائے کہ ایسی اولاد جو شکل میں شباہت میں، عادات میں، خصائل میں، وسائل میں، پیغمبر اسلامؐ کی سب سے زیادہ مشابہ نظر آئے۔ امامؑ نے بڑے بڑے شہیدوں کو رخصت کیا، میدان میں گئے، جامِ شہادت پیا، لیکن جو کیفیت شہزادہ اکبر کو میدان کی طرف بھیجتے ہوئے امام پر طاری ہوئی، وہ کسی اور موقع پر نہیں ہوئی۔ امام سے جب شہزادے نے اذنِ جہاد طلب کیا تو امام عالی مقام نے سر سے لے کر پاؤں تک اپنے بیٹے کے قد و قامت پر نظر ڈالی، ان کی شکل و صورت پر ایک گہری نظر ڈالنے کے بعد فرمایا: بیٹا اپنے قدموں سے چل کر موت کی طرف جانا چاہتے ہو؟ عرض کیا: ہاں بابا! آپ کی مظلومیت نہیں دیکھی جاتی۔ امام نے خود تلوار پہلو سے لٹکائی، گھوڑے پر سوار کیا، سر پر عمامہ باندھا، اور اس کے بعد جب شہزادہ روانہ ہونے لگا، امام نے دستِ دعا بلند کیے۔

اللّٰھم اشھد علی ھٰؤلاءِ القوم   الخ

اے میرے پروردگار! گواہ رہنا ۔ لقد برز الیھم غلام...... ایک ایسا نوجوان اب جارہا ہے، جو ساری دنیا سے بڑھ کر خلقت میں، شکل میں، صورت میں، گفتار میں، رفتار میں، میرے نبی سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ اے اِلٰہ العالمین! جب ہم تیرے نبیؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو علی اکبرؑ کے چہرے پر نظر ڈالتے تھے۔ ہمیں پیغمبرؐ کی تصویر نظر آجاتی تھی۔

الغرض شہزادے کو رخصت کیا، اور یہ بھی فرمایا: اے ابن سعد! اللہ تیری نسل کو قطع کرے جس طرح تو میری اولاد کو ذبح کر رہا ہے۔ شہزادہ میدان میں گیا، مبارز طلب کیا۔ لیکن جب لوگوں نے دیکھا علیؑ کی شجاعت کا وارث خلیؑ میدان میں آ گیا ہے، ان کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہیں کی۔ کوئی آدمی میدان میں سامنے نہ آیا تو شجاعت علوی کے وارث نے تلوار نیام سے باہر نکالی۔ ایک شیرانہ طریقے پر حملہ کیا، حتی کہ حملوں پر حملے کیے، ایک سو بیس ناریوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد جب شہزادے کے بدن پر بڑے زخم لگ چکے تو زخموں سے خون برابر جاری تھا۔ کمزوری بڑھ گئی، پیاس کا غلبہ ہوا، گھوڑے کی باگیں موڑیں، اور اپنے عظیم باپ حسینؑ بن علیؑ کی خدمت میں گئے۔ کہا: یاابتاہ...... بابا پیاس نے مجھے مار ڈالا۔ اب لوہے کے ہتھیار مجھ سے نہیں اٹھائے جاتے۔ اے کاش کہ کوئی پانی کا ایک گھونٹ مل جاتا۔ امام نے فرمایا: بیٹا! بتا پانی تو بند ہے، کہاں سے پانی لاؤں؟ یہ امتحان کا وقت تھا۔ شان دکھانے کا وقت نہیں تھا۔ امامؑ نے فرمایا: بیٹا! ذرا منہ کھول۔ امام نے اپنی زبان شہزادے کے منہ میں رکھی۔ فرمایا: یا ابتاہ ...... لسانك ایبس من لسان...... بابا! آپ کی زبان میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے۔ فرمایا: بیٹا علی اکبر! پیغمبر اسلامؐ اور حیدرِ کرارؑ شربت طہور

کے جام لے کر تیرا انتظار کر رہے ہیں۔ شہزادہ دوبارہ میدانِ کارزار کی طرف بڑھا۔ اس نقاہت اور کمزوری کے باوجود اتنی ناریوں کو پھر واصل جہنم کیا۔ جب ناریوں کی تعداد دو سو مکمل ہو گئی، شہزادہ پھر بھی نقاہت و کمزوری کے باوجود، پیاس کے باوجود حملوں پر حملے کر رہے تھے۔ ایک ملعون نے موقع ملنے پر ایک ایسا تلوار کا وار کیا شہزادے کے سر پر کہ سرِ اقدس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

اب شہزادہ لڑنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ شہزادے نے اپنی باہیں گھوڑے کے گلے میں حمائل کر دیں، تلوار زمین پر گر گئی۔ اتفاقاً گھوڑا ان کو دشمنوں کی صفوں کی طرف لے کر چلا۔ دشمنوں نے دیکھا کہ شہزادہ لڑنے کے قابل نہیں رہا، ہر طرف سے حملے کر دیے۔

ایک روایت کے لفظ ہیں: قطعوه بسيوفهم اربًا اربًا .... ظالموں نے جب شہزادہ علی اکبرؑ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے، شہزادے نے آواز دی: السلام عليك يا ابتاه ...... بابا جان! میرا آخری سلام قبول ہو۔ جب امامؑ نے سنا، گھوڑے پر سوار ہوئے، جدھر سے آواز آئی اُدھر گھوڑا دوڑایا، ابھی چند قدم کا فاصلہ باقی تھا کہ شدتِ غم سے نڈھال ہو کر امام عالی مقامؑ نے اپنے آپ کو گھوڑے سے گرا دیا۔

علماء لکھتے ہیں، میں نے بھی تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "سعادت الدارین" میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ اب امامؑ کی حالت یہ ہے کہ کبھی اٹھتے کبھی گرتے، کبھی چند قدم چلتے ہیں، پھر زمین پر گر پڑتے ہیں، اٹھتے گرتے پڑتے جب شہزادہ کڑیل جوان بیٹے کی لاش پر پہنچے تو امام زمین پر لیٹ گئے۔ اپنا رخسارہ جوان ہم شکل پیغمبرؐ بیٹے کے رخسارے پر رکھ دیا۔ اور فرمایا: يا بنى على الدنيا بعدك العفاء .... او علی اکبر بیٹا! تیرے بعد دنیا کی زندگی پر خاک ہے۔ اب جینے کا کوئی مزہ نہیں رہا۔

راوی کہتا ہے کہ امامؑ دیر تک روتے رہے، لیکن ان کے رونے کی آواز دشمنوں نے بھی نہیں سنی۔ لیکن شہزادے کی میت پر جب امامؑ پہنچے تو اتنا بلند آواز سے روئے کہ دشمنوں کے کانوں میں بھی آواز پہنچی کہ حسینؑ کڑیل جوان بیٹے کی میت پر رو رہے ہیں۔

پھر دوسرا جملہ فرمایا: او میرے لائق بیٹے علی اکبرؑ! اور میرے ہم شکل پیغمبرؐ بیٹے! تم اکیلے چلے گئے ہو، میرا انتظار بھی نہیں کیا۔ مجھے دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ کے چلے گئے ہو۔ تو میرا انتظار کرتا، میں بھی آپ کے ساتھ چلتا۔

اس کے بعد میرے عزیز دوستو! کڑیل بھائی کی موت نے کمر توڑ دی، جناب علی اکبرؑ کی شہادت نے نورِ بصر ختم کر دیا۔ یاروانصار کی موت نے امامؑ کی ہمتِ بازو ختم کر دی۔ اور میں کیا عرض کروں۔ تین دن کی بھوک الگ، پیاس الگ۔ بنی ہاشم کے جوان اپنے بھائی کی لاش خیام کی طرف لے گئے۔

امام عالی مقام جب خیمے میں پہنچے تو آنکھیں نہیں تھیں، ساون کا بادل نظر آتا ہے، امام کبھی دائیں دیکھتے، کبھی بائیں دیکھتے، آنسو بہاتے، بیبیاں حلقہ باندھ کے آگئیں، سب کے آگے آگے سکینہ بنت الحسینؑ تھیں۔

عرض کرتیں: یاابتاہ! بابا! جلدی بتاؤ میرے بھائی کو خیریت ہے، اِدھر اُدھر کیوں دیکھتے ہو۔ آپ آنسو کیوں بہا رہے ہو۔ اتنے پریشان کیوں ہو۔ میرے بھائی علی اکبر کو خیریت ہے۔ یہ سننا تھا کہ امام کا گریہ اور بڑھا، اور روتے روتے فرمایا: قطعوه...... اے بیٹی! ....

تیرے بھائی کو ظالموں نے، کمینوں نے شہید کر دیا۔ اس کے بعد خیامِ حسینی میں وہ گریہ و بکاء کی آوازیں بلند ہوئیں، کہرام ماتم بلند ہوا۔ معلوم ہوتا کہ قیامت کا زلزلہ آگیا۔ اور زمین کربلا اس کی زد میں آ کر تہ و بالا ہو رہی ہے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

دوسری مجلس

مذہبِ شیعہ

سرکار ضیاء المتقین سلطان المحققین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علی رؤس المومنین

مذہبِ شیعہ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علیٰ اشرف الانبیاء و المرسلینؐ و اہل بیتہ الطیبین المطہرین المعصومینؑ اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ المجید و الفرقان الحمید اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (سورۃ الرعد:۱۱) (صلوات)

خداوندعالم کے اس فرمانِ واجب الاحترام کا مطلب اور ترجمہ یہ ہے: خالق فرماتا ہے کہ میں خالق کائنات اس وقت تک کسی قوم کی اور کسی ملت کی حالت کو تبدیل نہیں کرتا، جب تک کوئی قوم اپنی حالت کو خود تبدیل نہ کردے۔ اس کا منظوم ترجمہ یہ ہے:

خُدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

عزیزانِ محترم، اور دوستانِ آلِ محمدؐ، محبانِ خاندانِ رسالت! دُنیا میں دو قسم کی موتیں ہیں۔ اور دو قسم کی زندگیاں۔ ایک ہوتی ہے افراد کی موت و حیات، ایک ہوتی ہے قوموں کی موت و حیات۔ ایک ہوتا ہے افراد کا بچپن، افراد کی جوانی، افراد کا بڑھاپا، افراد کی فنا، ایک ہوتا ہے قوموں کا بچپن، قوموں کی جوانی، اور قوموں کا بڑھاپا، قوموں کی فنا۔ جہاں تک افراد کا تعلق ہے، جس میں مَیں اور آپ شامل ہیں۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ جب بچہ ماں کے شکم

سے پیدا ہوتا ہے تو پہلے کمزور ہوتا ہے، ناتوان ہوتا ہے، بچہ ہوتا ہے، پھر ترقی کرتے کرتے، بڑھتے بڑھتے عالم شباب کی منزل میں قدم رکھتا ہے، جوانی کے بعد پھر بڑھاپے کی منزل آتی ہے۔ پھر بڑھاپے کے بعد موت۔ تو بچے کس طرح بڑھ کے جوان ہوتے ہیں، جوان کس طرح رفتہ رفتہ بڑھاپے کی طرف جاتے ہیں۔ اور پھر کس طرح موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔

یہ وہ باتیں ہیں جو ہر بندہ جانتا ہے، ان کی وضاحت میں مجھے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ قوموں کا بچپن کیا ہوتا ہے، قوموں کی جوانی کیا ہوتی ہے، قوموں کا بڑھاپا کیا ہوتا ہے۔ قوموں کی فنا کیا ہوتی ہے۔ یہ تو آپ سب جانتے ہیں کہ دنیا میں ہزاروں نہیں، لاکھوں قومیں آئیں، اور چند دن تک کوس لمن الملك اليوم کا راگ الاپ کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ جن کے بعد نہ ان کا نام ونشان رہا، اور یہ مسئلہ، یہ موضوع ہر دور کے محققین مفکرین کی توجہ کا مرکز رہا۔ کہ قوموں کے بننے کا راز کیا ہے۔ اور قوموں کے بگڑنے کا راز کیا ہے۔ قوموں کے عروج کا راز کیا ہے۔ اور قوموں کے زوال کا راز کیا ہے؟۔ (نعرہ)

اس موضوع پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں۔ خطیبوں نے بڑے بڑے خطبے دیئے۔ محققین نے بڑی بڑی تحقیقات فرمائیں۔ ان ساری تفصیلات کو بیان نہیں کرسکتا۔ میں مجمل اور مختصر عرض کروں گا کہ جس چیز پر تمام مفکرین عالم کی رائے متفق ہوئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ:

قوموں کی ترقی کے راز اور زوال کے اسباب

قوموں کے عروج قوموں کے شباب، اور قوموں کے بننے کا راز تین چیزوں میں ہے۔ اور قوموں کے زوال، اور قوموں کی تباہی کا راز بھی تین چیزوں میں ہے۔ دُنیا کی کوئی قوم، دنیا کی کوئی ملت، دنیا کا کوئی قبیلہ اس وقت تک ترقی

نہیں کر سکتا، جب تک اس میں تین صفتیں نہ پائی جائیں۔

① سب سے پہلی صفت ہے: اتحاد، اتفاق۔

② دوسری صفت ہے: علم۔

③ اور تیسری صفت ہے: عمل اور کوشش، اور جد و جہد۔

جس قوم کی صفوں میں اتحاد پیدا ہو جائے، جس قوم کے اندر علم آجائے، جو قوم زیورِ عمل سے آراستہ و پیراستہ ہو جائے، اگر دنیا کی ساری قوتیں، دنیا کی ساری طاقتیں، اس قوم کو مٹانا چاہیں، تو خود مٹ جائیں گی، لیکن اس قوم کا کوئی بال بھی ٹیڑھا نہیں کر سکے گی، جو ان تین صفتوں کی حامل نظر آئے گی۔

اور جس قوم میں اتحاد کی جگہ انتشار پیدا ہو جائے، اور جس قوم میں علم کی جگہ جہالت آجائے، اور جس قوم کے اندر عمل و جد و جہد کی جگہ بدعملی آجائے، عیاشی آجائے، بدمعاشی آجائے، جس کی قوتِ عمل مردہ ہو جائے اس کو اور کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ وہ قوم خود بخود تباہ و برباد ہو جائے گی۔

ڈاکٹر اقبال نے لمبے لمبے تجزیات اور تجربات اور تحقیقات کے لب لباب کو ایک شعر میں بیان کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں:

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رُباب آخر

جس قوم میں اتحاد پیدا ہو جائے، جس قوم میں قوتِ عمل پیدا ہو جائے، اور جو قوم زیورِ علم سے آراستہ پیراستہ ہو جائے، اس کو دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی۔ اور جس قوم کے اندر اتحاد کی جگہ انتشار آجائے، علم کی جگہ جہالت آجائے، اور عمل کی جگہ بدعملی آجائے، دنیا کی کوئی طاقت ایسی قوم کو تباہی و بربادی کے گڑھے میں گرنے سے بچا نہیں سکتی۔

اتحادِ اُمت کی اہمیت و ضرورت

تو میرے دوستو! میرے عزیزو! میرے بزرگو! آؤ مختصر وقت میں امتِ مُسلمہ کا ایک جائزہ لیں، کہ آج مُسلمان کے اندر آیا وہ اچھی صفتیں پائی جاتی ہیں، جو کسی ترقی پذیر قوم کے لیے ضروری ہیں، یا آج ہمارے اندر وہ بری صفتیں پائی جاتی ہیں جو کسی قوم کی بربادی کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔

میں دکھ اور درد کے ساتھ عرض کروں گا، جہاں تک اتحاد کا تعلق ہے، اس کی حالت امتِ مُسلمہ میں یہ ہے کہ ایک اسلام کے تہتر اسلام بن گئے۔ ایک قرآن کی تہتر تفسیریں لکھی جا چکی ہیں، اور ایک اسلام کی تہتر تعبیریں کی جا رہی ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ مُسلمان کافروں کو مُسلمان بناتے، بے ایمانوں کو صاحبِ ایمان بناتے، بجائے اس کے کہ وہ مشرکوں کو موحد بناتے، آج مُسلمان اور ان کے فضلاء کا سوائے مُسلمانوں کو کافر بنانے کے کوئی کام ہی نہیں۔ ہر جگہ کفر کی مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ اور کفر کی گولہ باری ہو رہی ہے۔ اور مقابلہ اس بات میں نہیں کہ کون کتنے کافروں کو مُسلمان بناتا ہے، مقابلہ اس بات میں ہے کہ کون کتنے مُسلمانوں کو کافر بناتا ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
کس درجہ ہوئے فقیہانِ حرم بے توفیق

حالانکہ ع
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

عقل و شکل میں اختلاف

یہ بات سب جانتے ہیں کہ خالق کی قدرت نے ہر آدمی کی شکل بھی الگ الگ بنائی ہے، اور خالق کائنات نے ہر بندے کی عقل بھی الگ الگ بنائی ہے۔ تو لہٰذا جب تک شکلوں کا اختلاف، جب تک عقلوں کا اختلاف، دُنیا

کی کوئی طاقت سب کو ایک سوچ پر مجبور نہیں کر سکتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر شعبے کے ماہرین، چاہے وکالت کا شعبہ ہو، انجینئرنگ کا شعبہ ہو، ڈاکٹری کا شعبہ ہو، آپ دیکھیں کہ دُنیا کے ہر شعبے کے ماہرین میں اِختلاف ہوتا ہے، وکیل کو وکیل سے اِختلاف ہوگا، جج کو جج سے اِختلاف ہوگا، انجینئر کو انجینئر سے اِختلاف ہوگا، ڈاکٹر کو ڈاکٹر سے اِختلاف ہوگا۔ ایک ڈاکٹر کہے گا کہ اس کو فلانی بیماری ہے، اس کو فلانی دوا دے دو۔ دوسرا کہے گا کہ اگر یہ دوائی دو گے تو پہلے جو سانس آرہے ہیں وہ بھی ختم ہوجائیں گے۔ جلدی مرجائے گا۔ اگر زندہ بچانا ہے تو اس کی جگہ یہ دوائی پلواؤ۔ ایک ڈاکٹر کچھ کہتا ہے، دوسرا کچھ کہتا ہے۔ ایک وکیل کہتا ہے کہ اگر مقدمہ لڑکے کامیاب ہونا ہے تو اس طریقے سے مقدمہ لڑو۔ دوسرا کہتا ہے کہ اگر ہارنا ہے تو اُس طرح لڑو۔ اگر جیتنا ہے تو اِس طریقے سے مقدمہ لڑو۔ ایک عدالت ملزم کو سزائے موت دیتی ہے، اگر وہ اپیل کرتا ہے تو اُوپر والی عدالت اس کو عزت کے ساتھ رہا کر دیتی ہے۔ حالانکہ دونوں ججوں کے سامنے قانون بھی ایک، اور آئین بھی ایک ہے۔ (نعرہ)

لیکن نہ آج تک میں نے سنا، نہ آج تک میں نے دیکھا، مجھے یقین ہے کہ میری طرح آپ نے بھی آج تک نہ سنا، نہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کوئی ڈاکٹر ڈاکٹر سے لڑتا ہوا نظر آئے، اور نہ دیکھا اور نہ سنا ہوگا کہ کوئی جج جج کے خلاف ہنگامہ آرائی کرتا ہوا نظر آئے۔ نہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک وکیل دوسرے وکیل سے لڑتا ہوا نظر آئے۔ ہر آدمی یہی کہے گا کہ میری رائے یہ ہے، اُس کی رائے یہ ہے، میرا خیال یہ ہے، اُس کا خیال وہ ہے۔ میری تحقیق یہ ہے اُس کی تحقیق وہ ہے۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ

بانی اسلام نے تمام کفار کے مقابلے میں جو پیغمبرؐ کے ساتھ لڑنا چاہتے تھے، مباحثہ کرنا چاہتے تھے، آیا ایک خدا برحق ہے، یا تین سو ساٹھ خدا برحق ہیں؟ حسینؑ کے نانا نے وہ تاریخی جملہ کہا، جس کو خالق نے قرآن کا جز بنا دیا، دین کے نام پر لڑنے مرنے کی کوئی گنجائش نہیں ۔لکم دینکم ولی دین ۔کہ تمہارا دین یعنی کفر، تمہارے لیے، اور میرا دین یعنی اسلام میرے لیے ۔ میں دین کے نام پر تمھیں کچھ نہیں کہتا ۔تم اپنے دین کے نام پر مجھے کچھ نہ کہو ۔ (نعرہ)

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

اور اسلام نے یہ بھی اعلان کیا، اور اسلام کا طرۂ امتیاز بھی ہے، لا اکراہ فی الدین ۔کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے، دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے ۔ خالق اکبر نے پیغمبر اسلام کو خطاب کر کے فرمایا:

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾(سورۃ یونس:۹۹)

میرے حبیبؐ! تم لوگوں کو جبر کر کے مومن بنانا چاہتے ہو ۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا (سورۃ یونس:۹۹)

اگر زبردستی مومن بنانا مقصود ہوتا، تو خالق فرماتا ہے کہ مجھ سے زیادہ زبردست کون تھا؟ ساری دنیا مومن بن جاتی، ساری کائنات کو میں مومن بنا دیتا ۔اور تمھیں میری بھری ہوئی کائنات میں کوئی ایک بھی بے ایمان نظر نہ آتا ۔تو میرے حبیبؐ! جب میں جبر کر کے لوگوں کو مسلمان اور مومن نہیں بناتا تو تم جبر کیوں کرتے ہو؟

اِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ (نحل:۸۲)

میرے حبیبؐ! تیرا کام پہنچانا ہے، منوانا تیرا کام نہیں ہے ۔تم اپنا کام

کرو، لوگ اپنا کام کرتے رہیں گے۔

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا (الدھر:۳)

میرا کام تھا راستہ دکھانا، میرا کام تھا نبیوں اور اماموں کو بھیج کر سامنے چراغِ ہدایت جلانا، اب جس کا جی چاہے وہ ہدایت پاجائے، اور ایمان لائے، اور جس کا جی چاہے وہ کفر اختیار کر کے کافر بن جائے۔ جس کا جی چاہے وہ نیک عمل کر کے جنّت کا حق دار بن جائے، اور جس کا جی چاہے وہ کفر اختیار کر کے اور بدعملی کر کے جہنّم کا سزاوار بن جائے۔ نہ تیرا کام ہے جبر کرنا، نہ میرا کام ہے جبر کرنا۔ (نعرہ)

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ

میرے دوستو! پوری کائنات میں آپ کو ایک قوم ملے گی، وہ قوم ہے مولوی صاحبان کی۔ ایک آپ کو گروہ ملے گا جس کو آپ علمائے کرام کہتے ہیں، جس کو نبیوں کا وارث کہتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، پیغمبرؐ کی شہزادیؑ نے جب اپنے بابا کی وراثت کا مسئلہ پیش کیا تھا، تو کہا تھا کہ تیرے بابا نے کہا ہے کہ نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جب بی بی دعویٰ کرتی تو کہتے ہیں نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جب خود منبروں پر آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم خود نبیوں کی وراثت کے مالک ہیں۔ (نعرہ)

پتا نہیں وہ خود نہیں سمجھتے، یا لوگوں کو بدھو بنانا چاہتے ہیں؟ جب کہتے ہیں کہ نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، تو پھر آپ کہاں سے وارث بن گئے۔ لیکن مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں، میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر کبھی نہیں لڑیں گے، وکیل کبھی نہیں لڑیں گے، جج بھی نہیں لڑیں گے، انجینئر کبھی نہیں لڑیں گے۔ اگر لڑیں گے تو علمائے کرام لڑیں گے۔ اور پھر دنیا کو تماشا دکھائیں گے۔ میں اور کچھ نہیں کہوں گا، اور کچھ لوگ جن کو مناظرہ بازی کا شوق ہوتا ہے، میں

ہمیشہ یہی کہا کرتا ہوں کہ اُن کو کہو: ریچھ کتوں کا بھیڑ دیکھ لیں، یا بٹیروں کا بھیڑ دیکھ لیں، یا مُرغوں کی لڑائی دیکھ کر اپنے دِل کی تسکین کر لیں۔ مُرغے لڑائیں، یا بٹیرے لڑائیں، یا ریچھ کتے لڑائیں، کم از کم مولویوں کو لڑا کے تماشا دیکھنے کی جسارت اور کوشش نہ کریں، نہ مولوی صاحبان اپنے آپ کو اس حد تک گرائیں۔

اِسلام برداشت اور تحمل کا نام ہے

میں عرض کروں گا کہ آج تہتّر فرقے بن چکے، پھر ہر فرقہ دوسرے کو کافر کہہ رہا ہے، جس کے ساتھ اس کی رائے نہیں ملتی، دوسرا اس کو مُسلمان ماننے، اور اسلام کا رُکن ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ بلکہ آج وہ دور آ گیا ہے کہ برداشت و تحمل اتنا ختم ہو گیا کہ کسی سے اِختلاف ہوا نہیں، اور گولی چلی نہیں۔ حالانکہ اسلام رواداری کا نام ہے۔ اسلام برداشت کا نام ہے۔ اسلام تحمل کا نام ہے۔ خاص طور پر مذہبِ شیعہ کا طرۂ امتیاز یہ رہا ہے کہ ہر قوم میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے، لیکن مذہبِ شیعہ میں اِجتہاد کا دروازہ امامِ زمانہ کے آنے تک کھلا ہوا ہے۔ (نعرہ)

مذہب شیعہ کی کامیابی کا راز

آج مفکرینِ عالم، محققینِ کائنات اس حقیقت پر متفق ہیں کہ مذہبِ شیعہ اس لیے کامیاب جا رہا ہے، اور دنیا کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی اس لیے قوت ہے کہ ہر مذہب میں اِجتہاد کا دروازہ بند ہے، اور مذہب آلِ محمدؐ میں اِجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ (نعرہ)

مختلف علماء کا اجتہاد اور برداشت و تحمل

میں پڑھے لکھے لوگوں کو دعوت دوں گا، ذرا اپنے مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کرو، امامِ زمانہ کی غیبتِ کبریٰ سے شروع کرو، اور پندرھویں صدی کے پندرھویں سال تک چلے آؤ۔ شیخ صدوقؒ استاد ہیں اور شیخ مُفیدؒ اُن کے

شاگرد ہیں، استاد کے فتوے اور ہیں، شاگرد کا اجتہاد اور ہے۔ شیخ مفیدؒ استاد ہیں، سیّد مرتضیٰ، اور سیّد رضی اُن کے شاگرد ہیں، استاد کی تحقیق اور ہے، شاگرد کی تحقیق اور ہے۔ سیّد مرتضیٰ استاد ہیں، اور شیخ طوسیؒ جن کی کتب اربعہ میں دو کتابیں اُن کی ہیں۔ شاگرد ہیں استاد کی رائے اور ہے، شاگرد کی رائے اور ہے۔

آگے چلو! ساتویں صدی میں آجائیں، علامہ حلی بزرگ ہیں، اور والد ہیں، ان کا بیٹا شیخ محمد فخر صدرالمحققین، اُن کا بیٹا ہے، باپ کا فتویٰ اور ہے، بیٹے کا فتویٰ اور ہے۔ باپ کی رائے اور ہے، بیٹے کی رائے اور ہے۔

قصہ مختصر کروں، ماضی بعید کی بات ہے، مذہبِ شیعہ کے مرجع اعظم سیّد محسن الحکیم آپ کے صرف مجتہد ہوں گے، میرے عظیم القدر استاد بھی تھے۔ باپ کا فتویٰ اور، اور ان کے بیٹے سیّد یوسف الحکیم کا فتویٰ اور۔ لیکن آج تک علماء کے درمیان یہ نہیں دیکھا گیا، اور نہیں سنا گیا کہ جو حقیقی علماء ہیں، ان کے ماتھے پر شکن بھی آجائے، میرا فتویٰ یہ تھا، میرے مقابلے میں شاگرد نے میرے فتویٰ کے خلاف فتویٰ کیوں دیا۔ میرا فتویٰ یہ تھا، میرے بیٹے نے میرے خلاف کیوں رائے دی۔ بلکہ وہ خوش ہوتے تھے۔ الحمد للہ! اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ہر مجتہد کو اپنے اجتہاد کے نتائج اعلان کرنے کا حق حاصل ہے۔ دلائل کے ساتھ فرامین کے ساتھ۔ ہاں میں اتنا عرض کروں گا، ہمارے مذہب کے اجتہاد میں اور ہمارے بھائیوں کے اجتہاد میں جو بنیادی فرق ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے بھائیوں کے پاس کئی چیزیں اتھارٹی ہیں، کئی چیزیں سند ہیں، کئی چیزیں حجت ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے ہے قرآن، اگر قرآن میں نہ ملے تو پھر ہے نبی کا فرمان، اگر نبیؐ کے فرمان میں نہ ملے تو پھر ہے صحابہ کرام کا اجماع، اگر صحابہ کرام کے اجماع میں کوئی شے نہ ملے تو پھر ہے تابعین کا اجماع۔ اگر

تابعین میں نہ ملے تو پھر ہے اپنی رائے وقیاس۔ اور اگر قیاس میں کوئی شے نہ ملے تو پھر ہیں مصالح بر مُسلمہ۔ مگر ہمارے بھائیوں کے پاس کئی طریقے ہیں مذہب آلِ محمدؐ میں اگر سند ہے، اتھارٹی ہے، اگر حجت ہے تو یا اللہ کا قرآن ہے، یا چودہ کا فرمان ہے۔ (نعرہ)

اِنِّی تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ

میرے عزیزو! میرے دوستو! میرے بزرگو! ہمارے مذہب آلِ محمدؐ مذہبِ حق میں اسلام کی حقیقی تعبیر مذہب شیعہ میں اور کوئی شے سند نہیں ہے، کوئی چیز اتھارٹی نہیں ہے، اگر کوئی سند ہے، اور کوئی حجت ہے، کوئی اتھارٹی ہے تو صرف دو چیزیں ہیں۔ یا اللہ کا قرآن ہے، یا چودہ کا فرمان ہے، کیونکہ یہ دنیا جانتی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے، سفر آخرت اختیار کرنے سے پہلے اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں حاضری اور حضوری کے لیے تشریف لے جانے سے پہلے ہمارے پاس یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں قرآن اور اجماع چھوڑ کے جا رہا ہوں، اور نہ یہ فرمایا کہ میں قرآن اور صحابۂ کرام چھوڑ کے جا رہا ہوں، اور نہ یہ فرمایا کہ میں قرآن اور مومنوں کی مائیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اور نہ یہ فرمایا کہ میں قرآن اور قیاس چھوڑ کر جا رہا ہوں، نہ یہ فرمایا کہ قرآن اور اجماع یا رائے چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر فرمایا تو یہ:

اِنِّی تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ

میں دنیا سے جاتے ہوئے تمھاری ہدایت کے لیے، تمھیں راہِ راست پر چلانے کے لیے، تمھیں گمراہیوں سے بچانے کے لیے، تمھیں جاگیر جنت دلوانے کے لیے، تمھیں جہنم کے شعلوں سے بچانے کے لیے اِنِّی تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ۔ میں اللہ کی کتاب چھوڑ کے جا رہا ہوں، اور دوسری اپنی عترت اہلِ بیت چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ (نعرہ)

تو پھر جب یہ بات ہے تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دو۔ ہمیں اتنا تعجب غیروں کی لڑائی سے نہیں ہوتا، غیر اگر آپس میں لڑتے ہیں، شافعی ہوں، مالکی ہوں، یا حنفی ہوں، حنبلی ہوں، تو مجھے کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ اگر تعجب ہوتا ہے تو ان لوگوں سے جن کا خدا ہے تو ایک، جن کا مصطفیٰ ہے تو ایک، جن کا اسلام ہے تو ایک، جن کا قرآن ہے تو ایک، جن کا ایمان ہے تو ایک، کعبہ ہے تو ایک، قبلہ ہے تو ایک، اگر نبی ہے تو ایک، امام ہے تو ایک۔

بارہ اماموں کا قول و فعل اور تعلیم ایک ہی ہے

آپ کہیں گے کہ یہ آپ نے کیا تک بندی کی ہے؟ امام تو بارہ ہیں، امام تو ایک نہیں ہے، میں بھی جانتا ہوں، ہمارے اماموں کی تعداد بارہ ہے، پر یہ تو آپ کو بھی ماننا پڑے گا کہ تعداد میں بارہ ہیں، لیکن سب کا قول بھی ایک ہے، اور فعل بھی ایک ہے۔ (نعرہ)

اِصلاح المجالس و المحافل

میرے عزیزو! میں ۱۹۶۰ء میں نجف اشرف سے آیا ہوں۔ اور ۱۹۶۳ء میں مَیں نے پہلا رسالہ لکھا۔ جس کا نام ہے "اِصلاح المجالس والمحافل"۔ پڑھے لکھے لوگ سب جانتے ہیں، کوئی چھپی ہوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ راز، راز نہیں رہتا۔ عوام تک یہ باتیں پہنچ چکی ہیں، میں نے فریضہ سمجھا تھا، کہ جس بہترین عبادت کو بدترین تجارت بنا دیا گیا تھا، اس کے خلاف قلم اٹھاؤں، اور دنیا کو بتاؤں کہ مجلس حسینؑ عبادت ہے، یہ تجارت نہیں ہے۔

مُک مُکاوے اور سودے بازیاں

۱۹۶۳ء میں مَیں نے اپنا فرض ادا کیا تھا، مَیں دیکھ رہا تھا کہ مجلس حسینؑ کے کس طرح سودے ہوتے ہیں، کس طرح مک مکاوے، اور چک چکاوے ہوتے ہیں۔ جس طرح گائے بھینسوں کے، زمینوں اور جائیدادوں کے سودے

بھی اس طرح نہیں ہوتے ہیں، کتنے لوگے، کتنے دوگے۔ محرم کے ریٹ الگ، صفر کی مخصوصیوں کے ریٹ الگ۔ جلسوں کے ریٹ الگ، عام مجلس کے الگ۔ تو میں نے کھلے لفظوں میں تنقید کی تھی، اور اب سے تیس سال پہلے، میں نے ثابت کیا تھا کہ مجلس حسینؑ عبادت ہے، تجارت نہیں ہے۔ لہٰذا یک مکا کرنا جائز نہیں ہے۔ تم عبادت سمجھ کے پڑھو، پڑھانے والا عبادت سمجھ کے پڑھائے، اور سننے والے عبادت سمجھ کے سنیں۔ اس کے بعد اگر بانی کوئی خدمت کر دے تو اس کو تبرک سمجھ کے لیا جائے۔ نوٹوں کو گنا نہ جائے۔ اگر تھوڑے ہوں تو پھاڑا نہ جائے۔ (نعرہ)

دوسری بات

پھر میں نے دوسری بات یہ لکھی تھی کہ اچھی آواز میں قصیدہ پڑھنا نہ صرف جائز، دوہڑا پڑھنا جائز، مرثیہ پڑھنا جائز، بلکہ کارِ ثواب ہے۔ لیکن خدا کے لیے فلمی طرزوں کو، نئے نئے فلمی گانوں کو، اور فن موسیقی کو حسینؑ کے منبر پر نہ لاؤ۔ تاکہ حسینؑ کے سٹیج میں اور ان کے تھیٹروں میں کوئی فرق نظر آئے۔

تیسری بات

پھر میں نے یہ بھی جسارت کی تھی کہ اگر کوئی عام بندہ گناہ کرے یا نیکی کرے، اس کا اثر اس کی ذات تک ہوگا یا اس کے گھر والوں تک ہوگا۔ لیکن سٹیج پر آنے والوں کا اثر لاکھوں پر پڑتا ہے، اگر ہمارا کردار غلط ہوگیا، ہماری رفتار غلط ہوگئی، تو جہاں آپ ڈوبیں گے، لاکھوں کو ڈبو کے رہیں گے۔ تو سٹیج پر آنے والے کی شکل اس کی صورت، اس کا لباس، اس کا حلیہ، اس کی حجامت آلِ محمدؐ کے مذہب کے اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے۔

چوتھی بات

اور پھر میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر مصائب پڑھا جائے، یا فضائل پڑھا

جائے، یا سنا جائے، یا کسی مستند کتاب سے دیکھ کے پڑھا جائے، یا ذمہ دار اہلِ علم کی زبان سے سُن کے پڑھا جائے۔ کیونکہ آلِ محمدؐ پر افتراء پردازی کرنا گناہانِ کبیرہ میں شامل ہے۔ اس وقت جو حضرات بیٹھے ہیں ان کی ۱۹۶۳ء کے حالات پر نظر ہے۔ تو ان کو یاد ہوگا جو میرے خلاف قیامت صغریٰ قائم کردی گئی۔ ان لوگوں نے، جنھوں نے خونِ حسینؑ کے سودے کیے ہوئے تھے۔ میرے خلاف ہنگامے کی سازش کی گئی، مجھے حسینؑ کی مجلسوں کا دشمن کہا گیا۔ عزاداری کا مخالف ٹھہرایا گیا، میرے خلاف کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن الحمد للہ! تیس سال کے گزر جانے کے بعد تمام اربابِ بصیرت و ملت سمجھ چکے ہیں کہ جو کچھ میں نے لکھا تھا، وہ صحیح تھا۔ (نعرہ)

میں اپنی پشت پناہی نہیں کرنا چاہتا۔ میں ایک گناہگار رہوں، مجھے نہ علم کا دعویٰ ہے، نہ کوئی عمل کا دعویٰ۔

تیری بندہ پروری سے میرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلا ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

مذہب شیعہ اور وھابیّت میں فرق

میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ماضی میں کیا ہوتا رہا، اور آج جو کچھ ہو رہا ہے ۱۹۶۶ء میں میں نے کتاب لکھی، جس کا نام تھا "اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ" جس میں میں نے دنیا کو بتایا کہ مذہب شیعہ کیا ہے، وہابیت کیا ہے، شیخیت کیا ہے، نصیریت کیا ہے۔ کیونکہ ہماری قوم ان حالات سے گزر رہی تھی، کئی جگہوں پر لوگ ہم پر فرمائش کرتے تھے کہ آج آپ نے مجلس میں ہمیں یہ بتانا ہے کہ اللہ اور علیؑ میں کیا فرق ہے؟

مذہب شیعہ کے اصول

جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ بے چارے سوچنے لگ گئے کہ

اللہ اور علیؑ میں کیا فرق ہے، تو میں نے کتاب لکھی "اصول الشریعہ" اور اس میں میں نے دنیا کو بتایا کہ مذہب شیعہ کے اصول کیا ہیں اور مذہب شیعہ کے فروع کیا ہیں، اصول وفروع کے مجموعہ کا نام اسلام اور اس کی حقیقی تفسیر کا نام مذہب شیعہ ہے۔

تفویض والا نظریہ

کچھ لوگ یہ کہتے تھے: خداوند عالم کے پاس جو کچھ تھا، جو خدائی تھی، جو خدا کے اختیارات تھے، خلق تھا، یا رزق تھا، یا موت تھی، یا حیات تھی، خدا نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے حوالے کر دیا۔ اب خدا فارغ ہے۔

آلِ محمدؑ کا وسیلہ

اور کچھ لوگ یہ کہتے تھے، نہ کوئی وسیلہ ہے، نہ کوئی واسطہ ہے، جو کچھ ہے صرف خدا کے پاس ہے اس طرح کچھ لوگوں نے خالق اکبر کا انکار کر دیا اور کچھ لوگوں نے وسیلہ کا انکار کر دیا، تو میں نے دنیا کو بتایا محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فرمان کی روشنی میں بتایا، قرآن کی آیتیں پڑھ کے بتایا، چودہ سو سال کے علماء اعلام کا کلام پیش کر کے بتایا کہ خدا ہے تو پوری کائنات کا مرکز، وہ ہے رب العالمین، وہ ہے الٰہ العالمین، وہ ہے معبود العالمین، خدا ہے مرکز، اور اس مرکز تک رسائی حاصل کرنے، اس مرکز سے کام کروانے، روٹھے ہوئے مرکز کو منانے کا وسیلہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔

بے دینوں کا نظریہ

لہٰذا اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ مرکز ریٹائر ہو گیا، خدا کے پاس کچھ نہیں رہا، یہ یہودیت ہے، یہ نصرانیت ہے، یہ محمد عربی کا اسلام نہیں ہے۔

وہابیت کا نظریہ

اگر کوئی کہتا ہے کہ کوئی وسیلہ نہیں، کوئی واسطہ نہیں، ہم ڈائریکٹ اللہ سے

مانگیں گے ۔ اور اللہ سے لیں گے ۔ تو میں نے ثابت کیا ہے کہ یہ چٹی وہابیت ہے ۔ یہ آلِ محمدؐ کا مذہب نہیں ۔ (نعرہ)

اہلِ حق کا نظریہ

لہٰذا میں نے وہی ثابت کیا، جو آلِ محمدؐ نے فرمایا کہ کائنات کی ہر شے کا مرکز خلق ہو، یا رزق ہو، یا موت ہو، یا حیات ہو، یا دین و دُنیا کا راستہ ہو، یا کوئی اور بات ہو، ہر شے کا مرکز رب العالمین ہے ۔ اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں ۔

فضیلت اور مقامِ علیؑ

میں نے دنیا کو یہ بھی بتایا، "احسن الفوائد" میں بتایا، "اصول الشریعہ" میں بتایا، "تجلیاتِ صداقت" میں بتایا کہ آلِ محمدؐ، اولادِ علیؑ کا جس سے چاہو موازنہ کرو، لیکن چند چیزوں سے موازنہ نہ کرنا ۔ ایک صحابۂ کرام سے موازنہ نہ کرنا کہ صحابہ افضل تھے یا علیؑ افضل تھے، اصحاب کا علم زیادہ تھا، یا علیؑ کا علم زیادہ تھا ۔ علیؑ کا فضل زیادہ تھا، یا صحابہ کی فضیلت زیادہ تھی ۔

علیؑ نفسِ نبی ہیں

میں نے کہا ہے: علیؑ ہے نفسِ نبی، اگر نبی کا تقابل اصحاب سے کرنا، روا ہے تو نفسِ محمدؐ کا تقابل بھی اصحاب سے کرنا روا ہے ۔ اگر محمدؐ کا مقابلہ اس کے اصحاب سے کرنا توہینِ نبوت ہے تو علیؑ کا مقابلہ بھی صحابیوں سے کرنا توہینِ علیؑ ہے ۔ (نعرہ)

میری کتابوں میں بیان کردہ عقائد

میں اپنی کتابوں کے حوالے دے رہا ہوں، زبانی نہیں کہہ رہا ہوں، تاکہ کوئی میرا عزیز یہ نہ کہہ سکے کہ کتابوں میں کچھ اور لکھتے ہیں، اور سٹیجوں پہ کچھ اور کہتے ہیں ۔ یہ میری کتابوں کا لبِ لباب ہے، میں نے ثابت کیا کہ

علیؑ کا مقابلہ نہ صحابی سے کرنا، اور نہ نبیؐ سے کرنا، اور نہ خدائے جلیل سے کرنا۔ کیونکہ خدا ہے علیؑ کا خدا، علیؑ کا خالق، علیؑ کا مالک، رب العالمین، جس کی چوکھٹ پر علیؑ یومیہ نماز پنجگانہ کے علاوہ، اس کے نوافل کے علاوہ، نمازِ شب کے علاوہ، نمازِ تہجد کے علاوہ، نمازِ وتر کے علاوہ، علیؑ یومیہ ایک ہزار نماز نوافل ادا کرتے تھے، اور ایک ہزار نوافل کا مطلب ہے دو ہزار سجدے۔ اس کے ساتھ اکاون رکعات کو ملا لو۔ تو بن جائیں گے ۲۱۰۴۔ اور جس کی چوکھٹ پر علیؑ یومیہ دو ہزار ایک سو چار سجدے ادا کر کے پھر بھی کہتے ہیں: "ما عبدتك حق عبادتك" اے پالنے والے! جو عبادت کا حق تھا وہ میں علیؑ ادا نہیں کر سکا۔ تو خدا کے لیے جس سے چاہو علیؑ کا مقابلہ کرنا، پر خالق اور مخلوق کا مقابلہ نہ کرنا۔ (نعرہ)

بے شک وہ خدا ہونے کے اعتبار سے بے مثل، اور نبیؐ و علیؑ مخلوقِ خدا میں بے مثل۔ پھر بھی خالق خالق ہے، مخلوق مخلوق ہے۔ عابد عابد ہے، معبود معبود ہے، ساجد ساجد ہے، مسجود مسجود ہے۔ تو پھر نبیؐ سے بھی نہ کرنا۔ کیونکہ نبیؐ کی غلامی پر علیؑ ناز کرتے تھے۔ تو لہٰذا ایک نبیؐ اور خدا کو چھوڑ دو، ایک اصحاب کو چھوڑ دو کہ وہ غلامِ علی ہیں تو پھر کس سے علیؑ ولی کا موازنہ کیا جائے۔

قوم کو میرا مشورہ

میں نے قوم کو مشورہ دیا تھا: علیؑ کی عظمت، علیؑ کی عصمت، علیؑ کی جلالت، علیؑ کی شان، علیؑ کا مقام۔ اگر کوئی اندازہ لگانا ہے تو پھر کیا کرو؟ آدم صفی اللہؑ سے شروع کرو، اور حضرت عیسٰی روح اللہؑ تک چلے آؤ۔ (نعرہ)

یہ "اصول الشریعہ" سے پڑھ رہا ہوں۔ اپنی "احسن الفوائد" سے پڑھ رہا ہوں، "تجلیاتِ صداقت" سے پڑھ رہا ہوں۔ پڑھے لکھے لوگوں کے گھروں میں یہ کتابیں موجود ہوں گی۔ غیر مجھے غالی کہتے ہیں، کہ میں نے علیؑ

کے حق میں غلو کیا ہے اور اپنوں کو یہ بھی یقین نہیں ہے کہ میں شیعہ بھی ہوں یا نہیں؟

اے میری قوم تیرے حُسنِ کمالات کی خیر

تو میں نے ثابت کیا: آدم صفی اللہ سے شروع کرو، حضرت عیسٰی ابن مریمؑ تک، ایک گھٹ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے بکھرے ہوئے کمالات مُتفرّق صفات اور ان کے بکھرے ہوئے مُعجزات کو اکٹھا کر کے ترازو کے ایک پلڑے پر رکھ دو، ادھر بارہ اماموں کی نہیں، چودہ معصوموں کی نہیں، پنجتن پاک کی نہیں، ایک ابوالحسنین، ایک حیدرِ کرار کے فضائل، ان کے مناقب، ان کے مناہل، ان کے فضائل، ان کے کمالات، ان کے مُعجزات، ان کی کرامات کو اکٹھا کر کے دوسرے پلڑے میں رکھ دو۔ (نعرہ)

اب ایمان کی عینک لگا کر قرآن و حدیث کی روشنی اس میں ترازو کا موازنہ کرو، اس کو اٹھا کر دیکھو، اگر آدمؑ سے لے کر عیسٰیؑ تک نبیوں کے فضائل کا پلڑا اوپر اٹھتا ہوا، اور علیؑ کے مناقب کا پلڑا اپنے نیچے جھکتا ہوا نظر نہ آئے تو علیؑ کو علیؑ نہ کہنا، کچھ اور کہہ دینا۔ (نعرہ)

لیکن ان فضائل کو بھلا دیا گیا، ان مناقب کو پسِ پشت ڈال دیا گیا۔ میرے خلاف پھر فضا شروع ہو گئی۔ ہنگامے شروع ہو گئے۔ میرے جواب میں کتابیں شروع ہو گئیں۔ اس لیے کہ میں نے لکھا تھا کہ: خالق خدا، مالک خدا ہے، رازق خدا ہے، محیی و ممیت خدا ہے، بیدہ الملک ہے، ہر شے کا مرکز خدا ہے۔

میرے خلاف طوفانِ بدتمیزی

جن لوگوں نے لوگوں کو باور کرایا ہوا تھا کہ

رضائیں خدا کی لے لیں علیؑ نے
اللہ کے پلے میں رکھا کیا ہے

ان کی جھونپڑیوں میں پھر آگ لگ گئی ۔ میرے خلاف کتابیں لکھی گئیں، طوفانِ بدتمیزی کھڑے کیے گئے ۔لیکن الحمد للہ! یہ ۱۹۶۶ء کی بات تھی ۔چند سالوں کے بعد ہنگاموں کے بعد قوم نے مان لیا کہ اگر مذہب شیعہ ہے تو یہی ہے ۔اگر مذہب شیعہ کا عقیدہ ہے تو یہی ہے ۔

سعادت الدارین

اس کے بعد میں نے واقعہ کربلا پر ایک کتاب لکھی ، جس کا نام ہے: "سعادتُ الدارین فی مقتل الحُسینؑ" ۶۱۶ صفحے کی کتاب ہے، میں نے ذاکر، مولویوں کی روایتوں پر تبصرہ کیا کہ یہ واقعہ یوں ہے، اور یہ واقعہ یوں ہے ۔

میری عادت ہے کہ جو میں بات کہتا ہوں ، دلائل سے کہتا ہوں ، اور قرآن اور فرمانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے کہتا ہوں ۔ چودہ سو سال کے علماء اعلام کے کلام سے کہتا ہوں، جب میں نے وہ کتاب لکھی ، پھر کچھ کھلبلی مچ گئی ، یہ تو ہماری فلانی مشہور روایت کے خلاف ہے ۔ یہ فلانے قصۂ مشہور کے خلاف ہے ۔ میں نے کہا کہ مشہور کو نہ دیکھو حقائق کو دیکھو ۔ کچھ دن میری مخالفت کی گئی، اس کے بعد پھر فضا ٹھیک ہوگئی ۔

تجلیاتِ صداقت

میں نے "تجلیاتِ صداقت" لکھی ۱۹۸۵ء میں ، وہ تجلیاتِ صداقت جس نے قومِ شیعہ کا آسمان تک سر اونچا کر دیا ۔ چکوال کے قاضی مظہر کا بابا مولوی کرم دین بھیاں والا ، جس نے مرزائیوں کے نبی سے مناظرے کیے، جس نے ہمارے علامہ علی حائری مجتہد سے مناظرے کیے ، جو اپنے آپ کو بڑا تیس مار خان سمجھتا تھا ۔ اس نے میری پیدائش سے پہلے کتاب لکھی ۔ جس کا نام تھا: "آفتابِ ہدایت رد رفض و بدعت" ۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ قیامت تک سارے شیعہ اکٹھے ہو جائیں، اس کتاب کا کوئی جواب نہیں دے سکتا ۔ یہ

خالق اکبر کی مجھ گناہگار پہ نظر کرم ہوئی، میں نے اس کتاب کا جواب دو جلدوں میں لکھا۔ "تجلیاتِ صداقت بہ جواب آفتاب ہدایت" اس کا بیٹا آج بھی چکوال میں زندہ ہے۔ میں نے کہا تھا کہ ساری دنیا کے مولوی اکٹھے کر لو، متحدہ محاذ بنا لو۔ جرأت ہے تو میری اس کتاب کا جواب لکھو۔ (نعرہ)

میرے خلاف میرے قتل کے فتوے دیے گئے۔ حق نواز جھنگوی جو مر گیا، اس نے سرگودھا میں مسجد معاویہ میں کھڑے ہو کر فتویٰ دیا تھا، او سرگودھا کے بے غیرت سنیو! ابھی تک تجلیاتِ صداقت بھی موجود، وہ کتب خانہ بھی موجود، جس کی مدد سے یہ کتاب لکھی گئی، اور یہ کتاب لکھنے والا بھی موجود۔ میں کوئٹہ میں محرم پڑھ رہا تھا کہ میرے کتب خانے کو آگ لگا دی گئی۔ اور میرے قتل کے فتوے دیے گئے کہ سرگودھا کے چوک میں اس کو گولی مار دو، جس نے تجلیات لکھ کر ہمارے مذہب کے پلے کچھ نہیں چھوڑا۔ اس کے تین ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں، اور ان شاء اللہ کئی ایڈیشن چھپیں گے۔ یہ کتاب صبح قیامت تک دشمنانِ آلِ محمدؐ کو للکارتی رہے گی۔

او علیؑ کی امامت میں شک کرنے والو! اور علیؑ کے مقابلے میں غیروں کی پرستش کرنے والو! اگر کوئی دم خم ہے تو آؤ میری کتاب کا جواب دو۔ (نعرہ)

"اصلاح المجالس" لکھی، "اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ" لکھی، تو اپنے ناراض ہو گئے۔ "تجلیاتِ صداقت" لکھی تو اُدھر والے ناراض ہو گئے۔ تو اس لیے میں یہ شعر پڑھنے میں کوئی مبالغہ نہیں سمجھتا کہ:

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نہ ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

پھر میری "قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ" چھپی، اس پر کچھ اعتراض ہوئے، چند دنوں کے بعد وہ عین مذہب بن گئی۔ ارباب دانش کے سامنے تو ساری کتاب صحیح ہو گئی۔ اب مدت کے بعد میری ایک کتاب چھپ کے آئی ہے، جس کا نام ہے: "اِصلاح الرسوم" اب کچھ لوگوں کی ہانڈی میں پھر ابال آ گیا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں ارباب دانش سے کہ مجھے بتایا جائے کہ میں نے اپنی کتاب میں کونسی نئی بات لکھی ہے۔ جو پہلے قرآن میں، یا چودہؑ کے فرمان میں، اور چودہ سو سال کے شیعہ علماء کے کلام میں نہیں ہے؟

مجھ پر لگائے جانے والے بے بُنیاد الزامات

کہا جاتا ہے (معاذ اللہ...... نقل کفر کفر نہ باشد) میں نے عزاداری کے خلاف لکھا۔ میرے عزیزو! میری بات سُن لو۔ جو حسینؑ کی عزاداری کی مخالفت کرے، میں اس کے نطفے میں خلل جانتا ہوں۔ (نعرہ)

میں نے علَم کے بارے میں، میں نے ذوالجناح کے بارے میں، تعزیہ مبارک کے بارے میں، میں نے شبیہ کے بارے میں اپنی اس کتاب میں مجمل لکھا، اور اپنی "تجلیاتِ صداقت" میں تفصیل سے لکھا: قاضی مظہر اپنی کتاب "بشارت الدارین" میں مجھے کہتا ہے کہ: شیعوں کے ماتمی مجتہد نے بات لکھی ہے غیر تو مجھے شیعوں کا ماتمی مجتہد لکھتے ہیں، اپنوں کو یقین بھی نہیں ہے کہ میں ماتم کا قائل ہوں بھی یا نہیں؟

اے میری قوم! میں نے صرف یہ کہا تھا کہ جو غلط بات ہے اس کو دور کرو۔ تیرے حُسن کمالات کی خیر۔ میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ شیعہ گھوڑا پرست قوم ہے، یا معاذ اللہ مشرک قوم ہے۔

شبیہ علَم و ذوالجناح

میں نے کہا: علَم بناؤ، ہزار ہزار فٹ کے لمبے بناؤ۔ ذوالجناح ایک

تعویز، سہنکڑوں بناؤ۔ تعزیہ ایک نہیں، ہزاروں بناؤ۔ لیکن خدا کے لیے تعزیہ مبارک اور علم مبارک کو سجدے نہ کرو۔ کیونکہ سجدہ صرف خالق اکبر کی ذات کو کیا جاتا ہے۔ اور حاجات بھی مانگو تو رب العالمین سے مانگو۔ واسطہ دو تو ان ہستیوں کا جن کی یہ شبیہیں بنائی جا رہی ہیں۔

شبیہ علَم و ذوالجناح کا واسطہ

اے پالنے والے! تجھے اس عباس کا واسطہ جس کے علم کی یہ شبیہ ہے، اے رب العالمین! تجھے واسطہ اس مظلوم کربلا کا، جس کے روضہ مبارک کی تعزیہ مبارک شبیہ ہے۔ ان کا واسطہ دے کر خدا سے دعا مانگو۔ تاکہ آپ کو کوئی مخالف نہ مشرک کہہ سکے، نہ کافر کہہ سکے۔ ہاں ایک بات کی میں نے واضح مخالفت کی ہے، اور وہ ہے سیج۔

شہزادہ قاسمؑ کی سیج بنانا بے اصل ہے

پتا نہیں، میرے الفاظ سمجھ آ رہے ہیں یا شور اتنا ہے لاؤڈ سپیکر میں۔ میں نے کہا ہے "سیج"۔ جس کو سیج کہتے ہیں۔ یہ وہ شبیہ ہے جس کی اصل نہیں ہے۔ کیونکہ نقل اس کی ہوتی ہے جس کی اصل ہو۔ جب کربلا کے میدان میں میں نے وضاحت کی تھی محرم کی مجلسوں میں، اور کہا تھا کہ شہزادہ قاسمؑ کی کربلا کے میدان میں شادی ہوئی ہی نہیں، تو پھر یہ سیج کس کی ہے؟ اگر فرضِ محال شادی ہوئی ہوتی، کیا سیج نکالنا کسی شریف آدمی کا کام ہے؟

پہلے سیج کا معنی سمجھو۔ "سیج" اس چارپائی کو کہتے ہیں جس پر شادی کے بعد پہلی رات کسی شریف کی بیٹی، یا کسی شریف کی بہن اور اس کا داماد یا بہنوئی اکٹھے ہوتے ہیں۔ اس چارپائی اور پلنگ کو کہتے ہیں "سیج"۔

جب ہم اپنی بیٹیوں کی، اپنی بہنوں کی، ہم سیجیں لوگوں کو نہیں دکھاتے کہ مظلوم کربلا کو اتنا مظلوم نہ بناؤ۔ پہلے بنو امیہ نے بڑے ظلم کیے ہیں۔ بنو عباس

نے بڑے ظلم کیے ہیں۔ تم مظلومِ کربلا پر ظلم نہ کرو۔ ان کی بیٹیوں کی بیجیں لوگوں کو نہ دکھاؤ۔

عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ

اور جس بات کو زیادہ اچھالا جا رہا ہے، وہ ہے اذان میں علی ولی اللہ۔ اب لوگوں کو غلط تاثر دیا جا رہا ہے کہ میں نے معاذ اللہ کلمے سے، اذان سے، تشہد سے "عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ" کو خارج کر دیا۔ معاذ اللہ! تم معاذ اللہ! اگر علیؑ کا نام کلمے سے خارج کرنا ہے تو شیعہ مذہب میں رہ کے کیا لینا ہے۔

میری "اصول الشریعہ" پڑھو، اس کا نواں باب پڑھو۔ جس میں مَیں نے منارقات شیعیت اور وہابیت لکھے ہیں۔ شیعوں اور وہابیوں میں فرق کیا ہے۔ تو منارقاتِ شیعہ و وہابیہ، اس میں آٹھواں یا نواں، میں نے فرق یہی لکھا ہے کہ وہابیوں کا کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پر ختم۔ لیکن ہم آلِ محمدؐ کے غلاموں کا کلمہ سنو!

اور یہ میری اس کتاب میں پڑھ لینا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰهِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ خَلِیْفَتُهٗ بِلَا فَصْلٍ

(نعرہ)

اذان کے بارے میں میرا عقیدہ

تو اذان کے بارے میں میں نے وہی بات کہی ہے، جو میری پیدائش سے پہلے شیعہ فقہاء اور علماء اپنی تحفۃ العوام میں، اور اپنی اپنی توضیحات مسائل میں برابر لکھتے چلے آئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جس گھر میں کتاب موجود ہے، اس کا باب "اذان" والا کھول کے پڑھ لینا۔ سب نے لکھا: "اَشْهَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَّلِیُّ اللّٰهِ" اذان میں پڑھنا، اذان و اقامت کا جزو نہیں ہے۔

میں نے اپنی کتاب میں اس سے بڑھ کر لکھا ہے کہ یہ صرف ایمان کا جزو نہیں، یہ اسلام کا جزو بھی ہے۔ (نعرہ)

عَلِیٌّ وَلِیُّ الله جزوِ اسلام و ایمان ہے

میری وہی "اصلاح الرسوم" اٹھا کے دیکھو۔ میں نے کہا ہے کہ جزوِ اسلام بھی ہے، جزوِ ایمان بھی ہے، جب تک علیؑ کو اللہ کا ولی نہ مانا جائے، مومنوں کا امیر نہ مانا جائے، متقیوں کا امام نہ مانا جائے، اس وقت تک نہ ہمارا اسلام مکمل ہوتا ہے، نہ ہمارا ایمان مکمل ہوتا ہے۔ (نعرہ)

عَلِیٌّ وَلِیُّ الله جُزوِ اذان نہیں

اگلی بات سنو! جو نازک ہے، میں نے کہا ہے کہ باوجود اس کے کہ جزوِ اسلام بھی ہے، جزوِ ایمان بھی ہے، لیکن علماء کیوں کہتے ہیں کہ جزوِ اذان نہیں ہے۔ یہ میں نے کھول کر بات لکھ دی ہے۔ ہمارے پاس جو تاریخوں سے مذہب پہنچا ہے، حدیثوں میں، یا تاریخوں میں نبیؐ کے دور سے لے کر امام مہدیؑ تک نبیؐ یا امامؑ کے دور میں اذان میں اس فقرے کا پڑھا جانا ہمیں نہیں ملا۔ اس لیے علماء کہتے ہیں: "تبرکاً پڑھو، اور تیمناً پڑھو، جزو سمجھ کے نہ پڑھو"۔

اچھا، میں نے کیا لکھا ہے۔ نہ نبیؐ کے دور میں پڑھنا ثابت، نہ مولا علیؑ کے دور میں، اس کا جواب دو حرفہ ہے۔ اگر کسی کے خیال میں یہ میری بات غلط ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دو حوالے دیدے، میں بھی شکریہ ادا کروں گا، اور ساری قوم شکریہ ادا کرے گی۔ حوالہ ان کو نہ ملے تو نزلہ مجھ پر کیوں گرایا جاتا ہے؟

دھمکی آمیز خطوط اور چیلنج

تو میرے عزیزو! کوئی بات نہیں، میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ کچھ

لوگوں نے مجھے خطوط لکھے، مناظرہ ہو جائے، یہ ہو جائے، وہ ہو جائے۔ میں کہتا ہوں: مناظرہ بازی کرنا، شریفوں کا طریقہ کار نہیں ہے۔ اور جو میں نے تیس سال پہلے بات کہی تھی، وہی بات دہراتا ہوں۔

اس وقت علمائے پاکستان جھلک رہا تھا۔ آج تو بچوں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ جن کے نام لکھے گئے ہیں، جن سے مناظرہ کرنے کی مجھے دعوت دی جاتی ہے۔ میں ان کے نام نہیں بتاؤں گا، بلکہ میرے مدرسے کے خارج شدہ نالائق شاگرد تھے، ان کا نام لکھ کر مجھے چیلنج دیا جاتا ہے۔ آؤ مناظرہ کرو۔

چیلنجر کو چیلنج

میں آپ سے دست بستہ گزارش کروں گا، اگر آپ کو میری کسی تقریر سے، کسی تحریر سے اختلاف ہے تو اس بات کو مرکز کو بھیج دو۔ نجف اشرف بھیج دو، قم مقدس بھیج دو۔ مرکز کے مرکزی علماء کی خدمت میں بھیج دو۔ جو مرکز فیصلہ کرے، اس پر عمل کرو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے، تو جو بات میں نے ۱۹۶۵ء میں کہی تھی، آؤ وہی بات میں پھر کہتا ہوں، جس پہلوان کو چاہو لاؤ۔ لیکن علمی سطح پر قوم کے چند ارباب کو بٹھا لو، اور سارے پہلوانوں کو بلا لو۔ اس کو بھی جو اُن کی سرپرستی کر رہا ہے، اس کو میرے سامنے لاؤ۔ پھر علمی سطح پر گفتگو ہو جائے۔ تاکہ دودھ کا دودھ، اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ (نعرہ)

میں نے ایک بجے تقریر ختم کرنی تھی، سوا ایک بج رہا ہے۔ میں ختم کرنا چاہتا ہوں۔ معذرت کے ساتھ کہوں گا: کچھ لوگوں کی قیادت خطرے میں، کچھ لوگوں کی دکانداریاں، پیری مریدی خطرے میں، کسی کے تعویذات خطرے میں، کسی کی سیاست خطرے میں، کسی کا مال خطرے میں۔ تو لہٰذا اوپر لیبل دین کا لگا دیا جاتا ہے۔ تو میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں کسی کے لیے خطرہ نہیں ہوں۔ خالق کائنات کا میں لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میں ۱۹۶۵ء

سے گالیاں کھا رہا ہوں۔ اور میں نے آج تک کسی کو گالی نہیں دی۔ لوگوں نے میرے خلاف سازشوں کے جال بچھائے، مگر آج تک میں نے کسی کے خلاف سازش نہیں کی۔ مجھ سے زیادہ پر امن کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤ گے؟

قائد شہید کے دور میں ہم نے اٹھارہ کوششیں کی تھیں، مفتی صاحب کی قیادت کے دور میں ہم نے کہا: آؤ سارے ایک بن جائیں۔ اگر مجھے راستے کا روڑا سمجھتے ہو تو میں عوام سے الگ ہو جاتا ہوں۔ تم ایک بن جاؤ۔ میں نے گزشتہ سال وفد بنائے کہ خدا کے لیے دنیا کو تماشا نہ دکھاؤ۔ آؤ ایک بن جائیں۔ ہم آپ کو سرپرست اعلیٰ بناتے ہیں۔ میری کسی سے ذاتیات کی کوئی لڑائی نہیں۔ اس کے باوجود میں اس قدر ناقابل برداشت کیوں ہوں، میں نہ کسی کو گالی دیتا ہوں، نہ کسی کے خلاف سازش کرتا ہوں۔ اگر میں جذباتی ہوتا تو قوم کا جنازہ نکل چکا ہوتا۔ میں اُس ذات کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے صبر دیا۔

تو میرے عزیزو! پھر مجھے خط لکھے گئے کم از کم نو خط میرے پاس گئے۔ اگر آج آپ راولپنڈی میں آئیں گے تو آپ کا جنازہ جائے گا۔ آپ کی لاش جائے گی۔ ہم یہ کر دیں گے، ہم وہ کر دیں گے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں:

یا رب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے
لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں

(نعرہ)

اگر مجھ سے کوئی علمی اختلاف ہے تو علمی انداز میں گفتگو کرو۔ شرافت کے لہجے میں گفتگو کرو۔ میں سخت کلامی نہیں کرنا چاہتا۔ اور اپنے مخالفوں سے، بھڑنے والوں سے اور ان کے سرپرستوں کو کہتا ہوں کہ مجھے اتنا لاوارث نہ سمجھنا، مجھے کچھ دوست کہہ رہے تھے کہ قبلہ گلاب علی شاہ کی برسی تھی، کچھ لوگ

کہہ رہے تھے کہ آپ اکیلے ہیں۔ آپ کے ساتھی چلے گئے۔ پہلے آپ کوئی بات کہتے تھے یا لکھتے تھے تو مفتی جعفر حسین آپ کے مؤید، علامہ حسین بخش جاڑا، علامہ گلاب علی شاہ آپ کے مؤید، علامہ سید محمد یار صاحب آپ کے مؤید، حافظ سیف اللہ صاحب آپ کے مؤید، علامہ محب حسین آپ کے مؤید۔ سارے بزرگ آپ کے پیچھے ہوتے تھے، اب وہ سارے چلے گئے۔ میں نے کہا کہ آج بھی میں تنہا نہیں ہوں۔ خدا میرے ساتھ ہے۔ پورے چودہ معصومؑ میرے ساتھ ہیں۔ اور امام زمانہ کی تائید میرے ساتھ ہے۔ (نعرہ)

بے شک خونِ حسینؑ کی تجارتیں کرو، میں نے لکھ دیا جو لکھنا تھا۔ میں کسی کو ہاتھ سے نہیں روکوں گا۔ اپنی دکانیں چمکاؤ، قوم جنت میں جائے یا جہنم میں جائے۔ آپ اپنی دکان پر ڈٹ کر بیٹھے رہو۔

زمیں جنبد زماں جنبد نہ جنبد گل محمد

اور میں یہ کہتا رہوں گا، اور قوم کو بتاتا رہوں گا کہ یہ پہچانو کہ قوم کے دکھ سکھ میں کون شامل ہوتا ہے۔ اور جنازہ پڑھنے کے لیے استخارہ کون کرتا ہے۔ اگر کوئی مجھے سمجھتا ہے کہ میں اتنا لاوارث ہوں، ان کو میں ضرور یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ خدانہ خواستہ اگر کوئی ہاتھ میری پگڑی کی طرف اٹھا، وہ سر نہیں ہوں گے۔ جدھر ہاتھ اٹھا، اگر کسی نے کوئی بدتمیزی کی، یا بدمعاشوں کو آگے کیا، اور میری توہین کرنے کی کوشش کی، وہ نسل بھی ختم کر دی جائے گی۔ جو دشمن علماء پیدا کرتی ہے۔ لیکن ہوش کے ناخن لو، دنیا کو تماشا نہ دکھاؤ۔ ہم غیروں سے اتحاد کر رہے ہیں اور ہم نے لوگوں کی زبانوں کو تالے لگوائے، ان کے گلوں میں پٹے ڈالے، جو کافر کافر شیعہ کافر کہتے تھے۔ جب غیروں سے اتحاد کر رہے ہیں، اپنی صفوں میں انتشار پھیلانا، اور غیروں کو تماشا دکھانا، یہ بات زیب نہیں دیتی۔ آؤ ہم ایک تھے، اور ایک ہیں، ہم بھائی بھائی ہیں۔

حضورؐ فرماتے تھے: وہ آپ کا حقیقی بھائی نہیں ہے جو تمھاری ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، بلکہ تمھارا وہ بھائی ہے جو علیؑ کی ولایت کا قائل ہے۔

(نعرہ)

جب ہمارا سب کچھ ایک ہے، مجھے رونا اس بات کا ہے، مجھے ذاتی کوئی نقصان نہیں، دنیا اپنے ٹکے ٹکے کے مولویوں پر جان نثار کر رہی ہے۔ ان پر مال نچھاور کر رہی ہے۔ مال قربان کر کے اپنے مُلاؤں کو بچا رہی ہے۔ ہم بے چارے ہر طرف سے بے چارے، لاوارث بے چارے، غیر ہمارے کفر کے فتوے لگا کر ہمارے قتل کے ثواب بتا رہے ہیں۔ اور اپنے بھی ہمارے خلاف سازشوں کے جال بچھا رہے ہیں۔ آپ ہی بتائیں کہ علمائے دین جائیں تو کہاں جائیں اور کدھر جائیں۔ آپ کو تو فخر کرنا چاہیے تھا کہ خالق نے آپ کو وہ علماء دیے جو نہ بک سکے، نہ جھک سکتے ہیں۔

اب یہاں مختلف گفتگو ہو رہی ہے۔ تبصرے ہو رہے ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے، بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی ہیں۔

حق بات کیا ہے؟

میرے عزیزو! جو بات میں نے حق سمجھی ہے، فرض سمجھ کے ادا کر دیا۔ مجھے کسی باؤلے کتے نے نہیں کاٹا کہ میں سخت باتیں لکھ کر قوم کو گالیاں دینے کا موقع دوں، اور قوم کی گالیاں سنوں۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ لوگ میری تعریف کریں، لوگ میری توصیف کریں، لوگ ہمارے کلمے پڑھیں۔ تو مجھے باؤلے کتے نے کاٹا ہے کہ میں لوگوں کی گالیاں سنوں۔ نہیں، میرا فرضِ منصبی مجھے مجبور کرتا ہے، میرا فرضِ منصبی آمادہ کرتا ہے کہ پیغمبرؐ نے کہا تھا کہ، یہ بات کہہ کر ختم کر رہا ہوں:

اذا ظہرت البدعۃ فی امتی فعلی العالم ان یظھر علمہ و الا

فعلیه لعنة الله

پیغمبرؐ فرماتے ہیں، راوی صادق آلِ محمدؐ ہیں۔ کتاب اصول کافی ہے۔

"اگر امت میں بدعات ظاہر ہوجائیں تو عالم کا فرض بنتا ہے کہ وہ لوگوں کو حق و باطل سمجھائے، بتائے۔ جو ایسا نہیں کرے گا، فرض ادا نہیں کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہوگی"۔

میں قوم کی ناراضگی مول لے سکتا ہوں، اور خدا کی لعنت برداشت نہیں کرسکتا۔ میں نے جس کو حق سمجھا ہے، پہلے بھی کہتا رہا، اور جب تک جسم میں جان ہے، کہتا رہوں گا۔ یہ بات بھی آپ کے اضافہ معلومات کے لیے بتاتا جاؤں کہ میرا گھر میں وصیّت نامہ مدت سے لکھا ہوا ہے، اور جو اس میں میں نے اضافہ کرنا تھا، کل میں اپنے وصیّت نامے میں اضافہ کرکے آیا ہوں۔ آؤ! جو مجھے شہید کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو گنا ہگار حاضر ہے۔

یا رب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے
لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں

☆

مصائب

میں نے جو لکھنا تھا لکھ دیا، جب تک زندگی رہے گی جو حق بات ہوگی کہتا بھی رہوں گا، لکھتا بھی رہوں گا، بس میں اتنا عرض کروں گا

جن سے دین لینا تھا، جن سے ایمان سیکھنا تھا، جن سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنی تھی، جن سے قانونِ اسلام ہم نے معلوم کرنا تھا، دنیا نے ان کے ساتھ وہ سلوک کیا تھا جو کوئی کافر بھی یہ سلوک نہیں کرسکتا جو اسلام کے دعویداروں نے کیا۔ جس کو خالق نے نفسِ نبی کہا قرآن میں، جس کو پیغمبرؐ نے دین اور دنیا میں اپنا بھائی کہا اپنے فرمان میں، اور ہم نے جس کو اللہ کا ولی اور پیغمبر اسلام کا بلافصل وصی کہا، اور جس کو بے عقلوں نے رب کی جگہ رب العالمین کہا، اس حیدرِ کرار کے ساتھ جو سلوک کیا گیا، وہ بھی حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا ایک پیش خیمہ تھا۔ کوئی سوچ سکتا تھا کہ حیدرِ کرارؑ جیسا اسلام کا خادم، اسلام کا ناشر، اسلام کا مجاہد، اسلام کے جھنڈے گاڑنے والا، کفر کے جھنڈے اکھیڑنے والا، پورے تیئیس برس پیغمبر اسلام کا ساتھ دینے والا، مسجد میں جائے گا، حالت نماز میں ہوگا، حالت روزہ میں ہوگا، خالق اکبر کی بارگاہ میں سجدہ کر رہا ہوگا، ایک ظالم ان کے سر پر ایک ایسا وار کرے گا کہ سرِ اقدس کے دو ٹکڑے ہوجائیں گے۔ یا علیؑ! تیری اس ذات پر پوری کائنات قربان، اگر کوئی آدمی مرنے لگے تو الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے، لیکن جب مولا کے سرِ اقدس پر تلوار لگی، اور سرِ اقدس کے دو ٹکڑے ہوئے تو مولا کی زبان سے جو پہلے جملہ نکلا وہ یہ تھا: "بسم اللہ و باللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ" دشمنوں کو چیلنج کر دیا کہ کبھی امام کے ایمان میں شک نہ کرنا، جب میں پیدا ہوا تھا تو قرآن کی تلاوت کی تھی، آج جب اللہ کی بارگاہ میں جا رہا ہوں تو اپنے

ایمان کا اظہار کرنے جا رہا ہوں۔ اور اس کے بعد دوسرا جملہ جو حیدر کرار کی زبان اطہر سے ادا ہو رہا تھا "فزت ورب الکعبہ" مجھے کعبہ کے رب کی قسم! علیؑ آج اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ امام حسنؑ آگے بڑھے، دیکھا کہ مولا کے سر اقدس کے دو ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ خون بہہ رہا ہے، مولا خاک مسجد کوفہ پر بے حال پڑے ہیں۔ تو شہزادوں نے چادر بچھائی اپنے زخمی بابا کو چادر پہ لٹایا، ایک طرف سے امام حسنؑ نے پکڑا، دوسری طرف سے امام حسینؑ نے سہارا دیا۔ جب گھر میں لے گئے، دعا کرو کہ کسی عظیم باپ کی عظیم بیٹیاں اپنے بابا کو اس حالت میں نہ دیکھیں۔ علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں لکھا کہ جب شہزادیوں کی نظر اپنے بابا کی اس حالت پر پڑی تو اتنا زار و قطار رونا شروع کیا کہ آسمان کے فرشتے بھی رونے لگ گئے۔ کیونکہ پہلے اپنی مادر گرامیؑ کا صدمہ سہہ چکی تھیں۔ پہلے نانا کی جدائی برداشت کر چکی تھیں۔ اب جناب امیرالمومنینؑ ان کے نانا بھی تھے، ان کی ماں بھی تھے۔ لہٰذا جب ان کا سایہ سروں سے اٹھ گیا تو بیبیوں نے اس طرح بلند آواز میں گریہ کیا کہ آسمان کے فرشتے بھی رونے لگ گئے۔ حیدر کرارؑ نے آنکھ کھولی، دیکھا میری بیٹیاں بلند آواز میں رو رہی ہیں ادھر دروازے پر میرے صحابی کھڑے ہیں۔ فرمایا: حسن بیٹا! میرے قریب آؤ، امام حسنؑ کو بلایا، اور فرمایا: دروازے پہ چلے جاؤ، میرے اصحاب سے کہہ دو کہ اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ کیونکہ مولا یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ میری شہزادیوں کے رونے کی آواز میرے صحابیوں کے کانوں میں نہ پڑ جائے۔

میں اتنا عرض کروں گا کہ او میرا غیرت مند امام، او میرا غیور امام آج تو آپ اتنی بات برداشت نہیں کر سکے، کہ آپ کی شہزادیوں کے رونے کی آواز آپ کے صحابیوں کے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ یا علیؑ مجھے اتنا فرماؤ اس وقت

جنت میں آپ کی کیا حالت ہوئی، جب یہی آپ کی شہزادیاں ہوں گی، بی بی کوفے کا دربار ہوگا، تیری شہزادیوں کے سر پر کوئی چادر نہ ہوگی، اور جیسا جب دربار میں آئیں گی، تو زینب خالیہ ایک طرف بیٹھ جائیں گی اور پھر دربار کا مالک پوچھے گا: "من ھذہ؟" یہ بی بی کون ہے؟ اور وہ بی بی جو؟ میں کہا کرتا ہوں: اے کاش قیامت کا زلزلہ آجاتا، اے کاش کچھ بھی ہو جاتا، اے کاش لوگ اندھے ہو جاتے، اور حیدر کرارؑ کی شہزادیوں کا یہ حشر نہ دیکھتے۔ اور یہ بات نہ سنتے کہ درباری کہہ رہے تھے: ھذہ زینب و ام کلثوم۔ یہ علیؑ کی بڑی شہزادی زینب خالیہؑ ہے، اور وہ ان کی چھوٹی شہزادی امِ کلثومؑ ہے۔

شامیاں بستند بازو زینبؑ و کلثومؑ را

اے فلک آن ابتداء و این اِنتہائے اہلِ بیتؑ

اگر ایسا نہ ہوتا تو واقعہ کربلا یقیناً نہ ہوتا۔ مُسلمانوں کی جرأت بڑھ گئی تھی، آلِ محمدؐ کی توہین کرنے کی، ان کو شہید کرنے کی، اور بیبیوں کو قید کرنے کی، اور دربار میں لانے کی۔ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین

☆

تیسری مجلس

اتحاد بین المسلمین

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مد ظلہ العالی قبلہ رئیس المومنین

اتحاد بین المسلمین

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ اشرف الانبیاء و المرسلین و اهل بیته الطاہرین المطہرین المعصومین اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ المجید و الفرقان الحمید اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا (توبہ:۱۱۹) (صلوات)

ارشادِ رب العزت ہے اے ایمان کے دعویدارو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ اور اس وقت تک نہ مرو جب تک صحیح معنوں میں مسلمان نہ بن جاؤ۔ اور سب کے سب مل کر اللہ کے دین کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو، اور آپس میں اختلاف واعتراض نہ کرو۔ (صلوٰۃ)

اگرچہ اس سال بڑے خطرات تھے، بڑی ہا و ہوتھی، خارجیت، ناصبیت، نہرویت، اور شیطانیت نے بڑے بڑے پروگرام پھیلائے ہوئے تھے کہ عزادارانِ حسینؑ کو اور ملت گریہ ان کو دھمکیاں دے رہے تھے کہ ہم جلسے نہیں ہونے دیں گے، ہم جلوس نہیں نکلنے دیں گے، عزاداری حسینؑ نہیں ہونے دیں گے۔ لیکن الحمد للہ دنیا اب بیدار ہورہی ہے۔ اور یہ سمجھ رہی ہے کہ حسین بن علیؑ کسی ایک قوم، کسی ایک ملت، کسی ایک ملک کے محسن نہیں، بلکہ وہ پوری کائناتِ عالم کے شریف انسانوں کے محسنِ اعظم ہیں۔ (نعرہ)

اس لیے سنی شیعہ مسلمانوں نے مل کر یزیدیوں کے پروگراموں کو خاک میں ملا دیا، اور اس سال پاکستان کا عاشورہ اس شان اور آن کے ساتھ اختتام پذیر ہوا کہ میں کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کی پینتالیس سالہ تاریخ میں اس امن و آشتی کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ (نعرہ)

ہم یہاں اپنے برادرانِ اہلِ سنت والجماعت کے بھی شکرگزار ہیں کہ انھوں نے ہمارے ساتھ ہر جگہ تعاون کر کے یزیدیوں کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا، وہاں ہم اپنی مرکزی حکومت اور صوبائی حکومت کے بھی ممنونِ احسان ہیں کہ انھوں نے امن و امان رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ان شاء اللہ ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی اس سے بڑھ کر شان و شوکت کے ساتھ یادِ حسینؑ منائی جائے گی اور دُنیا کو بتایا جائے گا کہ حسینؑ، اُس کا حسینؑ اس کا حسینؑ، حسینؑ تیرا، حسینؑ میرا، حسینؑ ربّ کا، حسینؑ سب کا۔ (نعرہ)

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

جس شان اور جس بان، اور جس آن میں اتحاد اور جس اتفاق کا اہلِ پاکستان نے اور اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام نے مظاہرہ کیا ہے کہ ہر دَور میں ملک کے ہر خیر خواہ کی یہ پوری خواہش ہے کہ یہ فضاء ہمیشہ کے لیے برقرار رکھی جائے اور جو لوگ کفر کے فتوے لگا کر حسینؑ بن علیؑ کی مخالفت فرما کر اور یزید پلید کی حمایت کر کے تفریق بین المسلمین کے مذموم بیج بو رہے ہیں، یہ مسلمانوں کا فرض ہے، پاکستان کے خیر خواہوں کا فرض ہے کہ وہ ان کے نامسعود ارادوں کو متحد ہو کر خاک میں ملا دیں، اور ان کو بتا دیں کہ مسلمانوں کو کافر بنانا کوئی دین کی خدمت نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے کہ تو کافروں کو مسلمان بناؤ۔ جو لوگ اہلِ ایمان کو بے ایمان بنا رہے ہیں ان کو بتا دو ایمان والوں کو

بے ایمان بنانا یہ کوئی ایمان کی خدمت نہیں، ہوسکتا ہے تو بے ایمان کو مل کر ایمان دار بنا دو۔ اسی طرح نیکوکاروں کے عملوں کو ضائع کرنا کہ فلاں کی نماز باطل، فلاں کا روزہ باطل، فلاں کی عبادت باطل، عبادت گزاروں کی عبادتوں کو باطل قرار دینا یہ پیغمبر کے دین کی کوئی خدمت نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ تو بدعملوں کو نیکوکار بناؤ اور دنیا والوں کو بتاؤ کہ ہمارا خدا ایک، ہمارا مصطفیٰ ایک، ہمارا کعبہ ایک، ہماری کتاب ایک، ہمارا حشر ایک، ہمارا نشر ایک۔ یہ پاکستان بنایا تو سنی شیعہ مسلمانوں نے مل کر، اگر دونوں جنگوں میں بچایا تو دونوں مذہبوں نے اور دونوں مسلمانوں نے آپس میں مل کر، جب پاکستان پر دو بار انڈیا نے حملہ کیا تھا تو ہمارے میدانِ جنگ امام باڑے نظر آتے تھے۔ ہر جگہ علیؑ علیؑ کے نعرے بلند ہوتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اُس دور میں حبیب جالب نے کہا تھا:

سپاہِ ملک جب بڑھی لگا کے نعرہ علیؑ
عدو کے ہوش اُڑ گئے وطن کی ہر بلا ٹلی

آج پھر آپ کا بزدل دشمن آپ کی سرحدوں پر دستک دے رہا ہے۔ اگر ان کے مذموم ارادوں کو ناکام بنانا ہے، اگر پاکستان کو اسلام کا مستحکم قلعہ بنانا ہے، اگر پاکستان کو اسلام کو ناقابلِ تسخیر بنانا ہے، اگر اسلام اور پاکستان کو صبح قیامت تک قائم و دائم رکھنا ہے تو دونوں سنی شیعہ بھائی بھائی بن جاؤ اور دنیا کو بتا دو کہ سنی شیعہ بھائی بھائی، یہ خارجی قوم کہاں سے آئی؟

آج وہ لوگ جب پاکستان بن رہا تھا تو وہ کانگریس کی آغوش میں بیٹھ کر ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔ اور پاکستان بنانے والے قائداعظم کو کافر اعظم قرار دے رہے تھے، یہ قائداعظم ہے کہ کافر اعظم۔ تو جب پاکستان بن گیا تو آج پاکستان بنانے والوں کو، پاکستان بچانے والوں کو وہ کافر قرار

وسے دے چکا ہوں تو میں اور کچھ نہیں کہتا، پیغمبر اسلام ﷺ کا فرمان نقل کرنا چاہتا ہوں، اور جو کنز العمال وغیرہ میں موجود ہے، پیغمبر فرماتے ہیں کہ جو اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے وہ پلے باندھ لے کہ وہ خود مسلمان نہیں ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ کافروں کو مسلمان بناؤ۔

معیارِ اسلام کیا ہے؟

قرآن کہتا ہے:

لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء، ۹۴)

جو تمہیں سلام علیکم کہہ دے تمہیں اس کو کافر کہنے کا کوئی حق نہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں، مشکوٰۃ شریف گواہ ہے، جو ہماری طرح نماز پڑھے، جو کعبہ کو قبلہ بنائے، جو مسلمانوں کے ذبح شدہ حیوان کا گوشت کھائے، وہ مسلمان بن جاتا ہے، اس کے مال، اس کی جان، اور اس کی ناموس کی حفاظت کرنا خدا اور رسولؐ کے ذمے لازم ہے۔

یہ ہے "معیارِ اسلام" اور......

معیارِ ایمان کیا ہے؟

پیغمبر گرامی قدر ﷺ فرماتے ہیں، سنی شیعہ مسلمانوں کی کتابیں چھلک رہی ہیں کہ:

"یا علی حبك ایمان و بغضك کفر و نفاق"

اے میرے بھائی علیؑ! تیری محبت کا نام ایمان ہے اور تیرے بغض کا اور تیری عداوت کا نام کہیں کفر، کہیں شرک، اور کہیں منافقت ہے۔

میں کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگانا چاہتا۔ منے ہوئے مسلمانوں کو آپس میں لڑانا نہیں چاہتا ہوں، لڑانا ابلیس کا کام، لڑانا شیطان کا کام ہے، لڑنے والوں کو منانا ربِ رحمٰن کا کام ہے، اس لیے میں لڑانے کے لیے نہیں

بلکہ منانے کے لیے، فتنہ فساد پھیلانے کے لیے نہیں بلکہ فساد کی آگ بجھانے کے لیے آیا ہوں۔

میں عرض کرتا ہوں اپنے بارے میں کہ کیا ہم نماز نہیں پڑھتے؟ یقیناً پڑھتے ہیں۔ ساری کائنات جانتی ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، اور ہماری مسجدیں موجود ہیں، اور نمازِ جمعہ بھی پڑھتے ہیں۔ کیا ہم کعبے کو قبلہ نہیں سمجھتے؟ یقیناً سمجھتے ہیں۔ کیا ہم مُسلمانوں کے ذبح شدہ حیوان کا گوشت نہیں کھاتے؟ یقیناً کھاتے ہیں۔ تو کیا جب ہم ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو اسلام کے قاعدے کے مطابق "السلام علیکم" نہیں کہتے؟ یقیناً کہتے ہیں۔ ہمارے مخالف بھی مانیں گے تو قرآن کہتا ہے جو تمہیں "السلام علیکم" کہے اسے کافر نہ کہو۔ پیغمبرؐ کیا فرماتے ہیں کہ جو کعبہ کو قبلہ سمجھ کے نماز پڑھے، مُسلمانوں کے ذبح شدہ حیوان کا گوشت کھائے، اس کو مُسلمان سمجھو یا اس کو کافر اور بے ایمان کہو؟

لہٰذا ہم اللہ کے قرآن کے مطابق بھی مُسلمان ہیں، پیغمبرؐ کے فرمان کے مطابق بھی مُسلمان ہیں۔

آگے بڑھو، کیا ہم حیدرِ کرارؑ سے محبت کا اقرار نہیں کرتے؟ ہماری اذان گواہ ہے، ہماری اقامت گواہ ہے، ہمارا کلمہ گواہ ہے کہ ہمارا اوڑھنا، ہمارا بچھونا، ہمارا جینا، ہمارا مرنا، ہماری خوشی، ہمارا غم، علیؑ ولی کی ولایت کا دُوسرا نام ہے۔ (نعرہ)

تو نبیؐ فرماتے ہیں کہ: یا علیؑ! تیری محبت کا نام ہے ایمان۔ تو پتا چل گیا کہ ہم مُسلمان بھی ہیں، اور ہم اہلِ ایمان بھی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دُوسروں کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

شیعہ کو کافر کہنے والے کون ہیں؟

آگے بڑھو۔ جو لوگ "کافر کافر شیعہ کافر" کی گردانیں کر رہے ہیں، میں

پوچھنا چاہتا ہوں کہ: آیا ان کا تعلق مکتبِ دیوبند سے ہے، یا ان کا تعلق اہلِ حدیث سے ہے، یا وہ خود بتائیں کہ ان کا تعلق کس مذہب سے ہے، کس ملت سے اور کس مکتبِ فکر سے ہے۔

اہلِ سنت نے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا

اہلِ السّنت والجماعت تو ہمارے بھائی ہیں، جس طرح ہمارا اوڑھنا، ہمارا بچھونا، محبت اہلِ بیتؑ ہے، وہ بھی کہتے ہیں "یارسول اللہؐ"۔

ایماں جسے کہتے ہیں عقیدے میں ہمارے
وہ تیریؐ محبت تیریؐ عترتؑ کی وِلا ہے

اب رہ گئے دوسرے حضرات اگر کوئی دیوبندی کہہ کر ہمیں کافر کہتا ہے، تو مَیں اور کچھ نہیں کہتا۔ میں صرف ادب کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ اپنے مذہب کی ابجد سے ناواقف ہے، مَیں عرض کرتا ہوں اور عرض کر رہا تھا کہ اگر ان کا تعلق مکتبِ دیوبند سے ہے تو وہ اپنے مذہب سے ناواقف ہے۔

دیوبندیوں کے اکابر نے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا

جب سے دیوبند بنا، مذہب دیوبند کے بانی (مولانا خورشید حسین المعروف بہ قاسم نانوتوی) سے لے کر آج تک کے اکابر دیوبند نے ایک لمحے کے لیے اور ایک لحظے کے لیے شیعیانِ حیدرِ کرار کو کافر کہنے کی جرأت نہیں کی ہے، بلکہ موجودہ دَور کے مفتیٔ اعظم کا فتویٰ یہ ہے کہ: "شیعیانِ حیدرِ کرار کو جو اسلام کا ایک عظیم فرقہ ہے"۔ ان کا فتویٰ چھپ کر تقسیم بھی ہو رہا ہے جو شیعیانِ حیدرِ کرار کو کافر کہتا ہے، اس کو اپنے اسلام پر نظرِ ثانی کرنی چاہیے۔ (نعرہ)

اکابر اہلِ حدیث نے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا

اگر ان فتویٰ فروشوں کا تعلق جماعت اہلِ حدیث سے ہے تو آج تک اکابر اہلِ حدیث نے شیعیانِ حیدرِ کرار کے کفر کا فتویٰ دیا ہی نہیں۔

ائمہ اربعہ نے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا

مزید برآں میں کہتا ہوں کہ جو لوگ کافر کافر شیعہ کافر کی رٹ لگا کر پاکستان کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں، جو اسلام کو کمزور کر کے اس کو غیروں کے لیے لقمۂ تر بنا رہے ہیں، ان سے چار اماموں کے متعلق میں سوال کرتا ہوں کہ کس امام کو مانتے ہیں، امام اعظم کو مانتے ہیں، امام مالک کو مانتے ہیں، یا امام شافعی کو مانتے ہیں یا امام احمد بن حنبل کو؟ وہ جس کا چاہیں مجھے نام بتائیں، میرا دعویٰ ہے کہ ان چار مذہبوں کے اماموں میں سے کسی ایک امام نے بھی آج تک شیعیانِ حیدر کرار کے کفر کا تصور بھی نہیں کیا...... تو میرا دعویٰ ہے کہ ان کے بارے میں یہ کہنا تہمت ہے، بہتان ہے۔ مجھے چار اماموں میں سے کسی ایک امام کا فتویٰ دکھائیں کہ انھوں نے شیعیانِ حیدرِ کرار کو کافر کہا ہو۔ لیکن کسی ایک امام کا فتویٰ صبح قیامت تک کوئی مائی کا لال ثابت نہ کر سکے، تو میں اتنا مطالبہ اپنی حکومت سے کروں گا، اسمبلی سے کہوں گا، اور مرکزی حکومت سے مطالبہ کروں گا کہ ان فتویٰ فروشوں سے کہیں کہ چار اماموں میں سے کسی امام کا فتویٰ دکھائیں۔ اور اگر نہ دکھا سکیں تو ان کے منہ میں لگام دیں، تاکہ وہ مسلمانوں کو کافر نہ بنا سکے۔ چاروں امام امام مالک، امام اعظم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل۔ تمام اسلامی ممالک اور تمام اسلامی مکتب فکر شیعیانِ حیدر کرار کے بارہ امام تو دنیا جانتی ہے، ہمارے بھائیوں کے بس چار امام ہیں، تو یہ ان چاروں اماموں میں سے کسی امام کا فتویٰ ہمارے کفر کے بارے ثابت فرمائیں اور اگر قیامت تک ایسا ثابت نہ کر سکیں، اور نہیں کر سکیں گے۔ "وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا" (اسراء:۸۸) تو میں حکومت سے کہوں گا، مسلمان بھائیوں سے کہوں گا، پاکستان کے پُرامن شہریوں سے کہوں گا، پاکستان کے خیرخواہوں سے

کہوں گا، اسلام کے ہی خواہوں سے کہوں گا کہ اگر پاکستان بچانا ہے، اگر اسلام کو زندہ جاوید بنانا ہے تو پکی پکی روٹی پڑھے ہوئے غیروں کے ایجنٹ ان ملاؤں کے گلوں میں پٹا بھی ڈالیں، ان کے مُنھ میں لگام بھی دیں، تاکہ مُسلمانوں کو کافر نہ کہیں۔

میرے بھائیو، سنیو، شیعو، پاکستان کے ہم وطن شہریو!

اس وقت پاکستان خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ داخلی اِنتشار، خارجی اِنتشار، آپ کا عیار دشمن ہندوستان آپ کے دروازے پر دستک دے رہا ہے، ادھر آپ کا دشمن آپ کے خدا کا دشمن، آپ کے مصطفیٰؐ کا دشمن رُوس، افغانستان کے راستے سے آپ پر بم پھینکنے کے پروگرام بنا رہا ہے، جنگ چھیڑنے کے بہانے تلاش کر رہا ہے۔ پاکستان چکی کے دو پاٹوں میں گھرا ہوا ہے، اِدھر سے انڈیا، اُدھر سے رُوس۔ اِن حالات میں ہر ملک کے خیر خواہ کا، ہر ملت کے ہی خواہوں، خیر خواہوں کا یہ فرض منصبی ہے کہ داخلی اِنتشار کو اور جھگڑوں کو ختم کر کے تمام پاکستانیوں کو، تمام کلمہ گوؤں کو تمام شیعہ سنی کو مُسلمانوں کو ایسے متحد کرے کہ مُسلمان ایک ایسی مستحکم چٹان بن جائیں کہ انڈیا ٹکرائے تو اس کا سر پاش پاش ہو جائے۔ اگر رشیا ٹکرائے تو اس کا سر پاش پاش ہو جائے، پر اِسلام کی دعوت رُکنے نہ پائے، ادھر اسلام بھی خطرے میں، پاکستان بھی خطرے میں، آج ایک سلمان رُشدی نہیں، عالم اِستعمار رشیا اور امریکہ نے بے دین نام نہاد سپر طاقتوں نے اِسلام کو مٹانے کے لیے خصُوصاً پاکستان کو تباہ کرنے کے لیے آج ایک بین الاقوامی سازش تیار کی ہے کہ خدا کو نشانہ بناؤ، مصطفیٰؐ کو نشانہ بناؤ، اسلام کے مُقدسات کا مذاق اُڑاؤ، وہ تحریر کے ذریعے تقریر کے ذریعے انتشار پھیلا رہے ہیں اور اسلام کے خلاف زہر اُگل رہے ہیں، تو میں مُسلمانوں سے سوال کرتا ہوں کہ اگر

پاکستان کے خلاف، اسلام کے خلاف تمام باطل طاغوتی جبروتی طاقتیں تمام لادینی طاقتیں اپنے ہزاروں اختلافات کے باوجود آج اگر یہودیت نصرانیت ہندو، سکھ اگر ساری باطل طاقتیں اسلام کے خلاف ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی ہو سکتی ہیں، پاکستان اور اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوشش کر سکتی ہیں، تو وہ مسلمان کہ جن کا خدا بھی ایک، جن کا مصطفیٰ بھی ایک، جن کا قبلہ بھی ایک، جن کی کتاب بھی ایک اور جن کا حشر بھی ایک جن کا نشر بھی ایک، جن کا جینا بھی ایک جن کا مرنا بھی ایک اور جن کا نفع و نقصان بھی ایک۔ کیا وہ اسلام کی خاطر اور پاکستان کی خاطر ایک جگہ اکٹھے ہو کر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (نعرہ)

لوگ خدا کا مذاق اڑاتے ہیں، خدا کا انکار کر رہے ہیں، لوگ مصطفیٰ کا انکار کر رہے ہیں، لوگ مصطفیٰ کو گالیاں بک رہے ہیں، لوگ ہماری نمازوں کا مذاق اڑا رہے ہیں، لوگ قرآن کے جواب میں کتابیں چھاپ رہے ہیں، لوگ قبلہ اول کو بم سے اڑانے کے پروگرام بنا رہے ہیں، لوگ ہمارے قبلہ اول بیت المقدس پر اپنے پرچم لہرانے کے خواب دیکھ رہے ہیں، اور یہاں شور بلند ہے ہر گلی میں ہر کوچے میں کہ فلاں قرآن کو نہیں مانتا، فلاں نبی کو نہیں مانتا، فلاں مصطفیٰ کو نہیں مانتا، فلاں اسلام کو نہیں مانتا، فلاں خدا کو نہیں مانتا تو کیا یہودی مانتے ہیں۔

اگر مسلمان مصطفیٰ کو نہیں مانتے تو کیا نصرانی مانتے ہیں؟ اگر مسلمان قرآن کو نہیں مانتے تو کیا یہودی مانتے ہیں؟ اگر مسلمان قیامت کو نہیں مانتے تو کیا دہریے مانتے ہیں؟ اب ان جھگڑوں سے نکلتے ہیں تو پھر صحابہ صحابہ کی رٹ شروع ہو جاتی ہے کہ فلاں صحابہ کو نہیں مانتا، جو صحابہ کا منکر وہ خدا کا منکر، جو صحابہ کا منکر وہ مصطفیٰ کا منکر۔

او شور مچانے والو! مجھے پاکستان میں ایک منکر صحابہ تو دکھاؤ۔ (نعرہ)

ہم شیعیانِ حیدر کرار ایک بار نہیں ہزاروں بار، ہزاروں بار نہیں ہم لاکھوں بار، تقریروں میں تحریروں میں رسالوں میں کتابوں میں بار بار لکھ چکے ہیں، اور کہہ چکے ہیں، اور ایک بار پھر کہتا ہوں کہ پوری ملت جعفریہ کی طرف سے کہتا ہوں، تمام عالم اسلام کے شیعیانِ حیدر کرار کی طرف سے کہتا ہوں کہ جو پیغمبر اسلام کے مخلص صحابہ ہیں، جان نثار صحابہ ہیں، ہم ان صحابہ کرام کی جوتیوں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا سعادت جانتے ہیں۔

اگر بقول ان ملاؤں کے جو صبح شام لاؤڈ سپیکروں پر مسجدوں میں محافلوں میں محلوں میں گلیوں میں، کوچوں میں یہ رٹ لگاتے ہیں کہ کافر کافر شیعہ کافر، اس لیے کہ وہ صحابہ کو نہیں مانتے، تو اولاً تو میں نے عرض کر دیا کہ صحابہ کا منکر کوئی نہیں لیکن دو منٹ کے لیے بفرض محال فرض کر لیں، اگر دن کو رات فرض کر لیا جائے تو وہ رات دن نہیں بن جاتی، دن کو رات فرض کیا جائے دن رات نہیں بن جاتا۔

میں کہتا ہوں کہ ہم یا کوئی اور صحابہ کو نہیں مانتا تو مجھے بتاؤ صحابہ کے نہ ماننے کو کفر کیسے کہتے ہیں؟...... پہلے مجھے معیارِ کفر بتاؤ۔ کفر کا معیار کیا ہے؟ کفر کا میزان کیا ہے؟

کفر کیا ہے؟ اُصولِ دین میں سے کسی کا انکار کفر ہے

اصول دین میں سے کسی اصل کے نہ ماننے کا نام کفر ہے تو ہمارے بھائیوں کے جو صحابہ کا زیادہ پرچار کرتے ہیں، ہاں ان کے ہاں اصول دین تین ہیں۔

① اول توحید ② دوم رسالت ③ سوم قیامت

عدالت، اور امامت ان کے اُصول میں داخل نہیں، تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کیا صحابہ کو ماننا توحید ہے؟ کیا صحابہ کو ماننا رسالت ہے؟ کیا صحابہ کرام کو ماننا عقیدہ قیامت ہے؟

صحابہ کو ماننا ضروریات ایمان سے نہیں

جب ان تینوں عقیدوں (توحید، رسالت، قیامت) میں سے کوئی بھی عقیدہ صحابہ کا ماننا نہیں تو میں کہتا ہوں خدا کا منکر کافر، رسول کا منکر کافر، قیامت کا منکر کافر۔ ہر دو فرقے یہی کہتے ہیں۔ پر صحابہ کرام کو ماننا نہ عقیدہ توحید میں شامل، صحابہ کو ماننا نہ عقیدہ رسالت میں شامل، صحابہ کو ماننا نہ عقیدہ قیامت میں شامل۔ اگر کوئی انکار کر دے تو کافر کیسے بن جائے گا؟

اگر فروعِ دین کو لے لو تو کہیں نماز، کہیں روزہ، کہیں حج، کہیں زکوٰۃ، کہیں زکوٰۃ کہیں خمس وغیرہ...... صحابہ کرام کو ماننا نہ اصول میں داخل نہ فروعِ دین میں داخل۔ تو لہٰذا اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ نہ منکرِ اصول ہے نہ منکرِ فروع، تو یہ کفر کا فتویٰ کہاں سے آ گیا؟ اور پھر یہ فتویٰ دینے والے جواپنے مذہب کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔

آؤ میں امام اعظم کا فتویٰ سناؤں، حضرت امام اعظم وہ ہیں جو تقریباً پاکستان کے تمام اہل سنت والجماعت بھائی خواہ بریلوی ہوں یا دیوبندی، وہ حضرت امام اعظم کے مقلد ہیں۔ امام اعظم کی اپنی لکھی ہوئی کتاب جس کا نام "فقہ اکبر" ہے، اس کی شرح علامہ ملا علی قاری نے لکھی ہے، جس کا نام "شرح فقہ اکبر" ہے، جو انڈیا میں چھپ چکی ہے، پاکستان میں بھی چھپ چکی ہے۔ مصر میں چھپ چکی ہے۔

بزرگ صحابہ کو گالیاں دینا کفر نہیں

امام اعظم فرماتے ہیں: "بزرگ صحابہ کو گالیاں دینا کفر نہیں"۔

اگر کوئی انکار کر دے تو وہ کافر کیسے بن جائے گا؟ اگر کوئی بندہ شیخین یعنی صحابہ میں سے دو بزرگوں کی خلافت کا انکار کر دے تو وہ کافر نہیں ہے۔ (نعرہ)

اگر معاذ اللہ کوئی ان بزرگوں کو گالیاں بھی بکے تو وہ فاسق ضرور ہے،

فاجر ضرور ہے، پر کافر نہیں ہے۔ اگر ان دو بزرگوں کو قتل بھی کر دے تو ان کا قاتل فاسق بھی ہے فاجر بھی ہے، گناہگار بھی ہے، بدکار بھی ہے، پر دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہے۔

جو خدا کو مانتے ہیں، جو نبی کو مانتے ہیں، جو کعبہ کو قبلہ مانتے ہیں، جو قرآن کو آخری کتاب مانتے ہیں، جو قیامت کو برحق جانتے ہیں، جو نماز کو واجب سمجھ کے ادا کرتے ہیں، جو زکوۃ کو لازم سمجھ کے ادا کرتے ہیں، مزید برآں خمس بھی دیتے ہیں، حج بیت اللہ کو اسلام کا رکن سمجھ کر بجالاتے ہیں، جہاد کرنا ایمان جانتے ہیں۔ اسلام کے ہر رکن پر ایمان رکھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں، تو بتاؤ ان بیچارے شیعوں کا قصور کیا ہے کہ ان کی توحید پہ تمہیں اعتبار نہیں؟

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

میں کیا عرض کروں، ختم کرتا ہوں۔ میں آپ حضرات سے کہتا ہوں، جو ہمیں کافر کہتے ہیں، ان سے کہتا ہوں، آپ کے توسط سے اپنے سنی بھائیوں مسلمانوں کے وسیلہ سے اپنی مرکزی حکومت تک اپنی یہ آواز پہنچانا چاہتا ہوں، توجہ سے سنو۔ اور میرے جملوں کو آگے جہاں تک ہوسکے پھیلاؤ کہ حکومت دو کاموں میں سے ایک کام کرے۔

حکومت کیا انتظام کرے

اگر پاکستان کو جائے امن بنانا ہے، اگر پاکستان کو بچانا ہے، اگر مفسد ملاؤں کے شر سے اسلام کو نجات دلانا ہے، اور منت شت کی کوکڑ کو ختم کرنا ہے، یہ کفر کے فتووں کو دفن کرنا ہے تو مرکزی حکومت اپنی مرکزی سطح پر تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء فضلاء کو اکٹھا کرے، پھر ان

بی کرائے گفتگو۔ پھر ٹی وی پر تمام اہل پاکستان کو دکھائے، تاکہ قیامت تک فیصلہ ہوجائے کہ کافر کون ہے اور مسلمان کون ہے۔ (نعرہ)

حکومت یہ انتظام کرے، یہ اہتمام کرے، تاکہ ہمیشہ کے لیے یہ ہک ہک ختم ہوجائے، یہ جھک جھک ختم ہوجائے، یہ فتویٰ فروشی ختم ہوجائے، یہ اسلام فروشی ختم ہوجائے، فتنہ وسازش ختم ہوجائے، تہمت تراشی ختم ہوجائے۔

اور اگر حکومت ایسا نہیں کرسکتی تو پھر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اگر ملک بچانا ہے، اگر اسلام بچانا ہے، اگر اپنی حکومت کو بچانا ہے، مسلمانوں کو کافر کہنے والے غیروں کے ایجنٹوں کو اسلام کے دشمنوں کو، پاکستان کے دشمنوں کو، اسلام کے غداروں کو اور اغیار کے وفاداروں کو ان کے گلے میں پٹا بھی ڈالے اور منھ میں لگام بھی دے۔ پاکستان اس سے زیادہ کا متحمل نہیں ہے۔

عبرت حاصل کرو

ہمارا "مشرقی پاکستان" "بنگلہ دیش" بنا، تو ان ملاؤں کی فتنہ سامانیوں کی وجہ سے، آج بچے کھچے پاکستان میں کہیں صوبے کے جھگڑے، کہیں زبان کے جھگڑے، کہیں پنجابی اور سندھی کے جھگڑے، کہیں بلوچی اور پٹھان کے جھگڑے، کہیں سنی اور شیعہ کے جھگڑے، کہیں عزاداری کے جھگڑے، کہیں کفر اور اسلام کے جھگڑے۔

نئی نسل کی تربیت

خدا کے لیے اسلام پر بھی رحم کرو اور پاکستان پر بھی رحم کرو اور اگر ان کو نہ روکا گیا، نہ اسلام کی خیر ہوگی نہ پاکستان کی خیر ہوگی۔ اس لیے میں اسلام کے نام پر، میں پاکستان کے پاک نام پر خالق اکبر کے نام پر پیغمبر اسلامؐ کی عظمت اور ناموس کے نام پر گزارش کرتا ہوں کہ:

خدا کے لیے ہوش کے ناخن لو۔ پاکستان کو لبنان نہ بناؤ، اور

نئی نسل کو نئی پود کو کالجوں میں پڑھنے والی اولادوں کو اسلام سے برگشتہ نہ بناؤ۔ ورنہ اگر آپ نے یہی اسلام کا نقشہ پیش کیا کہ فلاں کا گھر جلا دو، فلاں کی دکان لوٹ لو، فلاں کی عزت پے ڈاکا ڈالو، فلاں کو قتل کر دو، فلاں کا قتل مباح، فلاں کا مال مباح، فلاں کی عزت مباح، تو نئی نسل یہی کہے گی کہ جس اسلام میں ہماری جان محفوظ نہیں، جس میں ہماری عزت و ناموس محفوظ نہیں ہے، ہمارا گھر بار محفوظ نہیں، ہمیں ایسے دین کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اسلام کس چیز کا نام ہے؟

میرے سنی شیعہ بھائیو! یہ مت سمجھو کہ ہمارے دین کا نام اسلام ہے۔
"ان الدین عند اللہ الاسلام" (آلِ عمران:۱۹)

اِسلام صلح و آشتی و پیار کا نام ہے، اِسلام محبت کا نام ہے، اِسلام اخوت کا نام ہے، اِسلام بھائی چارے کا نام ہے، اِسلام ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا نام ہے۔

اسلام کا خلاصہ کیا ہے؟

"جیو اور جینے دو"...... ذاتی انتقام لینے ہیں تو اور میدان بہت ہیں، لڑنا ہے تو اور میدان بہت ہیں۔ اسلام کو ذاتیات کا آلہ کار نہ بناؤ۔ ذاتیات پہ اسلام کی خول نہ چڑھاؤ۔ اسلام بچاؤ، پاکستان بچاؤ۔

جو اسلام کا غدار ہے وہ پاکستان کا بھی غدار ہے

یہ جو مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے ہیں، اِسلام کے غدار ہیں، وہ پاکستان کے بھی غدار ہیں۔ جو پاکستان کا دوست ہے وہ اِسلام کا بھی دوست ہے، وہ بھی اتحاد چاہتا ہے۔

پاکستان سنی شیعہ نے مل کر بنایا تھا

اس لیے خوابِ غفلت سے جاگو، اور دنیا کو بتاؤ کہ ہم نے پاکستان سنی شیعہ نے مل کے بنایا تھا۔ دونوں جنگوں میں ہم نے اسے مل کے بچایا تھا۔ آئندہ بھی اگر اسے قائم رکھنا ہے تو دونوں نے مل کے قائم رکھنا ہے۔ ایک دوسرے کو برداشت کرو، ایک دوسرے کو گوارہ کرو، حقیقت ہے، چودہ صدیاں گزر گئیں نہ ہم کسی اور کو ختم کر سکے۔ نہ بنی امیہ، بنی عباس جیسی جابر طاقتیں ہمیں ختم کر سکیں تو آج کے چند ملا کیا ختم کریں گے۔

نورِ خُدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سن لیں میری طرف سے یزیدانِ عہد
نامِ حسینؑ ان سے مٹایا نہ جائے گا

واجب ہوگئی ہے عزاداریٔ حسینؑ ہم پہ
جھوٹوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

☆

اپنے اندر برداشت کا مادہ پیدا کرنے کی ضرورت

ہم تو خصوصًا مظلوموں کے ماننے والے ہیں، پُرامن اماموںؑ کے ماننے والے ہیں، پُرامن دین کے ماننے والے ہیں، آپ امن اور امتنان کا مظاہرہ فرمائیے۔ جب تک پانی سر سے اونچا نہ ہوجائے، قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کی جائے، اپنی حکومت کے ساتھ بھی تعاون کرو، اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی تعاون کریں۔ اپنے اندر برداشت کا مادہ پیدا کریں۔

ہاں اگر پانی سر سے اونچا ہو جائے تو پھر پاک قرآن بھی حق دیتا ہے اور اسلام بھی حق دیتا ہے اور ملک کا قانون بھی حق دیتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت ہم سے یہ حق نہیں چھین سکتی۔ اس لیے ہم کسی کو چھیڑنا نہیں چاہتے۔ ہم کسی کو تکلیف پہنچانا نہیں چاہتے۔

ہم جانتے ہیں کہ بانی اسلام نے مُسلمان کی تعریف بھی یہی کی ہے کہ "مُسلمان وہ ہوتا ہے کہ جس کے ہاتھوں سے اور جس کی زبان سے باقی مُسلمان محفوظ نظر آئیں"۔

مومن وہ ہوتا ہے جس کو لوگ اپنی جان اپنے مال اپنے ناموس کا امین بناتے ہوئے نظر آئیں۔ ہم پہلے انسان ہیں، پھر مُسلمان ہیں، پھر اہلِ ایمان ہیں۔

کسی کو اذیت پہنچانا، کسی پہ پہل کرنا، کسی بد عمل کی بدعملی کو پھیلانا، کسی کے امن میں خلل ڈالنا، ہمارا شیوہ نہیں ہمارا شعار نہیں، پر دنیا یہ بھی سن لے اگر کوئی خواہ مخواہ ہمیں چھیڑے تو خواہ مخواہ چھیڑنے والوں کو چھوڑنا بھی ہمارا طریقہ کار نہیں ہے۔ (نعرہ)

اس لیے آؤ الحمد للہ! محرم کا عشرہ ۱۹۸۰ء میں جو پیغمبر کا سال ہے، کیونکہ پیغمبر کی ہجرت کو پورے ۱۴۰۰ سال ہو گئے ہیں۔ لہٰذا آؤ سارے مُسلمان مل کر آئندہ بھی اس فضا کو اس بھائی چارے کی فضا کو اس رواداری کی فضا کو قائم رکھیں دائم رکھیں اور دنیا کو بتائیں کہ حسینؑ اس کا حسینؑ اس کا حسینؑ تیرا حسینؑ میرا حسینؑ رب کا حسینؑ سب کا۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

تو لہٰذا یزیدیت کربلا میں مر چکی تھی، آج اگر کوئی نام لیتا ہے تو جنازہ

اُبھار رہا ہے، اس میں کوئی دم نہیں، کوئی غم نہیں۔

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اِسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حسینیت زندہ ہے، زندہ رہے گی، پائندہ ہے پائندہ رہے گی، درخشندہ ہے درخشندہ رہے گی، یزیدیت مرچکی ہے، مردہ ہے مردہ رہے گی۔

☆

مصائب

تو میں دو اڑھائی جملے ذکر مصائب عرض کروں گا کہ سیدالشہداءؑ کی شہادتِ عظمٰی کے بعد کیا ہوا؟ یہ تو پہلم تک پڑھا جاتا رہے گا، میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ امام ہو یا نبی، ان کے قاتل کو ہم مسلمان نہیں سمجھتے، انھوں نے امام کا خونِ ناحق بہاکر یہ تو ثابت کر دیا کہ مسلمان نہیں تھے۔ پر میں اتنا کہوں گا کہ اگر وہ انسان ہوتے تو کم از کم علی و بتول کی لاڈلیوں کو عزت و احترام کے ساتھ مدینے پہنچا دیتے۔ کہتے جن سے ہمارا جھگڑا تھا وہ تو شہید ہو گئے، علی و بتول کی بیٹیوں سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں۔ لیکن میں تو سمجھتا ہوں ان لعینوں نے، ان بے دینوں نے، ان درندوں نے، ان حیوانوں نے زبانِ حال سے یہ نعرہ لگا کر ثابت کر دیا کہ وہ انسان بھی نہیں تھے:

لوٹو تبرکاتِ علیؑ و بتولؑ کو
قیدی بناکے لے چلو آلِ رسولؐ کو

میری زبان میں طاقت نہیں، میں سخت مصائب پڑھ کے اہلِ ایمان کی دل آزاری کرنے کا قائل نہیں کہ میں بیان کروں کہ ظالم کس بے دردی کے ساتھ خیموں میں گھسے، اور کس بے دردی سے چادریں اتاریں، اور کس بے دردی

سے گوشوارے چھینے، میں وہ تفصیلات نہیں بیان کرسکتا۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ اے کاش ظالمو! جب تم نے سب کچھ لوٹ لیا تھا، تو پھر صرف خیمے تو چھوڑ دیے ہوتے، تاکہ پردہ عصمت کی پلی ہوئی بیبیاں اپنا پردہ تو بچا سکتیں۔ اور اپنا سر تو چھپا سکتیں، پر ظالم کہتے ہیں: نہ خیمے کو چھوڑو، نہ خیمے والوں کو چھوڑو۔

آپ نے ہزار بار یہ واقعات سنے ہوں گے، اس حکم کا ملنا تھا کہ ملعونوں نے خیام حسینی کو آگ لگا دی، جب سب خیمے جل چکے، اب صرف ایک خیمہ باقی رہ گیا، جس میں اقلیم امامت کا چوتھا تاجدار زین العابدین بستر بیماری پر لیٹا ہوا تھا، جب وہ بھی آگ کی لپیٹ میں آگیا تو شریکۃ الحسینؑ زینب عالیہ نے آگے بڑھ کے مسئلہ پوچھا کہ بیٹا امام! نانے کی شریعت کا کیا حکم دیتی ہے۔ آیا جل کر مرجائیں یا باہر نکل جائیں؟ امام فرماتے ہیں: پھوپھی اماں! "انتِ عالمه غير معلمه" جان بچاؤ، باہر چلی جاؤ۔ بیبیاں کس حال میں باہر نکلیں، بحار کی بائیسویں جلد کی عبارت پڑھو کہ میرا اسلام ہو ان علیؑ کی لاڈلیوں پر، ان نبی زادیوں پر، ان چادر تطہیر کی وارث بیبیوں پر کہ جب خیموں سے باہر نکلیں تو سروں کے بال کھلے ہوئے تھے، اور بیبیاں منھ پر طمانچے مار رہی تھیں۔ اور آوازیں بلند کر رہی تھیں: وا محمداؐ، وا علیاؑ، وا حسناؑ، وا حسیناؑ، نانا آؤ اپنی نواسیوں کی بےکسی دیکھو، غیور بابا علیؑ آؤ، اپنی بیٹیوں کی بےبسی دیکھو، حسنؑ حسینؑ بھائی آؤ اپنی بہنوں، لاڈلیوں کی حالت زار دیکھو۔ پھر کہتی ہیں وا حجاباً، ہائے پردہ، نامحرموں کا مجمع عام کجا، چادر تطہیر کی وارث علیؑ و بتولؑ کی بیٹیاں کجا؟ اور ان کا سر ننگے باہر نکلنا کجا۔ دو جملے اور عرض کروں گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا، جب آخری خیمہ جل رہا تھا، تو ایک معظمہ بی بی تھی جو کبھی اندر جاتی پھر آگ کے شعلوں کی تاب نہ لاکر جلدی جلدی باہر نکل آتی۔ میں نے سوچا کہ اس بی بی کا کوئی قیمتی سامان اندر رہ گیا ہے، جس

کے بچانے کے لیے بی بی اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہی ہے۔ میں نے یکا یک دیکھا کہ جب بی بی اندر گئی تھی تو تنہا تھی، جب چند لمحوں کے بعد آگ کے شعلوں سے نکلی تو ایک بیمار نوجوان کو کاندھوں پر سوار کیا ہوا تھا، اور بی بی کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ یہ بی بی کون؟ اور یہ بیمار کون؟۔ اس نے مجھے بتایا:

"ھذہ زینب بنت علی و ھذا زین العابدین ابن الحسین"

کہ یہ علیؑ و بتولؑ کی بڑی شہزادی زینبؑ ہے اور یہ ان کا بھتیجا زین العابدینؑ ہے۔

اس وقت پتا چلا، اور اس وقت یہ راز کھلا کہ بی بی کا کوئی دُنیا کا ساز و سامان، دُنیا کا کوئی مال و منال اندر نہ تھا، وہ تو ظالم لوٹ کے چلے گئے تھے۔ باقی جل چکا تھا، یہ بھائی کی امانت تھی، یہ بی بی کے پردے کا محافظ تھا۔ ان کے نانے کے دین کا محافظ تھا۔ زین العابدینؑ۔ جس کو بچانے کی خاطر یہ محسنہ اسلام، محسنہ ایمان اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہی تھی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

☆

چوتھی مجلس

امامت

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علی رؤس المؤمنین

چوتھی مجلس

امامت

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علیٰ اشرف الانبیاء و المرسلین و اھل بیتہ الطیبین المعصومین اما بعد فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید و الفرقان الحمید اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (سورۃ البقرۃ:۱۲۴) (صلوات)

ارشاد رب العزت ہے کہ یاد کرو اس وقت کو جب خداوند عالم نے اپنے بندۂ خاص ابراہیم خلیل اللہ کا امتحان چند کلمات کے ساتھ لیا تھا، اور وہ جب اس امتحان میں کامیاب و کامران ہو گئے تو ارشادِ پروردگار ہوا: "اے میرے خلیلؑ! میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں"۔ یہ خوشخبری سُن کر جناب خلیلؑ نے التجا کی کہ اے رب العالمین! میں چاہتا ہوں کہ یہ عہدۂ جلیلہ میری اولاد میں بھی برقرار رہے۔ ارشادِ رب العزت ہوا: جو تیری اولاد میں سے ظالم ہوں گے، گناہگار ہوں گے، ان تک یہ میرا عہدۂ رسالت، عہدۂ امامت نہیں پہنچ سکے گا۔ (صلوات)

کیونکہ میں سلسلۂ امامت، ولایت، وصایت، ہدایت کے بارے میں

کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ کیونکہ میں دو چار لفظ پڑھ کے آیا ہوں ۔لیکن مجھے بھی یقین ہے میں اس کی تکمیل نہیں کرسکوں گا ۔اس لیے آپ حضرات اپنے حُسن ظن کی بناپر گمان کرتے ہیں، اور خیال کرتے ہیں، چونکہ میں چار لفظ پڑھا ہوا ہوں کہ میں معرفت امامت کے بارے میں وہ دریا بہادوں گا تو لوگوں کو بہاکے لے جائے گا ۔لیکن میں اتنا بھی جانتا ہوں، اس اپنے علم و دانش کے مطابق میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ میں نے اللہ کے قرآن سے، اور محمدؐ و آلِ محمد علیہم الصّلوٰۃ والسلام کے فرمان سے حاصل کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک ہے معرفت اجمالی، اور ایک ہے معرفت تفصیلی ۔

اگر آپ کی مراد معرفت علیؑ اور اولادِ علیؑ سے یہ ہے کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد ان کی مسند کا وارث علیؑ اور اولادِ علیؑ کے سوا کوئی اور نہیں ہے ۔

اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد کائنات ارضی و سماوی کا ہادی ورہنما علیؑ اور اولادِ علیؑ کے سوا کوئی اور نہیں ہے ۔

اگر آپ کا مقصد یہی ہے کہ اس معرفت امامت سے پیغمبر اسلامؐ کے بعد علیؑ اور اولادِ علیؑ کے سوا پیشوا اور رہنما کوئی اور نہیں ہے ۔

اگر آپ کا مقصد یہی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد اللہ کے بنائے ہوئے اور نبیؐ کے بتائے ہوئے امام علیؑ اور اولادِ علیؑ کے سوا کوئی اور نہیں ہیں ۔

اور ظاہر ہے کہ ایک مُسلمان کے مومن بننے کے لیے اتنا ہی اجمالی عقیدہ کافی ہے : "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ خَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ " کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، حسنینؑ کا نانا، اللہ کا آخری پیغمبر ہے ۔ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہے، اور حیدرِ کرار اللہ کے ولی ہیں ۔اور پیغمبرؐ کے بلافصل وصی ہیں، اور خلیفۂ بلافصل ہیں ۔ان کی ولایت، ان کی وصایت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے ۔ (نعرہ)

آسان اور عام فہم عقیدہ

یہ اجمالی عقیدہ ایسا آسان ہے کہ آپ بھی سمجھ سکتے ہیں، میں بھی سمجھ سکتا ہوں، عالم بھی سمجھ سکتے ہیں، آن پڑھ بھی سمجھ سکتے ہیں، مرد بھی سمجھ سکتے ہیں اور عورتیں بھی سمجھ سکتی ہیں۔ اور بوڑھے بھی سمجھ سکتے ہیں، بچے بھی سمجھ سکتے ہیں۔

اور اگر آپ کی مراد اور مقصد یہ ہے کہ ہم حیدرِ کرارؑ اور اُن کی عترتِ اطہارؑ کو اس طرح سمجھیں، اس طرح پہچانیں کہ جو مقام اور جو شان خالقِ دوجہان نے ان کو عطا کی ہے، اس کی حقیقت تک پہنچ جائیں۔ اس کی اصل تک پہنچ جائیں۔ اس کی پوری ماہیت کو سمجھ جائیں، تو خالق نے مصطفیٰؐ کے سوا کائنات میں کوئی ایسی ہستی پیدا ہی نہیں کی، جو علیؑ اور اولادِ علیؑ کی حقیقت تک رسائی حاصل کر سکے۔ آؤ میں اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کروں، علیؑ اور اولادِ علیؑ کی اصل حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی بھی مخلوق کے اِختیار کی بات نہیں۔ میرے پاس پیغمبر خاتمؐ کا فرمان ہے، خود حیدرِ کرارؑ کا ارشاد ہے، ان کی اولاد امجادؑ کے فرمودات ہیں۔

پیغمبرِ اسلامؐ کا فرمانِ ذی شان

پیغمبر ﷺ کا مشہورِ عالم فرمان ہے کہ:

"یَا عَلِیُّ! مَا عَرَفَ اللهَ اِلَّا اَنَا وَ اَنْتَ وَ مَا عَرَفَنِیْ اِلَّا اللهُ وَ اَنْتَ وَ مَا عَرَفَكَ اِلَّا اللهُ وَ اَنَا"

یا علیؑ! جس طرح خالق و مالک کو پہچاننے کا حق ہے، یا میں نے پہچانا ہے یا تو نے پہچانا ہے، کوئی اور خدا کو پہچان ہی نہیں سکا۔

یا علیؑ! جس طرح مجھے پہچاننے کا حق ہے، یا میرے خالق نے

مجھے پہچانا ہے، یا تو نے پہچانا ہے۔ کوئی اور میری حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔

اور یا علیؑ! جس طرح تیری حقیقت اور تیری اصلیت کو پہچاننے کا حق ہے، یا میرا خالق پہچانتا ہے، یا میں مصطفیٰؐ پہچانتا ہوں۔ اور کوئی مائی کا لال تیری اصلیت کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ (نعرہ)

تو اگر آپ پیغمبر خاتم الانبیاؐ کو پیغمبر اسلامؐ جانتے ہیں، ان کو "مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوَا" (نجم:۳) کا مصداق مانتے ہیں، اگر ان کو معصوم عن الخطا جانتے ہیں، عصمتِ کبریٰ کا تاجدار مانتے ہیں، تو پھر ان کے فرمان واجب الاذعان کو ماننا پڑے گا۔ جب وہ فرمارہے ہیں کہ میرے اور میرے خالق کے علاوہ شانِ مرتضیٰؑ کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ آپ ہی بتائیں کہ آپ خدا ہیں یا مصطفیٰؐ۔

اور جہاں تک کہ خود مولا علیؑ کے فرمان کا تعلق ہے، نہج البلاغہ کی پہلی جلد اور چوتھا پانچواں خطبہ جسے خطبہ شقشقیہ میں کہتے ہیں۔ اور جس میں مولا علیؑ نے اپنی امامت کا دعویٰ فرمایا ہے۔ اپنے مخالفوں کو باطل پر ٹھہرایا ہے، اور اپنے فضائل کا ایک شمہ بیان فرمایا ہے، اپنے مخالفین کی طرف ایک اشارہ فرمایا ہے کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد ان کو ظلم و ستم کا کس طرح نشانہ بنایا گیا، کس طرح ان کا حق خلافت چھینا گیا، ان حقائق کے چہرے سے پردہ مولا نے اٹھایا ہے۔ مولا ایک جملہ فرماتے ہیں:

شانِ امامت کے متعلق خود مولا علیؑ کا فرمان

"لَا یَرْقیٰ اِلَیَّ الطَّیْرُ وَ یَنْحَدِرُ عَنِّی السَّیْلُ الخ" کہ میں علیؑ کے بارے میں باتیں بنانے والو! تمھیں کیا پتا کہ مقامِ مرتضیٰؑ کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ تم اپنی جگہ بیٹھ کر اپنے اپنے اندازوں کے مطابق اپنے اپنے زاویۂ خیال کے

مطابق، اپنی اپنی سوچوں کے انداز کے مطابق میرا مقام معین کرتے ہو۔ کوئی کہتا ہے علیؑ اس طرح ہیں، کوئی کہتا ہے علیؑ اُس طرح ہیں۔ فرماتے ہیں، مجھے اس خالق کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میں علیؑ کی جان ہے کہ تمھاری عقلوں کا پرندہ جس قدر بلندیوں پر چاہے اُڑ جائے، جس قدر چاہے میرے مقام کو سمجھنا چاہے۔

فرماتے ہیں:

> تمھاری عقلوں کے پرندے کے پر جل جائیں گے۔ زمین پر گر پڑے گا، لیکن حسنینؑ کے باباؑ کی عظمت کو کبھی چھو بھی نہیں سکتا۔ (نعرہ)

پیغمبرؐ کا بیان، پہلے سُن لیا، اب مولا علیؑ کا ارشاد بھی سُن لیا۔ وہ بھی فرماتے ہیں کہ تمھاری عقلوں کو اس قدر طاقت ہی نہیں، تمھاری فہموں میں اس قدر استطاعت ہی نہیں ہے، تمھاری عقل وخرد میں اس قدر وسعت اور پہنائی ہی نہیں ہے کہ علیؑ کی شان کو سمجھ سکے۔ اور میرے مقام کو پاسکے۔

امام حسینؑ کا فرمانِ عالی شان

اب آؤ اسی مولا علیؑ کے شہزادے امام حسین علیہ السلام کا فرمان بھی سنادوں۔ (نعرہ)

ایک بار تین آدمی امام حسینؑ کی امامت کے دور میں حاضر ہوئے۔ آکر اِلتجا کی کہ مولا! ہم چاہتے ہیں کہ شانِ امام بزبانِ امام، حقیقتِ امامت بزبانِ امامت سننا چاہتے ہیں۔

اِمام عالی مقامؑ نے تینوں آدمیوں کے چہروں پر نظر ڈالی، سر سے لے کر پاؤں تک ان کا جائزہ لیا۔ پھر فرمایا کہ تم میں مقامِ امامت سننے اور سمجھنے کی اہلیّت ہی نہیں ہے۔

اب وہ کہتے ہیں کہ ضرور کچھ ارشاد فرمائیں۔
مولا فرماتے ہیں: تم سمجھ ہی نہیں سکتے۔

جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا، تو امامؑ نے دو آدمیوں کو اٹھا دیا، جو ان میں سے زیادہ صاحبِ علم تھا، جو زیادہ صاحبِ عقل تھا، جو زیادہ صاحبِ معرفت تھا، امام نے فرمایا: تو ہی بیٹھ جا، باقیوں کو اٹھا دیا، وہ چلے گئے۔ اب امام عالی مقامؑ نے اس بندے کو خطاب کر کے مقامِ امامت بیان کرنا شروع کر دیا۔ اس روایت کے راوی صادق آلِ محمدؐ ہیں۔

صادق آلِ محمدؐ کی وضاحت

علامہ مجلسیؒ نے بحار کی ساتویں جلد میں، علامہ ابوالحسن شریف نے مرآۃ الانوار میں، علامہ شیخ علی اکبر نہاوندی نے اپنی کتاب مواہب الانوار میں، مولانا سید مہدی عراقی نے اپنی کتاب ...... الانوار میں یہ واقعہ درج کیا ہے۔ ایک سننے والا، امام سنانے والے، فرماتے ہیں کہ جب امام نے شانِ امامت بیان کرنا شروع کی تو سننے والے نے مخبوط الحواسی شروع کی۔ امام بیان کرتے جاتے ہیں، اس کی حیرانگی بڑھتی جاتی ہے، اس کی پریشانی بڑھتی جاتی ہے، امام کا کلام بڑھتا جاتا ہے، اس کی پریشانی بڑھتی جاتی، حتیٰ کہ صادق آلِ محمدؐ کے لفظ یہ ہیں کہ:

"مَا تَمَّ کَلَامُ الْحُسَیْنِ فَذَھَبَ طَائِرُ عَقْلِہٖ"

ابھی شانِ امامت کے بارے میں اقلیمِ امامت کے تیسرے تاج دار حسینؑ بن علیؑ کا کلام ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ سننے والے کی عقل کا پرندہ پرواز کر گیا۔ یعنی وہ پاگل ہو گیا۔ حواس کھو بیٹھا، دیوانہ بن گیا، یعنی احکامِ شریعت کی پابندی ختم ہو گئی۔

جب مُکلّف نہ رہے، جب آدمی پاگل ہو جائے تو تکلیفِ شریعت ختم

ہو جاتی ہے۔

امامؑ فرماتے ہیں:

"رَحِمَہُ اللّٰہُ اَدْرَکَتْہُ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الخ"

اللہ کی رحمت اس کے شامل حال ہوگئی کہ وہ دیوانہ ہوگیا، وہ پاگل ہوگیا، شریعت کی تکلیف ختم ہوگئی۔ اگر وہ ہوش میں رہتا تو خالق کی توحید کا دامن چھوڑ کے کافر بن جاتا۔ (نعرہ)

اب تین معصوموںؑ کے فرمان میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیے۔ پیغمبرؐ کا فرمان، مولا علیؑ کا فرمان، سید الثقلین امام حسینؑ کا فرمان۔

جب معصومؑ خود فرماتے ہیں کہ ہماری صلاحیت، ہماری واقعیت، ہماری اصل ماہیت کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا، تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ میں ان کی اصلیت کو سمجھتا ہوں، میں ان کی حقیقت کو سمجھتا ہوں، میں ان کی ماہیت کو سمجھتا ہوں۔ تو سننے والوں کو، پبلک کو فیصلہ کرنا پڑے گا، آیا پیغمبرؐ کے فرمان کو سچا مانیں، علی مرتضیٰؑ کے کلام کو سچا مانیں، حسینؑ کے ارشاد کو سچا مانیں، یا اس دعویدار کو سچا مانیں۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی جتنا بھی کمزور ایمان کا مالک کیوں نہ ہو، وہ خدا کے مقابلے میں اور مصطفیٰؐ کے مقابلے میں، وہ مرتضیٰؑ کے مقابلے میں، وہ سید الشہداءؑ کے مقابلے میں عام انسان تو کجا جبرائیل کی بات کو بھی ماننے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوگا۔

جھگڑالو مولوی اور ذاکر کیا کہتے ہیں

تو پھر جب خدا اور مصطفیٰؐ، مرتضیٰؑ اور سید الشہداءؑ اور صادق آلِ عباؑ کا فرمان کہ ہماری اصلیت کو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ لیکن آج مولوی الگ جھگڑ رہے ہیں۔

① ایک مولوی کہتا ہے کہ جتنا میں مولا علیؑ کو جانتا ہوں، اتنا دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

(۲) دوسرا کہتا ہے جتنا میں مولاؑ کی شان کو پہچانتا ہوں، اتنا کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔ مولوی الگ جھگڑ رہے ہیں۔

(۳) پھر ذاکر میدان میں آجاتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جتنا ہمیں مولا علیؑ کی معرفت ہے اتنا عالم سمجھ ہی نہیں سکتے۔

(۴) پھر بھنگ پینے والے ملنگ میدان میں آجاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ علماء کیا جانیں کہ شانِ مرتضیٰ کیا ہے؟ ذاکر کیا سمجھیں کہ مقامِ کبریا، مقامِ مرتضیٰ کیا ہے؟ یہ تو ہم سے پوچھو۔ جب ہم دودھ پی لیتے ہیں، ملکوت پار کر جاتے ہیں، ہم بہتر جانتے ہیں کہ شانِ مرتضیٰ کیا ہے؟

تو میں کہتا ہوں کہ یہ اپنے خیالات کی بات ہے۔ کوئی کہتا ہے میں زیادہ سمجھتا ہوں، جنھوں نے سمجھانا تھا، جب انھوں نے حقیقت کے چہرے سے نقاب نہیں اٹھایا (نعرہ) تو یہ کیسے سمجھ گئے کہ شانِ مرتضیٰ کیا ہے؟ (نعرہ)

جنگِ خیبر کا ایک واقعہ

میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں، پیغمبرؐ جنگِ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے، حیدرِ کرارؑ وہ کارہائے نمایاں، محیرالعقول کارنامے، وہ دینِ خدا کے پھیلانے کے لیے، کفر کو مٹانے کے لیے، اسلام کا جھنڈا کائنات میں لہرانے کے لیے اور دنیا کے کافروں کے ارادوں کو خاک میں ملانے کے لیے حسنینؑ کے باباؑ نے ایسے نمایاں کام انجام دیے کہ پیغمبرِ اسلامؐ خوش ہو کر فرماتے ہیں کہ:

"یا علیؑ! (اس روایت کو سنیوں کے عالم نے ینابیع المودۃ میں لکھا، ہمارے شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب "ارشادِ شیخ مفیدؒ" میں درج کیا)

پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

"یَا عَلِیُّ لَوْ اَنْ اَخَافَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَنْ تَقُوْلَ فِیْکَ مَا قَالَتِ النَّصَارٰی فِیْ عِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ"

یا علی! اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میری امت کے کچھ لوگ تیرے بارے میں وہ بات نہ کہہ دیں گے، جو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کہی تھی۔

اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ کچھ لوگ گمراہ ہوکر تجھے خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہنے لگ جائیں گے، اگر مجھے اپنی امت کے کافر ہونے، مشرک ہونے کا خطرہ نہ ہوتا، تو آج میرا دل چاہتا تھا کہ: یا علیؑ! میں تیرے کچھ ایسے فضائل، کچھ ایسے مناقب، کچھ ایسے مناہل بیان کر جاتا کہ ان فضائل کے سننے کے بعد تیرا جس بزم میں ورود ہوجاتا، اور جہاں تو قدم رکھتا، دنیا تیری خاکِ قدم کو آنکھوں کا سرمہ بناتی ہوئی نظر آتی۔ (نعرہ)

پیغمبرؐ نے بھی وہ مخصوص فضائل علیؑ جو آپ علیؑ کے بارے میں جانتے تھے، وہ بیان نہیں کیے کہ کہیں دنیا توحید کا دامن چھوڑ کر علیؑ کو معبود نہ سمجھ بیٹھے۔ مخلوق کو خالق، عابد کو معبود، اور ساجد کو مسجود نہ سمجھ بیٹھے۔ تو پیغمبرؐ نے بھی اس ڈر اور خطرے کے پیشِ نظر جب علیؑ کی حقیقت بیان نہیں کی۔

شافعی کی طرف ایک شعر منسوب ہے۔

لو لا ان المرتضیٰ ابدا محلہ
لکان الناس طرا سجدا لہٗ

اگر حیدرِ کرارؑ اپنے چہرے کی حقیقت سے نقاب ہٹا دیتے، اور جو کچھ تھے وہ دنیا کے سامنے بیان کر دیتے تو خالق کا سجدہ چھوڑ کر دنیا کی پیشانی علیؑ کی چوکھٹ پر جھکنے لگ جاتی۔ (نعرہ)

فضیلت بیان نہ کرنے میں حکمت؟

① خدا کو بھی خطرہ تھا، اگر حقیقت بیان کر دی گئی، کہیں دنیا مخلوق کو خالق نہ سمجھ بیٹھے۔

② پیغمبر اسلامؐ کو بھی خطرہ تھا کہ حقیقت کے چہرے سے نقاب ہٹا دی گئی تو دنیا کہیں عابد کو معبود نہ سمجھ بیٹھے۔

③ خود مولا علیؑ کو بھی اندیشہ تھا کہ اگر چہرے سے حقیقت کا نقاب ہٹا دیا گیا تو کہیں دنیا ساجد کو مسجود نہ سمجھ بیٹھے، کہیں بندے کو خدا نہ بنا بیٹھے۔

جب نہ خدا نے حقیقت بیان کی، نہ مصطفیٰ نے حقیقت بیان کی، نہ مرتضیٰ نے حقیقت بیان کی...... مجھے ایک شعر یاد آ رہا ہے:

خداکہ عارف سالك بكس نه گفت
در حیرتم که باده فروش از کجا شنید

جب اصل حقیقت خدا نے نہیں بتائی، نہ مصطفیٰ نے بتائی، نہ مرتضیٰ نے بتائی مجھے سمجھ نہیں آتی شراب خانوں میں حقیقت کیسے پہنچ گئی۔ اور شراب خوروں کو کیسے پتا چل گیا کہ مقام مرتضیٰ کیا ہے۔

(نعرہ)

آؤ! اس حقیقت کے بارے میں اصل حقیقت بیان کروں، جہاں تک انسانی عقل کی رسائی ہے، جہاں تک چودہ سو سال کے ① علماء شیعہ ② مجتہدین شیعہ ③ مراجع شیعہ اور ④ محققین شیعہ ⑤ متقدمین شیعہ، ⑥ اور متاخرین شیعہ علماء نے مقام علیؑ کی معرفت کے بارے میں جو کچھ اجمالاً کہا ہے، اس کا خلاصہ میں آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ پھر آپ سے پوچھوں گا کہ اس کے علاوہ اگر آپ کو کچھ معلوم ہے تو مجھے بھی بتائیے۔

چودہ سو سال کے علماء شیعہ کی تحقیقات اور تفصیلات کا ایک اجمالی

خلاصہ یہ ہے کہ خدائے قادر نے، خالقِ کون و مکان نے، خالق زمین و آسمان نے جب سے کائنات کی تخلیق کی ابتداء کی ہے، اس روز سے لے کر آج تک اور آج کے روز سے لے کر صبحِ قیامت کے طلوع ہونے تک، ایک بات جو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں، بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں، وہ یہ ہے کہ خالق قادر نے تخلیق کائنات کا کوئی ایسا سانچا بنایا ہی نہیں کہ جس سانچے میں ڈھلنے والا، جس سانچے میں پیدا ہونے والا پیغمبرِ خاتمؐ کے بعد علیؑ کی برابری کا دعویٰ کر سکے۔ (نعرہ)

وضاحت: محقق علماء کی تحقیق کا نچوڑ

اگر کوئی نہیں سمجھ سکا تو تھوڑی سی وضاحت کر دوں...... میں یہ کہہ رہا ہوں، علماء کی تحقیقات کا نچوڑ آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں۔ جب سے خالق نے کائنات پیدا کرنی شروع کی ہے، اس سے لے کر آج تک، آج سے لے کر صبح قیامت تک، خالق نے کوئی مخلوق، چاہے آسمان پر رہتی ہو، یا زمین پر رہتی ہو، اس کا تعلق نبیوں سے ہو، یا وصیوں سے ہو، فرشتوں سے ہو، یا جنوں سے ہو، یا پھر انسانوں سے ہو...... حسنینؑ کے نانے کے بعد علیؑ کے برابر خالق نے کوئی مخلوق پیدا کی ہی نہیں ہے۔ (نعرہ)

حضرت علیؑ کا علم اور کمالات

لیکن یہ نیرنگیِ روزگار ہے، یہ اِنقلابِ روزگار ہے،......

آج جو لوگ علیؑ کا تقابل پیغمبرِ خاتمؐ کے چند اصحاب سے کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ علیؑ کا علم فلانے سے زیادہ تھا، علیؑ کی بہادری فلانے سے زیادہ تھی، علیؑ کا کمال فلانے سے زیادہ تھا...... جو آج علیؑ کا تقابل اصحابِ نبی سے کریں، اور پھر علیؑ کو ان سے بہتر ثابت کر دیں، تو نعروں کی گونج بلند ہوتی ہے۔ اس کو آلِ محمدؐ کا عارف و معارف سمجھا جاتا ہے۔ اس کو محققِ الحقائق سمجھا جاتا

ہے۔ اور جو یہ کہے کہ علیؑ کے مقابلے میں اصحاب کا نام لینا علیؑ کی توہین ہے، اس کو مقصر سمجھا جاتا ہے۔ (نعرہ)

شان ہے تیری کبریائی کی

حضرت علیؑ کا تقابل کس سے؟

آج حد ہوگئی ہے، آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہمارے سٹیجوں پر بھی علیؑ کا تقابل یزید کے باپ سے کیا جاتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ہمارے بڑھاتے ہیں کہ مولا علیؑ کی شان اس سے بہت بلند تھی۔ مولا علیؑ کا علم اس سے بہت زیادہ تھا...... اور دوسرے برابر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو میں ان کا کیا شکوہ کروں، اپنوں سے کہوں گا کہ خدا کے لیے، مصطفیٰؐ کے لیے، مرتضیٰؑ کے لیے علیؑ کو اتنا نہ گراؤ کہ معاویہ کی سطح پر لے آؤ۔ (نعرہ)

اگرچہ میں سخت نوائی کا قائل نہیں، مجھے برادرانِ اسلامی کی ہمیشہ دلجوئی کا خیال ہوتا ہے، پر ایک جملہ کہنے پر میں اپنے آپ کو مجبورِ محض سمجھ رہا ہوں کہ آج اس معاویہ کا علیؑ سے تقابل کیا جاتا ہے کہ چودہ صدیاں گزر گئیں، پندرھویں صدی کا آٹھواں سال ختم ہونے والا ہے، محرم کی یکم کو نواں سال شروع ہوجائے گا۔ ان چودہ سو آٹھ سال کی مدت میں آج تک دنیا یہ ثابت نہیں کرسکی کہ معاویہ مسلمان تھا، یا کچھ اور تھا۔

(نعرہ)

حضرت علیؑ خدا ہے یا خدا کا بندہ

ادھر یہ جھگڑا ہے کہ وہ یزید کا باپ مسلمان بھی تھا یا نہیں، ادھر یہ جھگڑا ہے کہ علیؑ کو خدا کہا جائے، یا خدا کا بندہ کہا جائے۔ علیؑ کو خالق کہا جائے یا خالق کی مخلوق کہا جائے۔ میں اصحاب کے مقابلے میں علیؑ کو بڑھانے میں علیؑ کی توہین سمجھتا ہوں۔ یہ تعریف نہیں ہے۔ اس لیے اگر علیؑ کی عظمت کو سمجھنا چاہتے ہو، تو

اصحاب کا نام علیؑ کے مقابلے میں نہ لیا کرو۔

علیؑ کی عظمت کو سمجھنا ہے تو علیؑ کا مقابلہ جنوں سے نہ کیا کرو......

اگر علیؑ کی جلالت کا کچھ اندازہ لگانا ہے علیؑ کا موازنہ آسمان کے قدسیوں سے نہ کیا کرو۔ کیونکہ جنّ ہیں رعایا علیؑ ہیں......، اور فرشتے ہیں خادم، علیؑ ہیں مخدوم۔ خادم اور مخدوم کا مقابلہ کرنا کوئی دانش مندی نہیں۔ کوئی عقل مندی نہیں ہے۔

اگر آپ سمجھنا چاہتے ہیں کہ شانِ مرتضیٰؑ کیا ہے؟ ......

اگر آپ سمجھنا چاہتے ہیں اپنی عقل کے مطابق کہ شانِ علیؑ بن ابی طالب کیا ہے؟ تو نہ مقابلہ اصحاب سے کرو، نہ علیؑ کا مقابلہ جنوں سے کرو، نہ علیؑ کا مقابلہ فرشتوں سے کرو۔ نہ علیؑ کا مقابلہ خدا سے کرو۔ نہ علیؑ کا مقابلہ مصطفیٰؐ سے کرو۔ کیونکہ خدا علیؑ کا بھی خدا ہے۔ مصطفیٰؐ علیؑ کا بھی مصطفیٰؐ ہے۔

کیا کرو؟

آدم صفی اللہؑ سے لے کر عیسیٰ رُوح اللہؑ تک ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے بکھرے ہوئے فضائل و کمالات، سارے نبیوں کے متفرق صفات کو اکٹھا کرلو۔ اِدھر پنج تن پاکؑ کے نہیں، چودہ معصومینؑ کے نہیں، بارہ اماموںؑ کے نہیں، صرف مولا علیؑ کے فضائل و مناقب کو اکٹھا کرلو، ایک پلڑے پر مولاؑ کے فضائل و مناقب رکھو اور دوسرے پلڑے پر سوائے خدا و مصطفیٰؐ کے باقی سارے نبیوںؑ کے فضائل و معجزات کو رکھو، تعصب کی عینک کو ہٹا کر ترازو کو اٹھایا جائے، اگر علیؑ کا پلڑا جھکتا ہوا، اور باقی نبیوںؑ کا پلڑا اٹھتا ہوا نظر نہ آئے تو علیؑ کو علیؑ نہ کہنا۔ (نعرہ)

جب اپنے گلے پر چھری پھیرنے کا فیصلہ کرلیا ہے، تو اور میدانوں میں لڑو، خدا کے لیے علیؑ کو بہانہ نہ بناؤ، اور علیؑ کو سامنے نہ لاؤ۔ آلِ محمدؐ کی عظمت

کا بہانہ نہ بناؤ کہ فلاں علیؑ کو کم مانتا ہے، فلاں علیؑ کو زیادہ مانتا ہے تو میں نے تو بتا دیا کہ میں علیؑ کو آدمؑ سے لے کر عیسٰیؑ تک تمام نبیوں سے افضل مانتا ہوں۔ علیؑ کو نہ خدا کہتا ہوں، نہ مصطفیٰؐ کہتا ہوں ... یعنی ایک خدا، اور دُوسرے مصطفیٰؐ کے بعد تمام نبیوںؑ سے افضل مانتا ہوں۔

اب کسی میں جرأت ہے تو آؤ، ایک قدم آگے بڑھاؤ، اور مجھ سے سبقت لے جاؤ۔ اور کہہ دو کہ علیؑ خدا سے بھی بڑا ہے اور مصطفیٰؐ سے بھی بڑا ہے، اگر جرأت ہے تو کہہ دو اگر نہیں کہہ سکتے تو پھر جھگڑا کیا ہے؟

اصول و فروع سب ایک هیں پیٹ ایک نہیں هے

کلمہ ہے تو ایک، قرآن ہے تو ایک، اذان ہے تو ایک، نماز ہے تو ایک، روزہ ہے تو ایک، اُصول ہیں تو ایک، فُروع ہیں تو ایک۔ فرق صرف اِتنا ہے کہ پیٹ ایک نہیں ہے۔

دولت کی موسلا دھار بارش

یہ مرنے پیٹ کے ہیں۔ میں کھلے لفظوں میں کہوں گا۔ مجھے لگی لپٹی بات کرنے کی عادت نہیں۔ آج امریکہ اور نجدی حکومت سے، آج ہمارے ملک میں دولت موسلا دھار بارش کی طرح آرہی ہے۔ محض مُسلمانوں کو لڑانے کے لیے، یزیدیت کو بڑھانے کے لیے، حسینیتؑ کو گھٹانے کے لیے، عزاداریٔ حسینؑ کو مٹانے کے لیے، اور ساتھ یہ بھی سن لو، اب کویت کی دولت بھی آرہی ہے، اسی مقصد کے لیے...... (نعرہ)

دولت کا سیلاب کہاں سے اور کیوں؟

...... عرب کا چھوٹا سا ملک ہے کویت، آج اس سے دولت کا سیلاب آرہا ہے۔ فلڈ آرہا ہے۔ وہ کیوں آرہا ہے؟ محض علیؑ والوں کو ختم کرنے کے لیے۔ ان کے درمیان خانہ جنگی پیدا کرنے کے لیے۔ ہر گھر لڑائی پیدا کرنے کے لیے،

اور قومِ شیعہ کو تباہ و برباد کرنے کے لیے ۔ میں کہتا ہوں جہاں سے چاہو پیسے لو، اور تنورِ شکم کو پُر کرنے کے لیے...... شکم کو پُر کرو، اس جہنم کو مجرو ۔ پھر ہضم کرو۔ لیکن مذہب شیعہ کو نقصان نہ پہنچاؤ ۔ قوم کو آپس میں نہ لڑاؤ ۔ علیؑ کے نام پر، قومِ شیعہ کو آپس میں نہ ٹکراؤ ۔

فراخیٔ دولت کا نتیجہ

آج دولت کی یہ حالت ہے کہ جس کے گھر میں گدھا نہیں تھا، آج ان کے گھر میں نئے نئے ماڈل کی کاریں نظر آتی ہیں ۔ جن کے بزرگ کاسۂ گدائی ہاتھ میں لے کر بسوں میں گدائی کرتے تھے، آج وہ لاکھوں روپے لے کر لوگوں کے ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں ۔

آج دولت کے نشے میں ذاتیں بدل رہی ہیں ۔ خاندان بدل رہے ہیں ۔ حالات بدل رہے ہیں ۔ اور قوم کو آپس میں لڑا رہے ہیں ٹکرا رہے ہیں ۔

قوم کے لیے لمحۂ فکریہ

خدا کے لیے سوچو کہ آج دشمن ہمیں ختم کرنے کے لیے کیا کیا مخفی چالیں چل رہا ہے ۔ خدا کے نام پر تو ہمیں اکٹھا ہونا تھا، کیونکہ وہ ربّ العالمین ہے ۔ ہم نے مصطفیٰؐ کے نام پر جمع ہونا تھا، کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین ہیں ۔ ہم نے علیؑ اور اولادِ علیؑ کے نام پر اکٹھا ہونا تھا، اور مل کر مذہب و ملک کو بچانا تھا ۔ کیونکہ وہ ہدیٰ للعالمین ہیں ۔ لیکن آج ہم انھیں کے نام پر لڑ رہے ہیں، جھگڑ رہے ہیں ۔

حالتِ زار

سیدھا کلمہ جن کو نہیں آتا، جن کو استنجا کرنے کا طریقہ نہیں آتا، جن کو وضو کرنے کا سلیقہ نہیں آتا، جن کو دو رکعت نماز آلِ محمدؐ کے مذہب کے مطابق پڑھنے کا طریقہ نہیں آتا، آج وہ بھی ڈینگیں مار رہے ہیں کہ جس طرح ہم علیؑ کو سمجھتے ہیں، جبریلؑ بھی نہیں سمجھ سکتا ۔ (نعرہ)

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ہر فتنہ و فساد کی جڑ

آج ہر فتنہ و فساد کی جڑ وہ لوگ ہیں جو اُدھر سے اِدھر آئے ہیں۔ آج کوئی ناصبی، کوئی خارجی مُلّا، جو ہمیں کافر کہہ رہے ہیں وہ ہمارے سٹیج پہ نہیں آسکتا۔ اگر آجائے یہاں آکر علماء شیعہ کے خلاف تبرا بازی نہیں کرسکتا۔ علماء شیعہ پر تبرا نہیں کرا سکتا۔ ہمارے مذہب کی جڑوں کو نہیں کاٹ سکتا۔ (نعرہ)

یہ وہ بھی جانتے تھے کہ ہم نہیں جاسکیں گے کہ شیعہ ہماری بات نہیں مانیں گے۔ انھوں نے کچھ کالی بھیڑوں کو ہمارے علماء کا لباس پہنا کر اِدھر بھیج دیا۔ وہ آج ہمارے سٹیجوں پر آکر چودہ سو سال کے علماء شیعہ، مجتہدین شیعہ پہ تبرے کرا رہے ہیں۔ قوم بے شمار کہہ رہی ہے۔ وہ قوم کو لایعنی بحثوں میں اُلجھا رہے ہیں۔ اور قوم آپس میں لڑ رہی ہے۔ یہ تو سوچئے کہیں غیر تو آپ کو نہیں لڑا رہے ہیں۔ کہیں غیر کی سازش آپ کو انتشار کا شکار تو نہیں کر رہی۔

قبولِ حق کے بعد اصل کام کیا تھا؟

چاہیے تو یہ تھا کہ اگر کوئی غیر مذہب کا مولوی ہمارے مذہب پر آتا، اگر وہ صحیح معنوں میں مذہب کو مذہب سمجھ کے شیعیت کو اختیار کرتا، تو اسے چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ہمارے کسی دینی مدرسے میں داخلہ لیتا، کسی شیعہ عالم کی خدمت میں آکے زانوئے ادب تہ کرتا کہ آج تک میں اُدھر تھا، قیاسی مسئلوں پر عمل کرتا تھا، مجھے کیا پتا کہ مذہب آلِ محمدؐ کی حقیقت کیا ہے۔ آپ مجھے بتائیے، آپ ہمیں سمجھائیے، آپ ہمیں پڑھائیے۔ اصولِ مذہب شیعہ کیا ہیں، فروعِ دین کیا ہیں، کلمہ کیا ہے، کلام کیا ہے، سلام کیا ہے، نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہے، وضو

کرنے کا سلیقہ کیا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ علماء شیعہ سے سیکھتے لیکن ظلم یہ ہے کہ ایک دن اعلان کرتے ہیں، دوسرے دن ہمارے سٹیجوں پر آ کر ہماری قوم کے مبلغ بن کر نمودار ہو جاتے ہیں۔ (نعرہ)

نے اصولت متکلم آید نہ فروع
شرم بایدز از خدا و از رسولؐ

نہ انھیں اُصول کا پتا، نہ دو رکعت نمازِ صبح آلِ محمدؐ کے طریقے پر پڑھنے کا پتا، نہ وضو کرنے کا پتا، پھر قوم کے مبلغ بن گئے۔ علماء پر تبرے کرانے شروع کر دیے۔ اور قوم بھی ان کے پیچھے لگ گئی۔ وہی بات مجھے یاد آتی ہے۔ مولا علیؑ فرماتے ہیں۔ عوام کیا ہوتے ہیں؟ ادھر سے کوا کاں کاں کرتا ہے، پیچھے سے ہاں ہاں کرتے ہیں۔ (صلوات)

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

فضیلت اھلِ بیت کے نئے نئے عقیدے

وہ آ کر آج نئے نئے عقیدے گھڑ رہے ہیں۔ اہلِ بیتؑ کی فضیلت یہ ہے کہ معاذ اللہ نہ ان کی کوئی ماں ہوتی ہے، نہ کوئی باپ ہوتا ہے۔ یہ فضیلت جو چودہ سو سال تک نہ قرآن نے بیان کی، نہ نبیؐ نے بیان کی، نہ بارہ اماموں نے بیان کی، نہ چودہ سو سال کے کسی عالم نے بیان کی، آج یہ فضیلت بن گئی کہ جناب علیؑ اور اولادِ علیؑ وہ ہیں کہ جن کی معاذ اللہ نہ کوئی ماں ہے، نہ کوئی باپ ہے۔

(۱) اگر یہی فضیلت ہے تو یہ آدمؑ کو بھی حاصل ہے۔ یہ فضیلت تو حوا کو بھی حاصل ہے۔ نہ کوئی آدمؑ کی ماں، نہ کوئی آدمؑ کا باپ، نہ کوئی حوا کی ماں، نہ کوئی حوا کا باپ۔ اگر یہی فضیلت ہے تو پھر آلِ محمدؐ کو شرف کیا ملا؟

(۲) خدانے جو دُنبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا، اس کی نہ کوئی ماں تھی، نہ کوئی باپ۔

(۳) جو ہابیل اور قابیل کے زمانے میں خالق نے کوا بھیجا تھا، اس کی بھی نہ کوئی ماں تھی، نہ باپ۔

(۴) خالق نے حضرت صالحؑ کے لیے پہاڑ سے جو اونٹنی نکالی تھی، اس اونٹنی کی بھی نہ کوئی ماں تھی نہ کوئی باپ تھا۔ کتنی مثالیں نکل آئیں۔

احمقانہ خیال

تو پھر کہا جاتا ہے کہ اگر خدا آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کرسکتا ہے، حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کرسکتا ہے، تو علیؑ کو کیوں نہیں پیدا کرسکتا؟

جواب

او احمقو! کون کہتا ہے کہ خدا نہیں کرسکتا۔ پر وہ ہمارا تابع نہیں۔ وہ اپنی مرضی کا تابع ہے۔ آدمؑ کو چاہا تو بغیر ماں باپ کے پیدا کر دیا، عیسیٰؑ کو چاہا تو بغیر باپ کے پیدا کر دیا، اور دنیا کو بتا دیا کہ میں وہ قادرِ مُطلق ہوں، میں خدا آپ کا محتاج نہیں ہوں۔ تو جہاں باپ نہیں، اگر باپ بنائیں گے تو بے ایمان بن جائیں گے، جہاں ماں نہیں، اگر ہم کوئی ماں بنائیں گے تو منکر قرآن بن جائیں گے۔ لیکن جہاں ماں بھی ہو، اور باپ بھی ہو، اور دادا بھی ہو، اور نانا بھی ہو، اور بھائی بھی ہو، اگر انکار کریں گے تو منکرِ قرآن بن کے کافر بن جائیں گے۔

بارھویں امامؑ کا نسب حسب شروع کرو، آج تک تو یہی پڑھا تھا کہ نئے مذہب کو چھوڑ کر امام مہدی علیہ السلام گیارھویں امامؑ کے بیٹے ہیں۔ امام حسنؑ عسکری دسویں امامؑ علی نقیؑ کے بیٹے ہیں، امام علی نقیؑ نویں امام محمد تقیؑ کے بیٹے ہیں، پھر یہی نوبت حیدرِ کرارؑ تک پہنچ جاتی ہے۔ حیدرِ کرارؑ بیٹے ہیں

حضرت ابوطالبؑ کے۔ حضرت ابوطالبؑ بیٹے ہیں حضرت عبدالمطلبؑ کے، حضرت عبدالمطلبؑ بیٹے ہیں جناب ہاشمؑ کے۔ آگے آدم علیہ السلام تک سلسلہ چلا جائے گا۔

جو آج تک قرآن نے بتایا، جو نبیؐ نے فرمایا، جو بتایا چودہ معصومونؑ کے کلام نے، جو چودہ سو سال کے علماء کرام کے بیان نے بتایا، وہ کسی ایک شیطان کی خاطر چودہؑ کے فرمان کو اور چودہ سو سال پر پانی پھیر دیا جائے، آلِ محمدؐ کے بیان پر پانی پھیر دیا جائے۔ آج نئی نوع پیدا ہوئی ہے کہ جو آلِ محمدؐ کے ماں باپ مانتا ہے، اس کو معرفت ہی نہیں، جو نہیں مانتا، وہ عارف المعارف ہے۔ ع

بدل ہی جاتے ہیں غلامی میں قوموں ضمیر

(صلوات)

بات لمبی نہ ہو جائے، یہ وہی علیؑ ہیں، جن کا میں ذکرِ خیر کر رہا ہوں، جن کے بارے میں نبیؐ نے کہا تھا کہ ساری دنیا کے درخت قلمیں بن جائیں، ساری کائنات کے انسان لکھنے بیٹھ جائیں، جنات حساب کرنے بیٹھ جائیں، پیغمبرؐ فرماتے ہیں، زمانے کے گزرنے کے ساتھ، وہ وقت آ جائے گا، قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سیاہیاں ختم ہو جائیں گی، لکھنے والے مر جائیں گے، حساب کرنے والے مٹ جائیں گے، ہر چیز ختم ہو جائے گی، پر علیؑ کے فضائل ختم نہیں ہو سکیں گے۔ (نعرہ)

لہٰذا آؤ! ایک فضیلت سُن لی، اب دوسری بھی سنو کہ ہم حیدرِ کرارؑ کو اور ان کی عترتِ اطہارؑ کو خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ جانتے ہیں کہ آدمؑ سے لے کر حضرت عیسٰیؑ ابن مریمؑ تک نبی بھی جب مُشکلات و مصائب کی دلدل میں گھر جاتے تھے، تو نبیوں کو بھی اپنی مُشکلات حل کرانے کے لیے خالق کی

بارگاہ میں نبیؐ اور علیؑ واولادِ علیؑ کے سوا کوئی اور وسیلہ نظر نہیں آتا تھا۔ (نعرہ)
تھک گئے ہوں گے...... کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہو تو تفسیر درّ منثور علامہ جلال الدین سیوطی کی پہلی جلد موجود ہے۔

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (بقرہ:۳۷)

کی تفسیر، اور ہماری کتابیں دیکھنا چاہو، تو جامع الاخبار، اور بحار الانوار موجود ہے، جب آدمؑ سے ترکِ اولیٰ ہوا، اور جنّت سے نکلنا پڑا، جب چاہا کہ توبہ قبول ہوجائے، انھوں نے جن کلمات کا واسطہ دے کر توبہ کی، پیغمبرؐ فرماتے ہیں: وہ کلمات یہ تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اِلَّا تُبْتَ عَلَیَّ"

پالنے والے! تجھے نبیؐ اور آلِ نبیؐ کا واسطہ، میری توبہ قبول کرلے۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

جب انھوں نے محمدؐ وآلِ محمدؐ کا واسطہ دیا، ابھی دعا کے فقرے ختم نہیں ہونے پائے تھے کہ قبولیت توبہ کی مکمل سند مل چکی تھی۔ اور تمغہ حاصل ہو چکا تھا۔
حضرت نوحؑ کی کشتی جب ڈوبنے لگی، اور غوطے کھانے لگی، اور غرق اور ڈوبنے کا خوف لاحق ہوا، تو خالق نے اشارہ دیا: اے نوحؑ! کیوں ان کا واسطہ نہیں دیتا، جن کے بارے میں مَیں نے تمھیں کہا تھا کہ جب مشکلات میں گھرجاؤ، تو ان کا واسطہ دینا۔

جنابِ نوحؑ نے کہا:

"اللّٰھم انی اسئلك بحق محمدٍ و آل محمدٍ الا نجیتنی بانٍ یغرق"

پالنے والے! تجھے محمدؐ وآلِ محمدؐ کا واسطہ، میری کشتی کو

غرق ہونے سے بچا دے۔

ابھی دعا کے فقرے ختم نہیں ہونے پائے تھے کہ نوحؑ کی کشتی کنارے پر لگ چکی تھی۔ (نعرہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آتشِ نمرودی میں جھونکا جا رہا تھا، تو ان کی دعا بھی یہی تھی۔

"اللّٰھم انی اسئلك بحق محمدٍ و آلِ محمدٍ الا نجیتنی من النار"

پالنے والے! تجھے نبی اور آلِ نبیؐ کا واسطہ، مجھے آتشِ نمرودی سے نجات دے دے۔

اِدھر خلیلؑ نے دعا کی، اُدھر خالق نے آگ کو حکم دیا کہ:

"یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰھِیْمَ" (انبیاء:۶۹)

اے آگ ٹھنڈی ہو جا۔ اتنی آگ ٹھنڈی ہوئی کہ حضرت ابراہیمؑ کے دانت بجنے لگ گئے، جسم میں کپکپی پیدا ہونے لگی۔ خالق کو دوبارہ کہنا پڑا کہ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اتنی ٹھنڈی ہو جا کہ میرے نبی کو سردی لگ جائے۔ "سَلٰمًا" اتنی درمیانی ٹھنڈی ہو جا کہ میرا نبی سلامتی سے وقت گزار سکے۔

تین راستے

تو بہر حال یہ وہ ہستیاں ہیں، جن کو خالق نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان وسیلہ اور واسطہ بنایا ہے۔ یہ وہی نازک موڑ ہے، جہاں آ کر وہابیوں، اور غالیوں کی راہیں جُدا جُدا ہو جاتی ہیں۔ اور شیعوں کا راستہ الگ ہو جاتا ہے۔ وہابیوں نے کہا: ہم کسی کو وسیلہ نہیں مانتے۔ پس ڈائریکٹ اللہ سے لیں گے۔ وہ فرماتا ہے: "اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" (غافر:۶۰) مجھے بلاؤ،

مجھے پکارو، میں سنوں گا۔ لہٰذا کسی واسطے کی ضرورت نہیں۔ سب کچھ براہِ راست اللہ سے مانگیں گے، اللہ سے لیں گے، اُدھر وہ گھٹانے والوں کا نظریہ تھا، اِدھر بڑھانے والے آگئے۔ انھوں نے کہا:

رضائیں خدا کی لے لیں علیؑ نے
اللہ کے پلے میں رکھا ہی کیا ہے

جو کچھ خدائی تھی خدا نے مولا علیؑ کے حوالے کر دی۔ اب اللہ کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر ہے تو معاذ اللہ صرف جہنم ہے۔ اگر جہنم لینی ہے تو جاؤ اللہ کے پاس۔ اگر اولاد لینی ہے، جائیداد لینی ہے، جنت کی جاگیر لینی ہے، تو چھوڑو خدا کو وہ تو ریٹائر ہو چکا، مُرتضیٰؑ کے پاس جاؤ۔ اُنھوں نے آلِ محمدؑ کو چھوڑ دیا، اِنھوں نے خدا کو چھوڑ دیا۔

اب آؤ دیکھیے کہ درمیانہ راستہ کونسا ہے، جو آلِ محمدؑ نے بتایا۔ جو چودہ سَو سال کے شیعہ علماء نے فرمایا۔ اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے اپنے زمانے کے امام حجّت ابن الحسن، شہنشاہِ زمین و زمان کا فرمان پیش کر دینا میں کافی جانتا ہوں۔ (صلوات)

شیعوں کو دو لخت کرنے والی بحث

ہماری تقریباً وہ تمام کتابیں جو بارھویں لعل ولایت کے حالات کے بارے میں لکھی گئی ہیں، ان کے اندر یہ واقعہ موجود ہے کہ بارھویں امام کی غیبت صغریٰ کا دور تھا کہ بغداد جیسے مرکز میں، جہاں امام کے نائبین خاص بھی رہتے تھے، جناب حسین بن روح کا زمانہ تھا کہ شیعیانِ بغداد میں بحث چھڑ گئی کہ آیا خالق اور رازق خدا ہے یا خالق اور رازق آلِ عبا ہے۔ یعنی پیدا کرنا، اور روزی دینا خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے، اور محمدؐ و آلِ محمدؑ وسیلہ ہیں، ان کے صدقے میں دیتا ہے، اس کے مہابلے میں دیتا ہے، یا خالق بھی آلِ محمدؑ

ہیں ۔ روزی رساں بھی آلِ محمدؐ ہیں ۔ یہ بحث اتنی بڑھی کہ بغداد کے شیعوں کے دو حصّے ہو گئے ۔ ایک وہ کہتا ہے، ایک یہ کہتا ہے ۔ایک چٹی داڑھی والا بزرگ موجود تھا، اس نے کہا کہ خدا تمھیں عقل دے، جب ہمارے امام زمانہ دنیا میں موجود ہیں، اور ان کے نائبِ خاص حسین بن روح یہیں اسی بغداد کے اندر تشریف فرما ہیں، جن کی امامؑ تک باقاعدہ رسائی ہوتی ہے، ہمارے سوالوں کے جواب ہمیں امام سے منگوا کے دیں گے ۔تم کیوں جھگڑتے ہو، اور کیوں لڑتے ؟ یہ مسئلہ کیوں نہیں جناب حسین بن روح کی خدمت میں پیش کرتے ہو؟ اور کیوں ان کی خدمت میں بات نہیں کرتے کہ وہ بارھویں لعل ولایت کی بارگاہ میں پیش کر کے تمھیں اس کا جواب لے دیں؟ سارے شیعوں نے کہا: اس سے بہتر کوئی تجویز نہیں ہے ۔ چنانچہ یہی مسئلہ لکھا گیا اے ہمارے دین و دنیا کے بادشاہ! اے ہمارے ہادی و رہنما ! اے ہمارے خالق اکبر کے بنائے ہوئے پیشوا! آپ ہمیں بتائیں کہ خالق اور رازق خدا ہے، یا خالق اور رازق آپ ہیں؟ اگر خدا ہے تو پھر آپ کا مرتبہ اور مقام کیا ہے؟

جو کچھ امام عالی مقامؑ نے جواب دیا، اور ہمارے علمائے اعلام نے غیبتِ صغریٰ کے دور سے لے کر آج پندرھویں صدی تک اپنی کتابوں میں لکھا ہے، علامہ حائری نے غایتِ مقصود میں اور وہ ساری کتابیں جو بارھویں امام کے حالات میں لکھی گئیں، ان میں بارھویں لعل ولایت کی تحریر موجود ہے ۔امام فرماتے ہیں:

ان اللہ خالق الانسان..............

فرمایا: جہاں تک پیدا کرنے کا تعلق ہے، اور جہاں تک روزی دینے کا تعلق ہے، فرمایا: خالق بھی خدا ہے، اور روزی رساں بھی خدا ہے، کیونکہ نہ وہ جسم ہے، نہ کسی جسم میں حلول کرتا ہے، وہ علیم بھی ہے، اور بصیر بھی ہے ۔لیکن

جہاں تک ہم آلِ محمدؑ کا تعلق ہے، فرمایا: ہم دعائیں کرتے ہیں، اولادیں وہ عطا کرتا ہے۔ سفارش ہم کرتے ہیں، رزق وہ عطا کرتا ہے۔ کیونکہ ہمارا مقام اتنا بلند ہے کہ جب ہم کسی بندے کی سفارش کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ پر ہمارا سوال رد نہیں ہوتا۔ (نعرہ)

خدا رب العالمین ہے، اس رب العالمین تک رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ نبی ہوتا ہے، اور علیؑ اولادِ علیؑ ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی مرکز کا انکار کر دے وہ یہودی بن جائے گا۔ اور کوئی وسیلے کا انکار کر دے تو وہ وہابی بن جاتا ہے۔ اگر صحیح مُسلمان بن کر جینا، اور مرنا ہے، اگر صحیح معنوں میں آلِ محمدؑ کا غلام بن کر دنیا میں زندہ رہنا ہے، اور پھر ایمان پر مرنا ہے تو رب العالمین کو کائنات کی ہر چیز کا مرکز تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور مرکز کو وسیلہ آلِ محمدؑ کا دینا پڑے گا۔ یہی خالق اکبر کا فرمان ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (مائدہ:۳۵)

کہ اللہ سے ڈرو۔ خدا تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔ ہم خالق کو خدا مانتے ہیں، اور آلِ محمدؑ کو وسیلہ جانتے ہیں۔

نہ غالی ہیں نہ قالی ہیں بس ہم تو موالی ہیں

(صلوات)

پانچ والی کشتی کا حال

پانچ والی کشتی چھوٹ رہی ہے، صرف تین منٹ باقی ہیں، تو میں چاہوں گا کہ خود بھی اور آپ بھی اسی پانچ والی کشتی پر سوار کرا کے جاؤں گا۔ اگر کوئی رہ جائیں گے تو بعد میں بھی کشتیاں چھوٹیں گی۔ ان شاء اللہ۔ اور سب آخر میں بارھویں لعل ولایت کی کشتی چھوٹے گی، جو ساری کشتیوں سے رہ جائیں تو اس میں یقیناً سوار ہو جائیں گے۔

ادھر آ بحر عشق پانچ تن پاک میں ڈال دے کشتی
جو اس میں ڈوب جائے اس کا بیڑا پار ہوتا ہے

لہٰذا آخر کلام میں اپنے عزیز، اپنے محترم، اپنے مکرم قوم کی خدمت میں گزارش کروں گا، تمھیں اس علیؑ اور اس علیؑ کی اولاد کا واسطہ، تمھیں اس خاتم الانبیاء کی نبوّت کا واسطہ، تمھیں ربُ العالمین کی ربوبیت کا واسطہ، اپنی صفوں میں گھوڑے نہ دوڑاؤ۔ لڑائیاں ختم کر دو، جھگڑے ختم کر دو، اختلاف ختم کر دو، اگر جینا چاہتے ہو۔ کیونکہ تمھاری بربادیوں کے منصوبے پہلے بن چکے ہیں۔ اور پاکستان میں ان کے جال اور کانٹے پھیل چکے ہیں۔ اور محرم سر پر آرہا ہے، ادھر آ کر دیکھو اور دیوار پر پڑھو کہ دیوار پر کیا لکھا ہوا ہے۔ "کافر کافر شیعہ کافر"...... ہم کوئی فرق نہیں کریں گے، کون موسوی صاحب کو قائد مانتا ہے، کون حسینی صاحب کو قائد مانتا ہے۔ وہ نہیں دیکھیں گے کہ کون ڈھکو صاحب کی عزت کرتا ہے۔ کس مولوی یا ذاکر کا احترام کرتا ہے، وہ تو دیکھیں گے کہ "عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ" کلمے میں پڑھتا ہے۔ جب غیر ہم سب کو ایک سمجھ رہے ہیں، تو ہم اپنے آپ کو کیوں ایک نہیں سمجھتے۔

کہیں قومیں ہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ایٹم بم اور ھائیڈروجن بم سے زیادہ مہلک ھتھیار

میں نے ماہِ رمضان کے ایک جمعے میں سرگودھا کی مرکزی مسجد میں کہا تھا: آج ایٹم کا دور ہے، ایٹم بم بن چکا ہے، کائنات میں دنیا کے سائنس دانوں نے آج تک کوئی ایسا مہلک ہتھیار نہیں بنایا۔ اتنا ہائیڈروجن بم قوم کو تباہ نہیں کرتا جس قدر اس قوم کا اپنا اختلاف اس قوم کا انتشار، قوم کی بربادی کا باعث بنتا ہے۔ پچھلے دنوں ضلع لیہ کے اندر ایک بہت بڑا عظیم جلسہ تھا،

جس میں چوٹی کے ذاکر مولوی اکٹھے تھے، اس میں مَیں نے کہا: اگر مرنے کا ارادہ ہے تو زیادہ لڑو۔ اگر جینے کا ارادہ ہے تو لڑائیاں ختم کر کے، جذبات ختم کر کے ایک بھی بن جاؤ اور نیک بھی بن جاؤ۔ (نعرہ)

پہلے دشمنوں کے منصوبے کو سمجھو۔ ان کا کچھ نہیں بگڑا۔ ہمارا سرمایہ کچھ نہیں بچا۔

☆

مصائبؑ

نانے کے روضے کے سایہ کو چھوڑ دیا......

بندھا ہوا احرام توڑ دیا......

کربلا کے صحرا کی طرف رُخ موڑ دیا......

ہم شکل پیغمبر بیٹے کو ذبح کرا دیا......

چھ مہینے کے لاڈلے بچے کو قربان کر دیا......

قمر بنی ہاشمؑ جیسے عظیم بھائیوں کے بازو قلم کرا دیے......

گردن کو نوکِ نیزہ پر بلند کرا دیا......

چادرِ تطہیر کی مالک بہنوں بیٹیوں کے برقعے لٹوا دیے......

لیکن ظالموں کو پھر بھی تسلی نہیں ہوئی۔

کہتے ہیں......................

کوئی ہے جو زہراؑ کے لال کے بدن پر گھوڑے دوڑائے۔ چنانچہ زہراؑ کے لاڈلے کا نازک بدن اس بے دردی کے ساتھ ظالموں نے گھوڑے کی ٹاپوں سے اس طرح پامال کر دیا کہ......تاریخ یہی کہتی ہے کہ

ظالموں نے جب لاشوں پر گھوڑے دوڑائے تو پتا نہیں چلتا تھا علیؑ و بتولؑ کے لاڈلے کے سینے کی ہڈیاں کہاں ہیں؟ اور پشت مبارک والے جوڑ کہاں ہیں؟......

یہی تو وجہ تھی، میرا آخری جملہ جب ام المصائب زینبؑ اپنے عظیم بھائی کی لاش پر پہنچیں تو دیکھا کہ ان کا سر موجود نہیں تھا.......

ہاتھوں کو دیکھا، ہاتھوں کی اُنگلیاں موجود نہیں تھیں...... الغرض جسم کا کوئی جوڑ سلامت نہیں تھا.......

تو بی بی پہچان نہ سکیں کہ میرا بھائی حسینؑ یہی ہے.......

بی بی بڑی دیر خاموش کھڑی رہیں، اور بڑی دیر کے بعد بولیں:

"ءانت الحسین"

کیا میرا حسینؑ بھائی تُو ہے؟

"ءأنت ابن أمی فاطمة الزهراء"

کیا میری ماں فاطمۃ الزہراءؑ کا بیٹا حسینؑ تو ہی ہے۔ کیا میرے بابا اور نانا کی آنکھوں کا چین تو ہے، اگر تو ہی حسینؑ ہے تو ذرا بول کر جواب دے کہ تیری بہنیں اور بیٹیاں آخری سلام اور الوداع کے لیے آئی ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

☆

پانچویں مجلس

حسینیت

سرکار رئیس المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

[illegible]

پانچویں مجلس

حسینیت

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علیٰ اشرف الانبیاء و المرسلین و اھل بیتہ الطیبین المطہرین المعصومین اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ المجید و الفرقان الحمید اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴿۱۱۹﴾ (سورۃ التوبۃ:۱۱۹) (صلوات)

ارشادِ رب العزت ہے کہ اے ایمان والو! تقویٰ الٰہی اختیار کرو، اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

میں آپ حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ:

ایں حسین کہ عالم ہمہ دیوانہ ۔ اوست

یہ حسینؑ کون ہے؟

آج پوری کائنات میں مشرق سے لے کر مغرب تک، جنوب سے لے کر شمال تک، آج دنیا اپنا کاروبار چھوڑ کر، گھربار چھوڑ کر، کالے کپڑے پہن کر، سر و ریش میں خاک ملا کر دیوانوں کی طرح کیوں دوڑ رہی ہے؟

آج میں صبح گھر سرگودھا سے چلا، تو راستے میں دیکھتا آیا، شہر سنسان پڑا تھا۔ آج ہر آدمی سوگوار نظر آ رہا ہے۔

کبھی سوچا بھی ہے کہ یہ حسینؑ کون ہے؟

☆ یہ وہی حسینؑ تو نہیں ہے، جن کا بابا علی مرتضیٰ ہے؟
☆ یہ وہی حسینؑ تو نہیں، جن کا نانا محمد مصطفیٰ ہے؟
☆ یہ وہی حسینؑ تو نہیں، جن کی اماں فاطمۃ الزہراؑ ہے؟
☆ یہ وہی حسینؑ تو نہیں، جن کا بھائی حسن مجتبیٰ ہے؟
☆ یہ وہی حسینؑ تو نہیں، جن کی نانی خدیجۃ الکبریٰ ہے؟
☆ یہ وہی حسینؑ تو نہیں، جن کا دادا سید البطحیٰ ہے؟
☆ اگر یہ وہی حسینؑ ہے، تو پھر آج اس حسینؑ کو کیا ہو گیا؟
☆ دنیا کیوں رو رہی ہے؟
☆ جواب ملتا ہے کہ حسینؑ شہید کر دیے گئے۔
☆ حسینؑ کا خاندان شہید کر دیا گیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حسینؑ کو کس نے شہید کیا؟ اور کیوں شہید کرایا؟ جواب ملتا ہے کہ جو یزید بنو امیہ کا چشم و چراغ تھا، اس نے امام حسینؑ کو شہید کرایا...... کیوں؟

یزید کیا چاہتا تھا؟

اس لیے کہ یزید بے دینی چاہتا تھا، حسینؑ دین بچانا چاہتے تھے۔ یزید کفر لانا چاہتا تھا، امام اپنے جدامجد کا دین محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ یزید فسق و فجور لانا چاہتا تھا، امام عالی مقامؑ ایمان اور ایقان بچانا چاہتے تھے۔ الغرض وہ دین کو ختم کرنا چاہتا تھا، امامؑ دین بچانا چاہتے تھے۔

بھائی! یزید کیا کہتا تھا؟ کیا کرتا تھا؟ تو جواب ملتا ہے کہ وہ بدکار تھا۔

یزید بھرے دربار میں کہتا تھا:

لَعِبَتْ بَنُو هَاشِمٍ بِالْمُلْكِ فَلَا خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْیٌ نَزَلْ

کہ "بنو ہاشم نے حکومت حاصل کرنے کے لیے اسلام کا

ایک ڈھونگ رچایا ہوا تھا، ورنہ نہ کوئی آسمان سے وحی آئی، نہ کوئی خبر آئی تھی"۔

یہ تھا اس کا عقیدہ، اور عمل کیا تھا؟ محققین اسلام سے سنیے!

اِنَّهٗ كَانَ رَجُلًا يَنْكِحُ اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ وَ الْاَخَوَاتِ وَ الْبَنَاتِ وَ يَشْرِبُ الْخَمْرَ وَيَدَعُ الصَّلٰوةَ

یہ وہ ننگ انسانیت تھا جو کہتا تھا کہ ماں بہن، بیوی اور بیٹی میں کوئی فرق نہیں۔ پانی اور شراب میں کوئی تمیز نہیں، اور نماز کے قریب نہیں جاتا تھا۔ یعنی نماز کا تارک اور نماز کا منکر تھا۔

اس عقیدہ اور عمل کے باوجود وہ امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ کرتا تھا۔ وہ حسینؑ بن علیؑ تھے جو وارثِ دینِ نبی، وہ حسینؑ جس نے بتولؑ کا دودھ پی کر پرورش پائی، جبرئیلؑ نے لوریاں دے کر جس کا جھولا جھلایا۔ جس حسینؑ کو پیغمبر اسلامؐ نے اپنی پشت پر سوار کر کے کھلایا اور بٹھایا۔ جس کے گھر میں وحی آئی۔ وہ حسینؑ جو مہبطِ وحی و تنزیل تھا۔ وہ حسینؑ یزید اس سے چاہتا تھا کہ وہ میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔

وہ چاہتا تھا کہ بیعت حسینؑ کے بعد وہ دُنیا کی آنکھوں میں آنکھ ملا کر یہ باور کرا سکے کہ میرا قول و فعل اور میرا عمل، میرا عقیدہ، اگر شریعت کے مطابق نہ ہوتا تو شریعت کا صحیح وارث حسینؑ، میرے ہاتھ پر بیعت کیوں کرتا؟

حسینؑ کیا چاہتے تھے؟

لیکن حسینؑ بھی جانتے تھے اگر میں نے یزید کی ہاں میں ہاں ملا دی، تو میری جان بچ جائے گی، جائیداد بچ جائے گی، اور اولاد بچ جائے گی، اقتدار مل جائے گا۔ دُنیا کا وقار حاصل ہو جائے گا۔ لیکن آدمؑ سے لے کر خاتم المرسلینؐ تک تمام نبیوں کی محنت پر پانی پھر جائے گا۔ میرے نانا نبیؐ کی نبوت

پر پانی پھر جائے گا۔ میرے بھائی حسنِ مجتبیٰ اور میرے بابا علی مرتضیٰ کی محنت اکارت ہوجائے گی۔ ان کی کوششیں رائیگاں ہوجائیں گی۔

اور یہ بھی پتا تھا کہ میں نے انکار کیا تو مجھے وطن چھوڑنا پڑے گا، نانا کے روضے کا سایہ چھوڑنا پڑے گا۔ اور کربلا کے صحرا میں مجھے وقت گزارنا پڑے گا۔ ہم شکل پیغمبرؐ بیٹے ذبح کرانے پڑیں گے۔ طفل شیرخوار کا گلا کٹانا پڑے گا۔ قمر بنی ہاشم جیسے عظیم بھائی کے بازو کٹانے پڑیں گے۔ چادرِ تطہیر کی مالک بہنوں بیٹیوں کے برقعے لٹانے پڑیں گے۔ لیکن امامؑ نے سب کچھ سوچ سمجھ کے فرمایا:

مِثْلِی لَا یُبَایِعُ مِثْلَہٗ

اگر مجھ جیسا پاک باز اور عصمتِ کبریٰ کا تاجدار امام ایسے ناپاک کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا۔

سر داد نہ داد دستِ در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

رونا اور رُلانا

لوگ کہتے ہیں چلو یہ ٹھیک ہے، امام حسینؑ شہید ہوگئے، اور دین کو بچالیا تو پھر تمھیں واہ واہ کرنی چاہیے کہ حسینؑ نے بڑا اچھا کام کیا۔ اپنی جان قربان کرکے اپنے جدامجد کا دین بچالیا۔ آپ واہ واہ کی بجائے آہ آہ کیوں کرتے ہیں؟ آپ کو پتا نہیں کہ قرآن کیا کہتا ہے، رسول کا فرمان کیا ہے؟

رونے والوں کا عذاب میت پر کس طرح ہوسکتا ہے؟

اِنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ عَلَیْہِ

اگر کوئی رونے والا کسی مرنے والے پر روئے تو میت پر عذاب کیا جاتا ہے۔

حدیث اور قرآن میں اختلاف نہیں ہو سکتا

میں کہتا ہوں کہ میرے بھائیو! ہوش کے ناخن لو۔ جو حدیث قرآن سے ٹکرا جائے وہ کبھی پیغمبرؐ کی حدیث نہیں ہو سکتی۔

قرآن یہ کہتا ہے:

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (فاطر:۱۸)

کہ کسی کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا۔

اگر بالفرض یہ ہمارا رونا جائز نہ ہوتا تو سزا رونے والے کو ملنی چاہیے، اس مرنے والے کا کیا قصور ہے؟

شہید زندہ ہے تو ماتم کیوں کیا جاتا ہے؟

تو کہا جاتا ہے کہ چلو یہ تو ٹھیک ہے، مگر جو شہید ہیں، اور شہید زندہ ہوتے ہیں، شہید کا ماتم کرنے کا کیا مطلب؟

تو میں کہتا ہوں کہ شہید تو زندہ ہیں۔

تو مجھے بتاؤ کیا زندہ کا ماتم کرنا جائز ہے؟

یہ کہتے ہیں: نہیں۔

زندہ کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے؟

جواب ملتا ہے: نہیں۔

زندہ کو دفن کرنا جائز ہے؟

جواب ملتا ہے: نہیں۔

تو پھر شہید کو دفن کیوں کیا جاتا ہے؟

شہید کی وراثت تقسیم کیوں کی جاتی ہے؟

کیا زندہ کی بیوی دوسرا عقد کر سکتی ہے؟

جواب ملتا ہے: نہیں۔

پھر کہا جاتا ہے کہ شہید کی بیوہ عقد ثانی کیوں کرتی ہے؟
تو کہتے ہیں: شہید زندہ تو ہے پر ہمیں اس کی زندگی کا شعور نہیں۔
میں کہتا ہوں کہ شہید کو دفن کرنا جائز، شہید کو قبر میں دفنانا جائز، شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز، شہید کی وراثت تقسیم کرنا جائز، شہید کی بیوی عقد کر لے تو جائز۔ اگر ماتم کر لیا جائے تو ناجائز کیوں؟

کہا جاتا ہے کہ رونا جائز ہے ماتم کرنا جائز نہیں

کہتے ہیں: رونا تو جائز ہے۔ مگر امام حسینؑ پر ماتم کرنا جائز نہیں۔
میں کہتا ہوں کہ ماتم کرنا علیؑ اور اولادِ علیؑ کی بیٹیوں کی سُنّت ہے۔ اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ازواج کی بھی سُنّت ہے۔ جو آپؐ کی ازواج کی سُنّت کو جائز سمجھتے ہیں، وہ اس کی سُنّت پر عمل کر کے ماتم کریں۔ جو علیؑ اور اولادِ علیؑ کی سُنّت کو جائز سمجھ کر اس پر عمل کر کے ماتم کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کیوں؟

اُمّ المومنین حضرت عائشہ نے ماتم کیا

میں کہتا ہوں: میرے بھائیوں کی کتابیں چھلک رہی ہیں، بطورِ نمونہ سیرتِ حلبیہ سیرت ابن ہشام وغیرہ وغیرہ چھلک رہی ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات پر اُمّ المومنین حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جب پیغمبر اسلام کی وفات ہوئی، ان کا سر مبارک میرے زانوؤں پر تھا، جب پیغمبر ﷺ کی رُوح پرواز کر گئی، تو میں نے آپ کا سرِ اقدس تکیے پر رکھ دیا، اور عورتوں کے حلقے میں کھڑی ہو گئی۔ اور اپنے منہ اور سینے پر ماتم کرنا شروع کر دیا۔
میں کہتا ہوں کہ سید الکائنات آقائے دو جہان ﷺ کی وفات حسرت آیات ہے، اور پیغمبرؐ کا گھر ہے، ازواج النبیؐ جو صحابیات بھی ہیں، پیغمبرؐ کی موت پر ماتم کر رہی ہیں۔ اگر ماتم کرنا جائز نہیں تو جو فتویٰ ہم پر لگانا چاہتے

ہو، پہلے ان پر لگاؤ، پھر ہم بھی فتویٰ برداشت کرلیں گے۔

مانعینِ ماتم کے لیے لمحۂ فکریہ

لہٰذا جو ان کے فعل کو سند سمجھتے ہیں، ان کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اور ہمارے لیے امام حسینؑ کی بہن بیٹیوں، علیؑ و بتولؑ کی لاڈلیوں کا فعل سند ہے۔ جب ظالموں نے شہادتِ امام حسینؑ کے بعد مال و اسباب لوٹ لیا، سیّدزادیوں کی چادریں اُتارلیں، جب ظالموں نے خیمے جلا دیے، امام زین العابدینؑ سے بیبیوں نے مسئلہ پوچھا:

پیغمبر زادیوںؑ نے ماتم کیا

اے بیٹا امام! آیا جل کر مرجائیں یا باہر چلی جائیں۔

امامؑ نے حکم دیا: پھوپھی اماں!

اس وقت شریعت کا حکم یہ ہے کہ باہر چلی جاؤ۔

بیبیاں کس حال میں نکلیں۔ زیارت کے فقرے ہیں، میرا سلام ہو ان معظم بیٹیوں پر، ان محترم خواتین پر، اخرجن من القیام، میرا سلام ہو اُن علیؑ کی لاڈلیوں پر، جب خیموں سے باہر نکلیں تو سروں کے بال کھلے ہوئے تھے، اور بیبیاں مُنھ پر طمانچے مار رہی تھیں۔

میں کہتا ہوں: ہمارے لیے علیؑ و بتولؑ کی لاڈلیوں کا فعل سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو جائز نہیں جانتا، وہ جانے۔ ہمارے لیے تو کم از کم جائز ہے۔ اس لیے دنیا کی کوئی طاقت نہ آج تک ہمیں ان مراسمِ عزا سے روک سکی ہے اور نہ ماتم عزاداری سے قیامت تک کوئی طاقت روک سکے گی۔ (نعرہ)

یہ جلوس، علم، ذوالجناح اور تعزیہ کیا ہے؟

کہا جاتا ہے کہ چلو یہ بھی مان لیا جائے کہ ماتم بھی جائز ہے، یہ جلوس کیا ہے؟ یہ علم کیا ہے؟ یہ ذوالجناح کیا ہے؟ یہ تعزیہ مبارک کیا ہے؟ تو میں ان کو بتا

دینا چاہتا ہوں کہ علم ہو، یا تعزیہ مبارک ہو، یا ذوالجناح ہو، ہم ان کو خدا نہیں سمجھتے، ہم ان کو رسول نہیں سمجھتے، ہم ان کو امام نہیں سمجھتے، ہم ان کو قاضی الحاجات نہیں سمجھتے، بلکہ یہ علم وہ ہے جو حضرت امام حسینؑ کے علمدار عباسؑ وفادار کا علم تھا، جناب عباسؑ کی شہادت سے چند منٹ پہلے زمین کربلا پر گرا تھا، پر اس وقت اس علم کا کوئی اٹھانے والا نہ تھا۔ ہم اس حسرت کی تکمیل کر رہے ہیں۔

اے سرکارِ وفا! اگر ہم میدانِ کربلا میں موجود نہیں تھے، اور آپؑ کے گرے ہوئے علم کو نہ اٹھا سکے تو آؤ آج دیکھو، کروڑوں توحید کے وفادار علم کو اُٹھانا باعثِ سعادت جانتے ہیں۔

یہ عَلَم ہمارا قومی نشان ہے

ہر قوم کا کوئی عَلَم ہوتا ہے۔ ہر قوم کا کوئی جھنڈا ہوتا ہے، ہر قوم کا کوئی قومی نشان ہوتا ہے، ہر قوم کا کوئی خصوصی نشان ہوتا ہے۔ علم بھی ہمارے قومی تشخص کا نشان ہے۔

یہ وہی عَلَم ہے جو نبیؐ کے دَور میں مولا علیؑ نے اٹھایا۔ جناب امیرؑ نے اپنے دَور میں خود اٹھایا، ان کے بعد حسن مجتبیٰؑ نے اُٹھایا، پھر سید الشہداءؑ نے اُٹھایا، پھر عباسؑ وفادار نے اٹھایا۔ اسی عَلَم کو ہم قیامت تک اٹھاتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ! دُنیا کی کوئی طاقت ہمارے اُٹھائے ہوئے عَلَم کو نہیں جھکا سکتی۔ اس اُونچے عَلَم کو کوئی جھکا نہیں سکتا۔

اُونچا رہے گا ہمارا عَلَم
حَیَّ عَلیٰ خَیرِ العَمَل

یہ تعزیہ کیا ہے؟

یہ تعزیہ کیا ہے؟ سید الشہداء علیہ السلام کی ضریح اقدس کی شبیہ ہے۔ دنیا

کے تمام مذاہب اسلامیہ کے تمام فقہاء سے پوچھنا چاہتا ہوں، آپ اپنی فقہی کتابوں کا مطالعہ کرکے مجھے بتائیں، آیا کسی مذہب میں بے جان کی بے جان شبیہ بنانا ناجائز ہے؟

اہلِ سنت کے ائمہ اربعہ کا مسلک

ہمارے بھائیوں کے چار امام ہیں۔ میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں، میرے بھائیوں میں سے چار اماموں کو ماننے والوں کی۔ اگر ان کی کسی کتاب میں سے ثبت کرکے دکھاؤ۔ چار اماموں میں سے کسی امام کی فقہ میں "بے روح کی غیر ذوح دار شبیہ" بنانا ناجائز ہے۔ اگر ثابت کردیں، تو جو منوائیں، وہ میں ماننے کے لیے تیار ہوں،تو "ضریح اقدس" کیا ہے۔ "بےجان چیز کی بے جان شبیہ" بنانا جو ہر مکتب اور ہر مذہب میں جائز ہے۔(نعرہ)

شبیہ کیوں اٹھائی جاتی ہے

کہا جاتا ہے کہ بتائیے! کیوں اٹھاتے ہو۔ تو ہم اس لیے شبیہ اٹھاتے ہیں، کہ اپنا ارمان اور اپنی اس حسرت کو پورا کرتے ہیں کہ اے سید الشہداء! ہم میدانِ کربلا میں موجود نہیں تھے، آپؑ کے جنازے کو کوئی اٹھانے والا نہیں تھا، آپؑ کو کوئی دفن کرنے والا نہیں تھا، کوئی کفن دینے والا نہیں تھا۔ تو مولا! اگر ہم کربلا کے میدان میں موجود ہوتے تو آپؑ یوں بے کسی کی موت شہید نہ ہوتے۔ آپؑ کا جنازہ تین دن تک خاک وخون میں غلطان نہ پڑا رہتا۔ ہم اس جنازہ امام کی شبیہ بنا کر کاندھوں پر اٹھاتے ہیں۔ تاکہ اس حسرت کی تکمیل کرسکیں اور سید الشہداء کے خاص محبوں کی فہرست میں اپنا نام درج کراسکیں۔

ذوالجناح کیوں ہے؟

کہا جاتا ہے کہ ذوالجناح کیوں ہے؟ کس لیے بنایا جاتا ہے؟ تو میں کہتا

ہوں کہ یہ سید الشہداء علیہ السلام کے اس گھوڑے کی شبیہ ہے جو "جاندار کی جاندار شبیہ" ہے۔ یہ بھی ہر مذہب، ہر مسلک، ہر نظریہ رکھنے والوں کے نظریہ میں یقیناً جائز ہے۔

اور بناتے اس لیے ہیں کہ اے سید الشہداء! جب تیرے سوار کرنے کا وقت آیا تو کبھی دائیں دیکھتا، کبھی بائیں دیکھتا، اور نام لے لے کر پکارتا: او حبیب، او مسلم بن عوسجہ، او زہیر بن قین! تم کہاں چلے گئے ہو؟ مجھے کون سوار کرائے گا؟

امام عالی مقام کو سوار کرانے والا کوئی نہیں تھا۔ امام کی کوئی باگ تھامنے والا نہیں تھا۔ آج ہم اس گھوڑے کی باگ پکڑ کر اپنی اس حسرت کو مٹاتے ہیں۔

اے فرزند رسول! اگر کربلا میں آپ کے گھوڑے کی کوئی باگ تھامنے والا نہیں تھا، اور آپ کی باگ پکڑنے والا، اور سوار کرانے والا کوئی نہیں تھا۔ ذرا آؤ اے شہید راہِ خدا! ہمارے اوپر ایک نظر ڈالو۔ یہ لاکھوں شمع حسینیت کے پروانے آپ کے گھوڑے کی باگیں پکڑے اور تھامے نظر آتے ہیں۔

ان چیزوں کی تعظیم کیوں کی جاتی ہے؟

پھر کہا جاتا ہے کہ چلو یہ بھی مان لیا کہ عَلَم بھی جائز ہے "شبیہ ذوالجناح" بھی جائز ہے، تعزیہ مبارک بھی جائز ہے، پر ان کی تعظیم کیوں کی جاتی ہے؟ ان کا سلام کیوں کیا جاتا ہے، ان کا احترام کیوں کیا جاتا ہے؟...... گھوڑا ہے تو یہیں کا...... تعزیہ مبارک کی لکڑیاں ہیں تو یہیں کی...... عَلَم ہے تو اس کی بانس یہیں کی...... اس کا کپڑا بھی یہیں کا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ اپنی اپنی معرفت ہے۔ تم نگاہ کرتے ہو کہ گھوڑا یہیں کا ہے، کپڑا یہیں کا ہے، اور لکڑی بھی یہیں کی ہے، اور کاغذ بھی یہیں کا ہے۔ ہم اس چیز کو نہیں دیکھتے۔ ہم اس نسبت کو دیکھتے ہیں، اس گھوڑے کو

نسبت کس گھوڑے سے ہے، ہم دیکھتے ہیں، ہمارے کاغذ اور اس کپڑے کو کس کاغذ اور کس کپڑے سے نسبت ہے۔ ہم اس نسبت کا سلام کرتے ہیں۔

ہم اس نسبت کا احترام کرتے ہیں۔ ہر مذہب، ہر مسلک، ہر ملت میں، بلکہ خدا کے منکروں کے ہاں بھی مسلّم طور پر جائز ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو میں دو تین چیزیں عرض کرتا ہوں۔

مسجد کا احترام

یہ مسجد ہے، آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، یہاں ایک لیٹرین بھی بنی ہوئی ہے، اس میں جو اینٹ لگی ہے، وہ بھی دونوں ایک سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں۔ جو اس پر گارا لگا، اور جو لوہا بھی لگا، وہ بھی یہاں کا، جو اینٹ لگی وہ بھی یہیں کی، وہ بھی ایک، ایک بھٹے میں پکی ہوگی، ایک مسجد میں لگ گئی، ایک لیٹرین میں لگ گئی۔

جو اینٹ مسجد میں لگ گئی، وہ اتنی قابلِ احترام بن گئی کہ وہاں بغیر وضو کے اندر قدم نہیں رکھ سکتے، اور جو لیٹرین میں لگ گئی، اس جگہ بول و براز کیا جاتا ہے۔

جوتی بھی چمڑے کی اور قرآن کا غلاف بھی چمڑے کا

چمڑے کو دیکھ لو، گائے بھی ایک، بکری بھی ایک، ذبح کرنے والا بھی ایک، چھری بھی ایک، رنگنے والا بھی ایک، جہاں رنگا گیا، وہ جگہ بھی ایک، لیکن رنگنے کے بعد ایک چمڑے کا جوتا بن جاتا ہے، جو جوتے میں لگایا جاتا ہے، دوسرے کو قرآن کی جلد بنایا جاتا ہے۔ جو جوتا بن جاتا ہے وہ پاؤں میں پہنا جاتا ہے، گندگی پر پھرایا جاتا ہے۔

جو غلافِ قرآن بن گیا، جو جلد قرآن بن گئی، اس کو آنکھوں پر لگایا جاتا ہے، اور اس کے بوسے لیے جاتے ہیں، اس کا احترام کرنا جزوِ ایمان سمجھا جاتا ہے۔

تابوتِ سکینہ

اگر پھر بھی تسلی نہ ہوئی ہوتو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جس "تابوتِ سکینہ" کا ذکر ہے، جس کے گھر میں "تابوتِ سکینہ" چلا جاتا تھا، اس گھر میں نبوّت آجاتی تھی۔ جو میدانِ جنگ میں لے جاتا تھا، اسے فتح نصیب ہوجاتی تھی۔ ارشادِ ربُّ العباد ہے:

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾

(البقرہ: ۲۴۸)

ان سے ان کے پروردگار نے کہا: اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق تمھارے پاس آئے گا، جس میں تمھارے رب کی طرف سے تمھارے سکون و اطمینا ن کا سامان ہے، اس اس میں آلِ موسیٰؑ وہارونؑ کی چھوڑی ہوئی چیزیں ہیں، جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے، اگر تم ایمان والے ہوتو یقیناً اس میں تمھارے لیے بڑی نشانی ہے۔

کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ "تابوتِ سکینہ" کیا تھا، اور اس میں کیا تھا۔

میں اپنے بھائیوں سے کہتا ہوں کہ اپنی تفسیریں اٹھاکر دیکھو۔ "تابوتِ سکینہ" لکڑیوں کا بنا ہوا ایک صندوق تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد مادرِ موسیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو اس صندوق میں رکھ کر تالا لگا دیا، اور دریائے نیل میں ڈال دیا، اور خالق نے حضرت موسیٰؑ کو بچالیا تھا۔ یہ ہے وہ صندوق، اور اس صندوق کے اندر کیا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جُوتیاں، اور پہننے کے کپڑے۔ اور جو

لکڑیاں حضرت موسیٰ کی طرف منسوب ہوجائیں اور جو جُوتے اور کپڑے حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰ کی طرف منسوب ہوجائیں، جو عمامہ دو نبیوں کی طرف منسوب ہوجائے، جو کپڑے دو نبیوں کے جسم سے مس ہوجائیں، وہ تو محترم بن جائیں، قابلِ احترام بن جائیں اور لائقِ سلام۔ وہ داخل ہوجائیں "شعائر اللہ" میں۔

لیکن وہ گھوڑا جو فخر موسیٰ کی طرف منسوب ہوجائے وہ تعزیہ مبارک جو فخر کائنات حسینؑ بن علیؑ کی مزار مقدس کی طرف منسوب ہوجائے، وہ علَم جو سرکارِ وفا کے علَم کی طرف منسوب ہوجائے، کیا وہ ہمارے سلام کا بھی حق دار نہیں؟

حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کیا تھی؟

باقی ناقہ بھی خدا کی مخلوق ہے، لیکن "ناقۂ صالحؑ" کو کیوں "ناقۃ اللہ" کہا جاتا ہے۔ وہ ایک نبی کی سواری تھی۔ تو میں کہتا ہوں کہ ایک نبی کی ایک اونٹنی، ایک نبی کی سواری کی طرف منسوب ہوجائے، تو وہ لائقِ احترام ہوجائے؟

خانہ کعبہ کیا ہے؟

ایک نبی نے گارا بنایا، دوسرے نبی نے پتھر لگائے، جب بن گیا، تو یہ بن گیا "خانۂ خدا" و "کعبۃ اللہ" جو چیزیں نبیوں کی طرف منسوب ہوجائیں وہ لائقِ احترام ہوجائیں، جو نواسۂ رسولؐ کی طرف منسوب ہوجائیں وہ لائقِ احترام کیوں نہیں؟

غلافِ کعبہ

غلافِ کعبہ یہیں بنایا گیا تھا ۱۹۶۶ء میں لاہور میں، بزرگوں کو بھی یاد ہوگا، مستری یہیں کے تھے، کپڑا یہیں کا تھا، مشینیں بھی یہیں کی تھیں، دھاگا بھی یہیں کا تھا، لیکن جب بن گیا، تیار ہوگیا، ابھی خانہ کعبہ سے مس بھی نہیں ہوا

تھا، تو دُنیا لاہور میں ٹوٹ پڑی، زیارت کرنے کے لیے ۔ لوگوں کو جب پتا چلا تو لوگوں نے حکومت سے تقاضا کیا تھا کہ ایک ٹرین چلائی جائے اور تمام لوگوں کو جو دُور دراز رہتے ہیں، ان کو غلافِ کعبہ کی زیارت کرائی جائے ۔

غلافِ کعبہ کے متعلق مولوی صاحبان کا فتویٰ

اس دَور میں مولانا صاحبان سے پوچھا گیا، یہ غلافِ کعبہ بنایا یہیں گیا، ابھی کعبہ سے مس بھی نہیں ہوا، یہ لائق احترام کیوں بن گیا، لائق سلام کیوں بن گیا ۔ بڑے بڑے مولانا صاحبان، مفتی صاحبان نے یہی جواب دیا کہ ہم کپڑے کو سلام نہیں کرتے، ہم مشینری کو سلام نہیں کرتے، بلکہ ہم اس نسبت کو سلام کرتے ہیں جو غلاف کو کعبہ کی طرف ہوگئی ہے ۔

اِسلام رواداری کا مذہب ہے

بہرکیف میرے بھائیو! اسلام رواداری کا مذہب ہے، صلح و آشتی کا مذہب ہے، امن اور سلامتی کا مذہب ہے، یہ جیو اور جینے دو کا مذہب ہے ۔ اگر ان دلیلوں کے باوجود بالفرض اگر ہمارے کسی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے مُسلمان کی نظر میں ہماری یہ عزاداری اس کے یہ مراسم، اور اس کے شعائر، ان کے مذہب میں جائز نہیں، تو ہم کب ان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ شامل ہوجائیں ۔ ہم تو صرف اِتنا کہتے ہیں: لکم دینکم و لی دین ۔ موسیٰ بدین خود و عیسیٰ بدین خود ۔

اگر آپ جائز نہیں سمجھتے تو شامل نہ ہوں ۔ لیکن جو ان باتوں کو جائز سمجھتے ہیں، آپ کو اُن کی عبادت میں مداخلت کرکے ان کی دل آزاری کا حق کس نے دیا ۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

شاعر کہتا ہے:

می نالم ز هر دم گر یه نفس جهست ناصح را
دل از من دست از من گریبان از من

شاعر کہتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں آتی "کاہوے" اسے کیا ہو رہی ہے، روتا ہوں تو میں اپنی آنکھوں سے، سینہ پیٹتا ہوں تو میں اپنے ہاتھوں سے، گریبان پھاڑتا ہوں تو اپنے گریبان کا۔ جب ہاتھ بھی میرا، آنکھ بھی میری، کرتا بھی میرا، سینہ بھی میرا، ہم ہزار بار ماتم کر سکتے ہیں، روکنے والے کو تکلیف کیا ہوتی ہے۔ اس لیے حسینؑ سب کا ہے۔ حسینؑ تیرا، حسینؑ میرا، حسینؑ رب کا، حسینؑ سب کا۔

میں اپنے بھائیوں کو بتا دینا چاہتا ہوں، جو اس گمان میں مگن ہیں، اس خیال میں مست ہیں کہ حسینؑ بس شیعوں کا ہے، ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ میں عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر خدا سب کا خدا ہے، وہ رب العالمین ہے، اس کی ربوبیت، اس کی خدائی کسی ملت، کسی قوم قبیلہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے تو ہمارے پیغمبر ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، ان کی نبوت، ان کی رسالت، ان کی رحمت کسی قوم و قبیلہ، کسی ملک و ملت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

جہاں تک خدائی وہاں تک مُصطفائی

میں کہتا ہوں کہ جہاں تک خدا کی خدائی کا تعلق، وہاں تک پیغمبرؐ کی مصطفائی کا تعلق۔ جس طرح خدا سب کا خدا ہے، اسی طرح پیغمبرؐ سب کا رسول ہے۔ تو مجھے کہنے کی اجازت دو، علیؑ ہوں یا اولادِ علیؑ، ان کی امامت، ان کی ولایت، ان کی محبت، ان کی ہدایت، ان کی عظمت، ان کی وصایت، ان کی جلالت کسی قوم و قبیلہ تک محدود نہیں۔ بلکہ جہاں تک خدا کی خدائی کا تعلق، جہاں تک پیغمبر کی رسالت کا تعلق، وہاں تک علیؑ اور اولادِ علیؑ کی ہدایت کا تعلق ہے۔ اس لیے یہ سب کے مشترکہ حسینؑ ہیں۔

اگر یزید اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا

میرے بھائیو! یاد رکھو کہ اگر یزید اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا، اور حسینؑ اس کا مقابلہ کر کے، سب کچھ لٹا کے، سب کچھ کٹا کے، یزید کے ارادوں کو خاک میں نہ ملاتے، تو یقین سمجھو کہ آج دنیا میں اسلام نہ ہوتا، ایمان نہ ہوتا، انسانی ڈھانچے ہوتے، پر حقیقت میں انسانیت کا کہیں نام و نشان نہ ہوتا۔ اس واسطے حسینؑ سب مسلمانوں کے محسن ہیں۔ اور اہل ایمان کے بھی محسن ہیں، اور عالم انسانیت کے بھی محسن اعظم ہیں۔

انسانیت کے نام پہ کیا کر گئے حسینؑ
ہر دور کے بلند خیالوں سے پوچھ لو

حسینؑ سب کا

آج انڈیا میں چلے جاؤ، رشیا میں چلے جاؤ، آج غیر مسلمانوں کے ملک میں چلے جاؤ، وہاں حسینؑ کی یاد منانے کے لیے، ان کی عزاداری منانے کے لیے کوئی کسی لائسنس لینے کی ضرورت نہیں، تو گویا وہ ہندو ہو کر، غیر مسلم ہو کر، اپنے عمل سے، اپنے کردار سے دنیا کو بتا رہے ہیں کہ حسینؑ پر مسلمانوں کی کوئی اجارہ داری نہیں۔ حسین سب کا۔

مقصدِ حسینؑ کی ہمہ گیری

یہی وجہ ہے کہ مولاؑ کے مقصد میں، ہدف میں ہمہ گیری پائی جاتی ہے۔ آفاقیت پائی جاتی ہے، اور وہ لوگ جو کلمہ نہیں پڑھتے، خدا کو خدا نہیں مانتے، جو مصطفیٰ کو رسولِ خدا نہیں جانتے، وہ بھی حسینؑ بن علیؑ کی عظمت کے سامنے گردن جھکاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

شاعر کہتا ہے:

تو اپنے خون پاک کے چھینٹوں سے اے حسینؑ
انسان کی شرافت خفتہ جگا گیا

اِسلام کی کشش کا نہ جن پر اثر ہوا
تو درد بن کے ان کے دلوں میں سما گیا

لہٰذا سید الشہداءؑ سب کے مشترکہ ہیں۔ ان کا نانا ہے تو سب کا رسولؐ، ان کا باپ ہے تو سب کا امامؑ۔ ان کی اماں ہیں تو ساری خواتین جنت کی سردارؑ، ان کا بھائی ہے تو سید شباب اہل الجنۃ، ان کا دادا ہے تو سید البطحیٰ۔ اس واسطے آؤ سارے مسلمان مل کر اس شان و شوکت کے ساتھ عزاداری حسینؑ منائیں کہ دنیا پر واضح ہو جائے کہ مسلمان قوم احسان فراموش نہیں ہے، اور ثابت ہو جائے کہ:

هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَان
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْم

☆

مصائب

ابھی وقت اتنا زیادہ نہیں ہے کہ طویل مصائب پڑھنے کا، دو اڑھائی جملے عرض کرتا ہوں۔ بی بی نے وطن چھوڑا تو بھائی کی خاطر، اگر کربلا کی تکلیفیں برداشت کیں تو بھائی کی خاطر، اگر اپنے لالوں کی جوڑی ذبح کرائی تو بھائی کی خاطر۔ اب دیکھ رہی ہے کہ میرا بھائی حسینؑ ذبح ہو رہا ہے، بی بی تلہ زینبیہ پر کھڑی ہے اور بھائی کی محبت کہتی ہے، بی بی باہر نکل کر اپنے بھائی کو بچانے کی آخری کوشش کرو۔ ادھر شریعت کہتی ہے کہ بی بی جب تک ظالم خیموں کو نہ جلا دیں اس وقت تک باہر نہ نکلنا۔ جب تک چادریں لوٹ کے نہ لے جائیں اس وقت تک باہر قدم نہ رکھنا، بی بی اس کشمکش میں مبتلا ہے، ملعون ابن سعد کو دیکھا کہ وہ کھڑا ہو کر دیکھ رہا ہے، حسینؑ ذبح ہو رہے ہیں۔ میں مختصر عرض کرتا ہوں، بی بی نے آواز دی، "یاابن سعد اتنظر یقتل ابو عبد اللہ" اے سعد کے بیٹے! تمھیں شرم نہیں آتی، میرا ماں جایا حسینؑ ذبح ہو رہا ہے، اور تو دیکھ رہا ہے، ظالم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بی بی نے تیس ہزار کے لشکر کو آواز دی کہ تمھارے درمیان کوئی بھی مسلمان نہیں ہے؟ جب ادھر سے بھی کوئی جواب نہ ملا تو بی بی نے آسمان کی طرف رخ بلند کیا۔ اے کاش آسمان زمین پر گر پڑتا، اے کاش میں مر جاتی، مجھے موت آ جاتی، میں اپنے بھائی کی یہ دردناک حالت نہ دیکھتی۔ میرے بھائیو! میں کیا عرض کروں۔ بی بی بددعائیں دیتی رہی، ظالم کا کند خنجر چلتا رہا، جب ظالم نے بارھویں ضرب لگائی، بس بارھویں ضرب کا چلنا تھا تو میرے مظلوم امام کا سرتن اطہر سے جدا

ہوا۔ ظالموں نے نوکِ نیزہ پر چڑھا دیا۔ کربلا کی زمین میں سیاہ آندھیاں چلنے لگیں۔ آسمان سے خون کی بارش برسنے لگی۔ کربلا کی زمین میں زلزلہ آنے لگا۔ ہاتف غیبی کی آواز گونجی، الا قتل الحسین بارض کربلا "حسینؑ نے کربلا کے میدان میں گردن کٹوادی۔ سرنوکِ نیزہ پر چڑھا دیا، اور دنیا کو ایک سبق دے گئے کہ:

چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نوکِ سنان پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

☆

چھٹی مجلس

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

چھٹی مجلس

رُوحِ عزاداری

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علیٰ اشرف الانبیاء و المرسلین و اهل بیته الطیبین المطہرین المعصومین اما بعــد فقد قال رسول اللہ ﷺ

حُسَینٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ ......صلوات پڑھو

اِرشادِ نبویؐ: حُسَینٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ کا مطلب کیا ھے؟

خالق کائنات کے آخری پیغمبرؐ کا وہ ارشاد میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے کہ جس پر اسلام کے تہتر فرقوں کا اِتفاق ہے، جس طرح قرآن مجید کے بارے میں ہر مُسلمان کا عقیدہ ہے کہ "الحمد" کی "الف" سے لے کر "والناس" کی "سین" تک اللہ کا قرآن ہے، اللہ کا کلام ہے، اللہ کا فرمان ہے، اسی طرح اس حدیث شریف پر بھی تمام مُسلمانوں کا اِتفاق ہے کہ یہ پیغمبر اِسلامؐ کا فرمان ہے، اور کلام ہے، اور بیان ہے ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

"حسینؑ مجھ سے ہے، اور مَیں حسینؑ سے ہوں" ۔

یہ دو جملے ہیں ۔ایک جملہ یہ ہے کہ "حسینؑ مجھ سے ہے" ۔ یہ ایسا واضح مطلب ہے جس کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ۔ پیغمبرؐ ہیں نانا، اور حضرت امام حسینؑ ہیں پیغمبر اِسلامؐ کے نواسے، ان کی بیٹی کے بیٹے، لہٰذا بیٹی کا بیٹا بھی بیٹا ہوتا ہے ۔اور بیٹے کا بیٹا بھی بیٹا ہوتا ہے ۔لہٰذا آپ کا یہ فرمانا کہ "میں حسینؑ سے ہوں" ...... نانا کبھی نواسے سے نہیں ہوتا ۔ دادا کبھی پوتے سے نہیں ہوتا ۔لہٰذا اس جملے کے بارے میں تمام سنی شیعہ علماء نے تحقیق کی ہے،

اور آخری فیصلہ یہ کیا ہے کہ امام حسینؑ کا وجود، ظاہری جسم اور جان میری وجہ سے ہے، میں نہ ہوتا، تو میری بیٹی نہ ہوتی، میری بیٹی نہ ہوتی تو حسینؑ نہ ہوتے۔ لیکن میرے نام کی بقاء میرے قرآن کی بقا میرے اسلام کی بقا، میرے ایمان کی بقا، حسینؑ ابن علیؑ سے وابستہ ہے۔ (نعرہ)

مطلب یہ برآمد ہوا: اگر امام حسینؑ نہ ہوتے، ان کی عظیم قربانی نہ ہوتی، اگر واقعہ کربلا نہ ہوتا، نہ اسلام ہوتا، نہ میرا نام ہوتا، نہ میرا نشان ہوتا، نہ اللہ کا قرآن ہوتا، نہ دین اسلام ہوتا، نہ کائنات میں کوئی امام ہوتا، اگر یہ سب کچھ ہے تو حسینؑ بن علیؑ کی قربانی صدقے کی وجہ سے ہے۔ (نعرہ)

امام حسینؑ کی بے مثال قربانی

میرے دوستو! میرے عزیزو! اور میرے بزرگو! اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت امام حسینؑ نے وہ قربانی پیش کی جو آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک جو کسی نبی کو کرنے کا موقع نہیں ملا۔

از ہیچ نبیے نآید این کار
واللہ کہ اے حسینؑ کارے کردی

☆

امام عالی مقامؑ کی غرض و غایت

جو کام نبیؐ نہ کر سکے، تو نے وہ کام انجام دے دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امام عالی مقامؑ کے کام کا مقصد کیا تھا، غرض کیا تھی، غایت کیا تھی، اور ان کے سامنے ہدف کیا تھا، مطلب کیا تھا...... اتنی بڑی قربانی پیش کرنے کا کوئی مقصد ہونا چاہیے۔ اس سوال کا جواب یزیدیوں نے بھی دیا ہے، اور حسینیوں نے بھی دیا ہے۔ چودہ سو سال گزر گئے، حضرت امام عالی مقامؑ کی شہادت سے لے کر آج تک دو نظریے رہے ہیں۔

شہادت حسینؑ کے متعلق یزیدیوں کا نظریہ

یزیدیوں نے اور یزید کے پیروکاروں نے، ان کے حمایت کاروں نے ہمیشہ یہ کہا ہے کہ یہ دو شہزادوں کے اقتدار کی جنگ تھی۔ امام حسینؑ اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ یزید اپنا اقتدار بچانا چاہتا تھا۔ اس سلسلہ میں لڑائی ہوگئی۔ امام حسینؑ شہید ہوگئے...... یہ یزیدیوں کا نظریہ ہے۔

حسینیوں کا نظریہ

لیکن حسینیوں کا نظریہ عام مسلمانوں کا نظریہ، تمام اہلِ ایمان کا نظریہ ہے کہ یہ اقتدار کی جنگ نہیں تھی۔ یہ کفر و اسلام کی جنگ تھی...... یہ حق و باطل کی جنگ تھی...... ایمان کی اور بے ایمانی کی جنگ تھی...... کفر و اسلام کی جنگ تھی۔...... دین اور بے دینی کی جنگ تھی۔ (نعرہ)

امام حسینؑ کا چیلنج

کیا مطلب؟ یزید پیغمبر اسلام سے لے کر آدمؑ کے شیطان سے ہر باطل قوت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ میرا اقتدار بچ جائے، دین مٹ جائے، اسلام مٹ جائے، انسانیت کا نام و نشان مٹ جائے، حسینیت کا نام و نشان مٹ جائے۔ امام عالی مقامؑ نے اس کو چیلنج کیا تھا کہ میں وطن چھوڑ دوں گا، اپنے اہل و عیال قربان کر دوں گا، اصحاب شہید کرا دوں گا، نوکِ نیزہ پر گردن کٹوانے کے بعد بلند کرا دوں گا۔ لیکن تجھے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؑ

امام نے گردن کٹوا دی، سارے اہل بیت شہید کرا دیے، یار و انصار

کٹوا دیے، لیکن گردن کٹوانے کے بعد، نوکِ نیزہ پر سر بلند کروانے کے بعد، دنیا کو ایک پیغام دے دیا کہ

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نوکِ سنان پر
لیکن یزیدیوں کی بیعت نہ کر قبول

(صلوات)

یزید کا مقصد کیا تھا اور حسینؑ کا مقصد کیا تھا

آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاءؐ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کی نمائندگی امام حسینؑ کر رہے تھے۔ یزید چاہتا تھا کہ اسلام مٹ جائے، ایمان مٹ جائے، قرآن مٹ جائے، اللہ کا دین مٹ جائے، اللہ کے دین کا حلال وحرام مٹ جائے، لیکن امام عالی مقامؑ نے فیصلہ کیا کہ میرا سب کچھ کٹ جائے، میرا سب کچھ لٹ جائے، لیکن میرے نانے کا دین بچ جائے۔ مسلمانوں کا اسلام بچ جائے، اہلِ قرآن کا قرآن بچ جائے، اللہ کے دین کا حلال وحرام بچ جائے...... شراب شراب رہے، پیشاب پیشاب رہے، پانی پانی رہے، شربت شربت رہے، بیٹی بیٹی رہے، اور بیوی بیوی رہے، بہن بہن رہے، اور خالہ خالہ رہے...... امامؑ نے سب کچھ قربان کرا کے ہمارا سب کچھ بچا لیا۔ لہٰذا محسن کے احسان کا بدلہ شریف آدمی احسان سے ادا کرتے ہیں۔

وہ تیرا ممنون ہے جو باضمیر انسان ہے

(نعرہ)

حسینؑ سب کا

آج دنیا خوابِ غفلت سے جاگ رہی ہے، پہلے کہتے تھے کہ حسینؑ شیعوں کے ہیں۔ پھر کہا کہ سنیوں کا بھی حسینؑ ہے۔ اب نوبت یہاں تک پہنچی

ہے کہ ہر بندہ کہہ رہا ہے کہ حسینؑ اُس کا، حسینؑ اِس کا، حسینؑ سب کا ہے، حسینؑ رب کا ہے۔ (نعرہ)

جوش ملیح آبادی نے بڑے ہوش کے عالم میں کہا تھا:

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

ان شاء اللہ وقت قریب آگیا ہے کہ ساری دنیا کے مفکرین، انگریز ہوں، یا ہندو ہوں، یا سکھ ہوں، یا مجوسی ہوں، جس دین و مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ حسینؑ سب کا سانجھا ہے۔ کسی پر حسینؑ کی اجارہ داری نہیں۔ لہٰذا ہم بھی یہی کہتے ہیں...... حسینؑ کا رب ہے تو ربُّ العالمین، پورے کائنات کا پروردگار ہے...... حسینؑ کا نانا ہے تو رحمۃ للعالمینؐ...... حسینؑ کا بابا علی ولی ہے تو ہدیٰ للعالمین...... (نعرہ)

حسینؑ کی اماں ہے تو سیدۃ نساء العالمینؑ...... حسینؑ بھی اپنے کردار سے اپنے اخلاق و اطوار سے، اپنے لیل و نہار سے ثابت کر گئے ہیں، لہٰذا وہ محسن عالمین ہیں۔

امامؑ عالی مقام کا مقصد

اب رہ گئی یہ بات، اس مختصر بیان سے آپ سمجھ گئے ہوں، کہ امام عالی مقامؑ کا مقصد کیا تھا؟ دین بچانا، دیانت بچانا، انسانیت کی حفاظت فرمانا، اللہ کا قرآن بچانا، انسانوں کی انسانیت بچانا، آدمیوں کی آدمیت بچانا، شریفوں کی شرافت بچانا، اللہ کے دین کا حلال و حرام بچانا...... امام عالی مقامؑ اس حد تک کامیاب ہوئے کہ قیامت تک نہ کوئی اسلام مٹا سکے گا، نہ انسانیت کا نام مٹا سکے گا...... آپ جو خود نعرے لگا رہے ہیں، حسینیتؑ زندہ باد، یزیدیت مردہ باد۔

حسینؑ زندہ ھیں

اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ حسینؑ تو نے سب کچھ میرے نام پر قربان کر دیا، تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک کائنات میں میرا اسلام رہے گا، جب تک کائنات میں کوئی شریف انسان رہے گا، جب تک دنیا میں قرآن رہے گا، تیرا نام آسمان کی عظمت و جلالت کے ماتھے پر جھومر بن کے چمکتا رہے گا۔ (نعرہ)

نہ یزید کا وہ ستم رہا، نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسینؑ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

حسینؑ ھمارے نعروں کے محتاج نہیں

کربلا کا حسینؑ کل بھی زندہ باد تھا، آج بھی زندہ باد ہے، اور قیام قیامت تک زندہ باد رہے گا۔ ہم اگر نعرے لگاتے ہیں، اپنی ارادت، اپنی عقیدت، اپنی محبت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ورنہ حسینؑ ہمارے نعروں کا محتاج بھی نہیں۔ یزید مِٹ چکا، دُنیا اس کو ہزار بار کوشش کرے زندہ کرنے کی، وہ ہاویہ میں پہنچ چکا ہے، وہ اپنے کیفر کردار میں پہنچ چکا ہے، جہنم کے نچلے کنارے میں پہنچ چکا ہے۔ قیامت تک اس کو دنیا کی کوئی طاقت زندہ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا یزید مردہ باد ہے، اور حسینؑ زندہ باد ہے۔ ہمارے اگر نعرے لگتے ہیں تو اپنی عقیدت کا اِظہار کرتے ہیں، اپنی ارادت کا اِظہار کرتے ہیں۔ اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں، ورنہ حسینؑ بن علیؑ اپنے کارناموں کی وجہ سے زندہ ہے۔ ہمارے نعروں کی وجہ سے زندہ نہیں۔ (صلوات)

جسم و رُوح

میرے دوستو، عزیزو، بزرگو! ایک جسم ہوتا ہے، ایک روح ہوتی ہے، جب تک انسان کے اندر رُوح موجود ہے، آدمی زندہ ہے، اپنے اوپر مکھی بھی

نہیں بیٹھنے دیتا، اپنے نفع نقصان کا خیال رکھتا ہے، اپنے بڑے بڑے بلند دعوے کرتا ہے۔ لیکن جب رُوح نکل جائے تو ہاتھ لگ جائے تو غسل مسِ میت واجب ہو جاتا ہے۔ پھول جب تک اس کے اندر خوشبو ہوتی ہے، لوگ اس کے ہار بناتے ہیں، گلے میں ڈالتے ہیں، خوشبو کے لیے سونگھتے ہیں، بڑی بڑی بھاری قیمت برداشت کر کے لوگ لے جاتے ہیں۔ لیکن جب خوشبو ختم ہو جائے، جب خشک ہو جائے، تو پیروں کے نیچے روندا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ساری رُوح کی برکت ہے...... تیل میں تراوت نہیں تو وہ تیل بیکار...... پھول میں خوشبو نہیں تو پھول بے کار...... آدمی میں روح نہیں تو جسم بے کار، لہٰذا...... ع

جب نکل جاتی ہے رُوح تو بدن بے کار ہوتا ہے

اب دیکھنا یہ ہے کہ عزاداری کا جسم کیا ہے، عزاداری سید الشہداءؑ کی رُوح کیا ہے۔ (نعرہ)

عزاداری کا جسم

میرے دوستو! یہ مجلس جو ہوتی ہے، امام باڑوں میں بھی ہوتی ہے، یہ مساجد میں بھی ہوتی ہے، یہ گلیوں کوچوں میں بھی ہوتی ہے، یہ بازاروں، درباروں میں بھی ہوتی ہے، ماتم بھی ہر جگہ ہوتے ہیں، امام بارگاہوں میں بھی ہوتے ہیں، گلیوں کوچوں میں بھی ہوتے ہیں۔ یہ ہے عزاداری کی شکل۔ یہ ہے عزاداری کا جسم۔ میں مجلس پڑھ رہا ہوں، آپ سُن رہے ہیں، یہ بھی عزاداری سید الشہداءؑ ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ ماتمی بھی ماتم کر رہے ہیں، یہ بھی ایک عزاداری کی شکل ہے۔ مسجد میں نماز پڑھنے کے بعد ایک بندہ واقعاتِ کربلا بیان کرتا ہے، دوسرے سنتے ہیں، یہ بھی عزاداری کی ایک شکل ہے۔

عزاداری کی رُوح

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ تو ہے جسمِ عزاداری، اس کی رُوح کیا ہے؟ تو میں عرض کروں، روح وہی مقصد ہے جو امام عالی مقامؑ کی شہادت کا مقصد تھا۔ تو میں نہیں کہتا، امام عالی مقامؑ نے نانے کا مدینہ چھوڑتے وقت ساری دُنیا سے کٹ کر کربلا کے جنگل کی طرف رُخ موڑتے وقت، جناب محمد بن حنفیہ بھائی کے نام وصیت نامہ لکھ کے چھوڑا تھا، وہ امام عالی مقامؑ کا وصیت نامہ تمام شیعہ سنی کتابوں کے اندر موجود ہے۔ میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "سعادۃُ الدّارین" میں بیسیوں حوالوں کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ امامؑ نے اپنے جد نامدارؐ کے حکم کے مطابق وصیت نامہ لکھ کے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے حوالے کیا تھا۔ جس کی عبارت میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ امامؑ نے خروج کا مقصد کیا بیان کیا تھا۔ (نعرہ)

امام عالی مقامؑ کے خروج کا مقصد

امام عالی مقامؑ پہلے اپنے پروردگار کی توحید کا بیان کرتے ہیں، پھر پیغمبر اکرمؐ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں، پھر اپنے بابے علیؑ کی امامت ولایت کی شہادت دیتے ہیں۔ پھر قیامت کو برحق کہنے کے بعد جب اصل مقصد پہ آتے ہیں کہ میں مدینہ کیوں چھوڑ رہا ہوں۔ کربلا مُعلّیٰ کیوں جا رہا ہوں۔ فرماتے ہیں:

ما خرجت اشــرآ و لا بطرآ و لا مفسدا انما خرجت لاصــلاح امة جدی رسول الله و ان آمر بالمعروف و انهی عن المنکر۔ الخ

دنیا والو! کانوں کی کھڑکیاں کھول کے سُن لو! میں کسی حکومت پر قبضہ جمانے کے لیے نہیں نکل رہا۔ میں فتنہ و فساد کی آگ

بجز کانے کے لیے نہیں نکل رہا۔ میں کسی کے اقتدار پر قبضہ کرنے کے لیے نہیں جا رہا۔ میں کیوں جا رہا ہوں، نانے کے روضے کا سایہ کیوں چھوڑ رہا ہوں، جنگل کربلا کی طرف کیوں رُخ موڑ رہا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ آج ظلم ہو رہا ہے، کوئی روکنے والا نہیں۔ اللہ کے دین پر کوئی عمل کرنے والا نہیں، اور کوئی نیکی کا حکم دینے والا نہیں۔ میں چاہتا ہوں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ مجمع عام میں چٹے دن میں ادا کروں کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دوں بروں کو برائی سے روکوں۔

و اناسرت فی جدی

دنیا میرے نانے کے دین اور سیرت کو بگاڑ رہی ہے، میں جاتا ہوں اور میرے بابا کی سیرت کو مسخ کر رہی ہے، میں کھلے میدان میں، دشمنوں، دوستوں کے مجمع عام میں عمل کر کے دکھانا چاہتا ہوں، میرے نانے کا کردار کیا تھا، اور میرے بابا علیؑ ولی کی رفتار کیا تھی۔ (نعرہ)

معلوم ہوا کہ امام عالی مقام کا مقصد کیا تھا: لوگوں کو نیکی کا حکم دینا، بروں کو برائی سے روکنا، اور لوگوں کے سامنے پیغمبر اکرمؐ کی سیرت اور کردار کا نقشہ پیش کرنا، اور دنیا کو بتانا کہ حیدرِ کرار فرماتے کیا تھے اور کرتے کیا تھے۔

لہٰذا یہ ہے روحِ عزاداری۔

مجلس پڑھے، مجلس پڑھائے، مجلس سنے، ماتم کرے، ماتم کرائے، جو کچھ کرنا چاہتے ہیں کریں، پر اصل مقصد کو نہ بھولیں، دین کا قائم کرنا، حسینؑ کی عزاداری کا رُوح ہے۔

دین کیا ہے؟

لہٰذا دین کیا ہے، آدھا دین ہے عقیدہ، آدھا دین ہے عمل۔ عقیدہ کیا ہے، کہیں توحید ہے، کہیں عدالت ہے، کہیں نبوت ورسالت ہے، اور کہیں ائمہ اہل بیتؑ کی اور ولایت وامامت ہے، اور کہیں عقیدہ معاد وقیامت ہے۔ ان پانچ چیزوں کے مجموعے کا نام ہے ایمان، کہ کائنات کا خالق مالک اللہ ہے اور وہ عادل ہے، اس میں ظلم کا کوئی نشان نہیں، آدمؑ سے لے کر خاتم تک سارے نبی برحق ہیں۔ لیکن سید الانبیاء ﷺ حسنینؑ کا نانا، جس کی نبوت و رسالت میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں سرورِ انبیاء اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور پیغمبر اکرمؐ کے بعد اگر کوئی پیغمبرؐ کے قائم مقام ہیں تو وہ بارہ ہیں۔ اگر ہادی ورہنما ہیں تو علیؑ سے لے کر مہدیؑ تک بارہ ہیں۔ دین ودنیا کے شہنشاہ ہیں تو علیؑ اور اولادِ علیؑ ہیں۔ (نعرہ)

قیامت اور محاسبہ برحق ہے

اور قیامت برحق ہے۔ جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

وَاَنَّ اللّٰهَ يَبۡعَثُ مَنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ‏ (الحج:۷)

وہ وقت آنے والا ہے، آدمؑ سے لے کر خاتم تک، اور ان کے بعد قیام قیامت تک جو لوگ دنیا میں آئے کہ خالق کائنات میدانِ حشر میں ان کو محشور فرمائے گا پھر ساری دنیا کے کردار کا محاسبہ فرمائے گا۔ جو پاس ہوں گے، ان کو جنت الفردوس کا پٹا عطا فرمائے گا۔ جو بے چارے رہ جائیں گے ان کو جہنم رسید فرمائے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ عدل فرمائے گا۔

☆ جن پر دنیا میں ظلم کیے گئے، ظالم دندناتے رہے، مظلوم روتے دھوتے رہے

☆ جن کا خون ناحق بہایا گیا، قاتل دندناتے رہے۔ مقتول کے وارث

روتے دھوتے رہے

☆ جن کی عزتیں لوٹی گئیں، لٹنے والے روتے رہے، لوٹنے والے دندناتے رہے

☆ جن کی جائیدادوں پر غاصبانہ قبضے کیے گئے، قابض مُسکراتے رہے جن کے قبض کیے گئے وہ روتے دھوتے رہے

☆ دنیا کی عدالتوں نے جن کو انصاف نہیں دیا، خالق کائنات ان کو ایسا انصاف مہیا کرے گا جس کی کوئی نظیر نہیں۔ ظالموں کو اس طرح پکڑے گا کہ کوئی چھڑا نہیں سکے گا۔ قیدیوں کے ایسے شکنجوں میں جکڑے گا کوئی بچا نہیں سکے گا۔ (نعرہ)

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

علیؑ مومنوں کے امام ھیں بے ایمانوں کے نہیں

پانچ عقیدے رکھنے والے کو مومن کہتے ہیں...... اب رہ گئی عمل کی بات، تو علیؑ ہیں امیرالمومنین، جس کے دل میں ایمان کی شمع روشن نہیں، وہ حیدرِ کرارؑ کا رعایا بن کے جی سکتا نہیں۔ مولا علیؑ نے یہ قید لگائی ہے، یہ شرط لگائی ہے کہ میرا رعایا وہی بن کے رہ سکتا ہے، جس کے اندر ایمان کی شمع روشن ہے۔ کوئی بے ایمان میرا رعایا بن کے نہیں رہ سکتا۔ گویا علیؑ کو کوئی مانے یا نہ مانے، حیدرِ کرارؑ ہمارے ماننے کے محتاج نہیں۔ وہ اللہ کے بنائے ہوئے ہیں، ہمارے ووٹوں کے بنائے ہوئے نہیں۔ وہ امیر ہیں، کوئی مانے نہ مانے۔ امیر ہیں امیر ہیں۔ ساری دنیا انکار کردے، علیؑ علیؑ ہیں، لیکن مومنوں کے امیر ہیں۔ بے ایمانوں کا علیؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (نعرہ)

علی ولی حیدرِ کرارؑ امام ہیں۔ ساری دنیا کے لوگ انھیں امام ماننے لگ

جائیں تو علیؑ ولی کی شان بڑھ نہیں سکتی، ساری دنیا انکار کر دے تو علیؑ کی عظمت گھٹ نہیں سکتی۔ وہ اللہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ پیغمبرؐ کے اعلان فرمائے ہوئے ہیں۔ اللہ جو کام کرتا ہے، کبھی پچھتاتا نہیں ہے۔ لہٰذا ہمارے دونوں کے بنے ہوئے لوگ ووٹ دے کر، کبھی زندہ باد کے نعرے لگا کر اقتدار کی کرسی پر بٹھا دیتے ہیں، اور جب ناراض ہو جائیں تو ٹانگ سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیتے ہیں۔ کبھی تختہ دار پر لٹکا دیتے ہیں۔ کبھی دس دس سال دیس نکالا بھی دیدیتے ہیں، پھر راضی ہو جائیں تو اس کو بلا کر پھر وزیرِ اعظم بنا دیتے ہیں۔ لیکن اللہ جن کو بناتا ہے، پھر اسے اتارتا نہیں ہے۔ علیؑ ولی امام ہیں، کوئی مانے تو بھی امام ہیں، ساری دنیا انکار کر دے تو بھی علیؑ امام ہیں...... لیکن یاد رکھنا، علیؑ ہیں امام المتقین، وہ متقیوں کے امام ہیں۔ فاسقوں و فاجروں کے امام نہیں ...... چوروں ڈاکوؤں کے امام نہیں۔ زنا کاروں، اور شراب خوروں کے اور کافروں کے امام نہیں ہیں۔ اور مشرکوں، منافقوں کے امام نہیں ہیں۔

متقی بننے کا طریقہ کیا ہے؟

امام المتقین مولا علیؑ سے پوچھا گیا کہ مولا! آپ کارِ خدایانِ کے رہنما ہو تو ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

انھوں نے فرمایا کہ پانچ عقیدے رکھنے کا نام ایمان ہے۔ اب آؤ ذرا مولا سے پوچھیں متقی بنے کا طریقہ کیا ہے؟

ان کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے...... مولا نے خطبے میں بیان فرمایا، جو کہ "نہج البلاغہ" کے اندر موجود ہے۔ اس کا لبِ لباب یہ ہے کہ:

شریعت میں کچھ واجبات ہیں، کچھ محرمات ہیں، کچھ مستحبات ہیں، کچھ مکروہات ہیں، کچھ مباحات ہیں، کچھ وہ کام ہیں جن کا کرنا ضروری ہے، اس کو واجب کہتے ہیں۔ کچھ ایسے کام ہیں جن

کا کرنا حرام ہے، ان کو حرام کہتے ہیں۔ کچھ کارِ ثواب ہیں، اگر کیے جائیں تو ثواب ملتا ہے، اگر نہ کیے جائیں تو عذاب نہیں ہوتا۔ وہ ان کو مُستحب اور سنت کہتے ہیں۔ کچھ چیزیں مکروہ ہیں۔ اگر نہ کیے جائیں تو بہتر ہے، اگر کیے جائیں تو کوئی سزا نہیں۔ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ مباح اسے کہتے ہیں جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو۔ کرنے پر کوئی ثواب نہیں، نہ کرنے پر کوئی عذاب نہیں۔

مولاؑ فرماتے ہیں: دو کام کرنے کا نام ہے تقویٰ، جن کاموں کو اللہ واجب قرار دے، ان کو بجا لانا چاہیے۔ اور جن چیزوں کو خدا حرام ٹھہرائے ان سے دامن کو بچانا چاہیے۔ جو یہ دو کام کرلے وہ میرا غلام ہے۔ میں اس شریف انسان کا امام ہوں۔ (نعرہ)

واجبات کیا ھیں

اب لوگ پوچھتے ہیں کہ واجبات کیا ہیں؟ محرمات کیا ہیں؟...... میں عرض کروں گا کہ اتنا بھولا بننے کی کوشش نہ کرو۔ بچے بھی جانتے ہیں، اور بوڑھے بھی جانتے ہیں، مرد بھی جانتے ہیں، عورتیں بھی جانتی ہیں، اور شہری اور دیہاتی بھی جانتے ہیں کہ واجبات کیا ہیں۔ محرمات کیا ہیں......

① کون نہیں جانتا کہ نماز پنج گانہ پڑھنا واجب ہے۔

② ماہ رمضان کا روزہ رکھنا واجب ہے۔

③ زکوٰۃ شرطوں کے ساتھ واجب ہوجائے تو ادا کرنا واجب ہے۔

④ خمس اگر سال کے اخراجات سے کچھ بچ جائے تو حق سادات دینا واجب ہے۔

⑤ کون نہیں جانتا کہ امام و نبی بلائیں تو کافروں سے جہاد کرنا واجب ہے۔

⑥ کون نہیں جانتا کہ امر بالمعروف نیکی کا حکم دینا واجب ہے، بروں کو برائی سے روکنا واجب ہے۔

⑦ کون نہیں جانتا کہ سچ بولنا واجب ہے۔

⑧ کون نہیں جانتا کہ وعدہ کرکے وعدے کی وفا کرنا واجب ہے۔

⑨ کون نہیں جانتا کہ کوئی امانت رکھ جائے تو امانت کا ادا کرنا واجب ہے۔

⑩ کون نہیں جانتا کہ کھرا مال بیچنا واجب ہے۔

⑪ کون نہیں جانتا کہ مرد کے لیے داڑھی رکھنا، دیکھنے والا کہے کہ اس کے منھ پر داڑھی ہے، مردوں کے لیے داڑھی رکھنا واجب ہے۔

⑫ کون نہیں جانتا کہ عورتوں کے لیے نامحرموں سے پردہ کرنا واجب ہے۔ (نعرہ)

محرمات کیا ھیں

① کون نہیں جانتا کہ نماز پنج گانہ نہ پڑھنا فعل حرام ہے۔

② جان بوجھ کے روزہ نہ رکھنا، فعل حرام ہے۔

③ زکوٰۃ واجب ہو، ادا نہ کرنا فعل حرام ہے۔

④ کون نہیں جانتا کہ نبی یا امام بلائیں وہاں جہاد پر نہ جانا، فعل حرام ہے۔

⑤ کون نہیں جانتا کہ خمس واجب ہوجائے تو ادا نہ کرنا فعل حرام ہے۔

⑥ کون نہیں جانتا کہ جھوٹ بولنا فعل حرام ہے۔

⑦ کون نہیں جانتا کہ وعدہ کرکے مکر جانا فعل حرام ہے۔

⑧ کون نہیں جانتا کہ امانت میں خیانت کرنا فعل حرام ہے۔

⑨ کون نہیں جانتا کہ مردوں کے لیے داڑھی منڈوانا حرام ہے۔

⑩ عورتوں کے لیے بے پردہ ہو کر نامحرموں کے مجمع عام میں آ کر ان کے ایمان پر ڈاکا ڈالنا فعل حرام ہے۔

⑪ کون نہیں جانتا کہ مردوں کا گوشت بیچ کر پیسے کمانا فعل حرام ہے۔

⑫ کون نہیں جانتا کہ اصلی گھی میں ڈالڈا ملا کے، دودھ میں پانی ملا کے پیسے کمانا فعل حرام ہے۔

لیکن دنیا کہتی ہے کہ "کیسا خدا تے کیسا رسول؟ پیسا خدا تے پیسا رسول۔ روٹی بھی ہونی چاہیے تے بوٹی بھی ہونی چاہیے۔ حلال کیا تے حرام کیا"۔

لہٰذا مرزا غالب نے کہا تھا:

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت اِدھر نہیں آتی

مجھے پتا ہے کہ نیکی کی جائے تو ثواب ملتا ہے، اگر برا کام کیا جائے تو عذاب ہوتا ہے۔ پر کیا کروں، طبیعت ادھر آتی ہی نہیں ہے۔

اللہ کی رحمت

تو میں عرض کروں گا کہ اگر جنت کا شوق ہے تو لتر مار کے آمادہ کرنا پڑے گا۔ اگر جہنم کا ڈر ہے تو دنیا کی تکلیفیں اُٹھا کر بھی فعل حرام سے دامن کو بچانا پڑے گا۔

اللہ فرماتا ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (زمر: ۵۳)

پس جتنے گناہ بھی کیے ہیں، میری رحمت سے کبھی نا اُمید نہ ہونا......

توبہ کرنا تمھارا کام، معافی دینا میرا کام۔ (نعرہ)

لہٰذا "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" پس اللہ کی رحمت سے نا اُمید ہونا کفر

ہے۔ گناہگار آدمی گناہ کرتا ہے، اس کا نام گناہگاروں کی لسٹ میں درج ہوتا ہے۔ لیکن جب گناہ کرنے کے بعد اللہ کی رحمت سے نا اُمید ہو جائے تو اس کا نام کافروں کی لسٹ میں درج ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ فرماتا ہے: "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" "رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ" (اعراف:۱۵۶) میری رحمت کائنات کی ہر شے سے زیادہ وسیع ہے۔ تمہارا گناہ بڑا ہے یا میری رحمت بڑی ہے؟ میری رحمت بہانے ڈھونڈتی ہے۔ کوئی رحمت لینے والا مل جائے۔

رحمت حق بہانہ می جوید بہا نہ می جوید

اللہ کی رحمت بہانے ڈھونڈتی ہے، کوئی قیمت نہیں مانگتی۔ جب چاہو اللہ کی بارگاہ میں جھک جاؤ۔ توبہ کرنا تمہارا کام، معافی دینا اللہ کا کام۔

توبہ ٹوٹ جائے تو کیا کیا جائے

کئی لوگ پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص توبہ کر کے توبہ توڑ بیٹھے تو کیا کرے؟ میں کہتا ہوں کہ توبہ ٹوٹ جائے تو پھر توبہ کر لے۔ اگر دوبارہ توبہ توڑ بیٹھے پھر توبہ کرے۔ اللہ کی سرکار نا امیدی والی سرکار نہیں ہے۔ اللہ کی رحمت سے نا امید کبھی نہیں ہونا چاہیے۔ آدمی جھک جائے، صدقِ دل سے توبہ کرے، خالق کائنات ہر وقت توبہ قبول کرنے کے لیے آمادہ نظر آتا ہے۔

(نعرہ)

عمل سب کے لیے ضروری ہے

ہم نے تقسیم کر لی ہے، مجلس پڑھنا مولویوں اور ذاکروں کا کام ہے، عمل کرنا مومنوں کا کام ہے...... مولوی، ذاکر جب عمل کر کے نہیں دکھائیں گے تو عوام کیسے عمل کریں گے...... یہ ماتمی ہے، ماتمیوں کا کام ماتم کرنا ہے۔ نماز پڑھنا ان کا کام نہیں...... ذاکروں کا کام ذکرِ حسین کرنا ہے، روزہ رکھنا ان کا کام نہیں...... اگر کہا جائے کہ ماہ رمضان کے روزے کیوں نہیں رکھتے

ہو تو کہتے ہیں کہ ہم سفر میں ہیں ...... میں عرض کروں گا کہ جن کو ماہِ رمضان بھی گھر میں نصیب نہیں ہوتا، وہ قضا جا کر قبر میں کریں گے؟

جس آدمی کا پیشہ سفر ہو، جیسے ڈرائیور ہو، مولوی ہو، ذاکر ہو، ان کے لیے سفر سفر نہیں ہوتا۔ نماز بھی پوری واجب ہوتی ہے۔ اور روزے بھی واجب ہوتے ہیں۔ یہ قصر نہیں ہیں...... لہٰذا معلوم کرنا چاہیے کہ عمل کرنے سے پہلے مسئلہ معلوم ہونا چاہیے کہ قصر کہاں پڑھنی ہے، پوری کہاں پڑھنی ہے۔ ہر بندہ فرض نماز پڑھے۔ عقیدہ بھی ٹھیک رکھے، اور عمل بھی کم از کم واجبات تو ادا کرے۔ محرمات سے دامن کو بچائے۔ سید الشہداء نے اور ائمہ ہدیٰ نے وہ مثالیں قائم کی ہیں، دنیا ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز نظر آتی ہے۔

حالاتِ جنگ میں ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کا عمل

جنگ صفین لڑی جاری ہے، اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا جاؤں، لیکن جب زوال کا وقت قریب آیا، مولاؑ دو دستی تلوار سے کشتوں کے پشتے لگا رہے ہیں۔ اور فوجِ مخالف پہ حملے پہ حملے کر رہے ہیں۔ ہر چند منٹ کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے بھی ہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو مولا کا چچازاد بھائی بھی ہے، شاگرد بھی ہے، اور مولا کا غلام بھی ہے۔ اور مولا علیؑ کی ولایت کا اقرار کرنے والا بھی ہے، وہ عرض کرتا ہے: مولاؑ! آپ ہر بار چند منٹ کے بعد آسمان کی طرف نگاہ کیوں اٹھاتے ہیں؟ فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ نمازِ ظہر کا وقت فضیلت داخل تو نہیں ہو گیا؟ مولاؑ! آپ جہاد فرما رہے ہیں، اس وقت نماز قضا بھی ہو جائے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ فرمایا: ابن عباسؓ! معلوم ہوتا ہے تو علیؑ کی جنگ کا مقصد بھی بھول گیا؟...... اگر چھٹے دن میں دوستوں اور دشمنوں کے مجمع عام میں لوگوں کو نماز پڑھ کے حسینؑ کے نانا کی نماز کا منظر نہ دکھا دوں تو میری جنگ کا مقصد کیا ہے؟

ابن ابی الحدید معتزلی ساتویں صدی ہجری میں گزرے ہیں، اہلِ سنت و جماعت کا عالم ہے، بڑا مشہور عالم ہے۔ اس نے "نہج البلاغہ" کی شرح لکھی ہے چھ جلدوں میں۔ جو پاکستان میں چھپ چکی ہے، جو مصر میں چھپ چکی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ: مولا علیؑ کی عبادت کی داد دیں یا مولا علیؑ کے معجزے کی داد دیں کہ نماز کا وقت ہوا، تو مولا علیؑ نے فرمایا: دونوں صفوں کے درمیان مصلّٰی بچھا دیا جائے۔ مولاؑ نے تلوار رکھ دی، نیزہ رکھ دیا، اللہ کے مصلّٰے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دیا۔ اللہ اکبر کہتے ہیں، دشمنوں کی طرف سے تیر بھی آتے تھے، نیزے بھی آتے تھے، پتھر بھی آتے تھے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ شائیں شائیں کرتے ہوئے، تیر آتے، نیزے آتے، لیکن مولا علیؑ کے جسمِ مقدس کے جب قریب پہنچتے، کوئی اِدھر سے گھوم کر وہاں گر جاتا، کوئی اُدھر سے گھوم کر یہاں گر جاتا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ مولا علیؑ کے جسم کو دین کا قبلہ سمجھ کر طواف کر رہے ہیں۔ (نعرہ)

مولا علیؑ نے ایسے وقت میں نماز پڑھ کے دنیا کو بتایا کہ ہماری جنگ کا مقصد ہی نماز پڑھنا ہے۔ اور سید الشہداءؑ نے .... میں نے اپنی کتاب "سعادت الدارین" میں یہ ثابت کیا ہے کہ جن مشکل حالات میں گھر کر حضرت امام حسینؑ ابن علی علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے، آدمؑ سے لے کر حضرت خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کسی نبیؑ کے حالات میں اس کی نظیر نظر نہیں آتی۔

میدان کربلا میں نمازِ باجماعت کا منظر

تیر برس رہے ہیں، تلواریں برس رہی ہیں، نیزے برس رہے ہیں، میدان جنگ گرم ہے، مولاؑ کے ساتھ مٹھی بھر اصحاب ہیں، ادھر تیس ہزار لشکر بھرا ہے، امامؑ نے کوشش کی تھی کہ نماز کے لیے جنگ روک لی جائے، لیکن ظالموں نے امامؑ کا فرمان نہیں مانا۔ وہ جنگ کر رہے ہیں، امامؑ نے کیا کیا۔ دو

حصوں میں اپنے اصحاب کو تقسیم کر دیا، اور آدھوں کو حکم دیا کہ دشمنوں کے سامنے جا کر ڈٹ جاؤ۔ اور آدھوں کو حکم دیا کہ میرے پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔
دو مجاہدوں کو کہا کہ میرے سینے کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔
یہ ایسی نماز ہے جس کے سلسلے میں شاعر نے کہا:

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

امام عالی مقامؑ نے کربلا جیسی عظیم جنگ میں جہادِ اکبر میں، مجاہدِ اعظمؑ نے نماز وقتِ فضیلت پر، وہ بھی جماعت کے ساتھ پڑھ کے دنیا کو دکھایا کہ نماز کی اہمیت کیا ہے؟ نماز کا مقام کیا ہے؟ نماز کی شان کیا ہے؟
یہی وجہ ہے کہ آلِ محمدؑ کی احادیث متفق نظر آتی ہیں، کہ قیامت والے دن اصولِ عقائد کے سوال و جواب کے بعد یعنی توحید، عدالت، نبوت، امامت قیامت کے بعد جو پہلا سوال کیا جائے گا وہ نماز کے بارے میں ہوگا۔
ان قبلت قبل ما سوا
اگر نماز قبول ہو گئی تو سارے عمل جیسے بھی ہوں گے قبول کر لیے جائیں گے۔ اگر نماز رد ہو گئی تو سارے عمل مردود ہو جائیں گے۔ لہٰذا نماز پڑھ کے آلِ محمدؑ نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر چیز کی قضا ہو سکتی ہے پر نماز کی قضاء نہیں ہو سکتی۔

نماز وقتِ فضیلت پر پڑھنی چاھیے

یہ کہنا کہ: کیا مجلس عبادت نہیں ہے؟ کیوں اٹھ کے نماز پڑھتے ہو؟ ...... میں کہتا ہوں جس حسینؑ بن علیؑ کی یاد منانا عبادت ہے اس کا جہاد کرنا عبادت نہیں ہے؟ وہ جہاد جس کی وجہ سے، جس کی برکت سے اسلام بچا،

قرآن بچا، انسانیت کا نام و نشان بچا...... امام اس جنگ کو چھوڑ کر، ولایت فضیلت پر نماز پڑھتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ امام کا مقصد دین قائم کرنا تھا، دین پر عمل کر کے دکھانا تھا، اور دنیا کو بتانا تھا کہ میرے نانا کس طرح نماز پڑھتے تھے، اور میرے بابا کس طرح نماز پڑھتے تھے، جس طرح سجدہ ادا کرتے ہیں...... لہٰذا ہمارا بھی فرض ہے کہ ماتم بھی کریں، مجالس بھی سنیں، مجلس بھی کرائیں، نماز بھی پڑھیں۔ پر نماز وقت پر ادا کریں۔

دین پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے

یہ کہنا کہ یہ ہمارا کام ہے وہ تمہارا کام ہے۔

دین پر عمل کرنا سب مسلمانوں کا، اور علیؑ کے غلاموں کا عمل کرنا اولین فرض بنتا ہے۔ (صلوٰۃ)

لہٰذا میں عرض کروں گا کہ اللہ ہمیں مقصد شہادت حسینؑ کو سمجھنے اور زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ لہٰذا ہماری عزاداری بھی مقصد حسینؑ کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ فضائل امام حسینؑ پڑھنا بھی مقصد شہادت حسینؑ کو سمجھنے کا وسیلہ ہے۔ اور مصائب بیان کرنا، رونا رلانا بھی مقصد شہادت حسینؑ کو سمجھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اصل مقصد ہے مقصد حسینؑ کو زندہ رکھنا، خدا ان کو زندہ رکھے، جو مقصد حسینؑ کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆

مصائب

ہمارے ہاں ایک بچہ مرجائے تو ماؤں کی نمازیں کئی کئی دنوں کی قضا ہوجاتی ہیں ۔ اور کم از کم بہتر کی سوگوار زینبِ عالیہؑ کی نمازِ تہجد بھی قضا نظر نہیں آتی ۔

کربلا کے قیدیوں کا عمل

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

اس روایت کا لب لباب یہ ہے کہ کربلا سے لے کر کوفہ، اور کوفہ سے لے کر شام تک کئی میلوں کی منزلیں لمبی ہوتی تھیں میری پھوپھیاں اور بہنیں بے کجاوے اونٹوں پر سوار ہوتی تھیں، ظالم وضو کے لیے نہ پانی دیتے تھے، نہ اونٹوں کو بٹھاتے تھے، لیکن جناب پھوپھی اماں زینبؑ نے اس سارے سفر میں نماز تہجد بھی قضا نہیں کی تھی ۔ مخدومہ بی بی عالمہؑ نے اس بے بسی کے عالم میں نماز پڑھی، اور دنیا کو بتایا کہ ظالموں نے چادر چھین لی ہے ۔ عورت بغیر چادر کے نماز نہیں پڑھ سکتی ......

یا اللہ! تو گواہ ہے میری مجبوری ہے، ظالموں نے چادریں اُتار لی ہیں ۔

سادات کے ساتھ سکھوں کا سلوک

قبلہ علامہ محمد یار شاہ رحمۃ اللہ علیہ میرے استاذِ محترم پڑھا کرتے تھے کہ جب پاکستان بن رہا تھا تو ہندوستان میں ایک بستی تھی، جس میں سادات کے چند گھر تھے ۔ سکھوں نے حملہ کرکے سادات کو شہید کر دیا، جب لوٹنے کا وقت آیا تو سکھوں نے بھی اندر داخل ہونے کی جرأت نہیں کی ۔ دروازے پر کھڑے ہوگئے، اور کہا کہ ہم سنتے ہیں کہ تم مسلمانوں کے نبیؐ کی بیٹیاں ہو ۔ لہٰذا ہم اندر داخل نہیں ہوتے ۔ جو کچھ گھر میں سامان ہے، باہر پھینک دو ۔ تو

سارا اسامان سیدانیوں نے باہر پھینک دیا تھا۔ لیکن سکھوں نے بھی اندر داخل ہونے کی جرأت نہیں کی۔

میں کہتا ہوں کہ کاش کربلا کے میدان میں یہ درندے آلِ محمدؐ کے ساتھ یہی سلوک کرتے جو سکھوں نے سیدانیوں سے کیا تھا۔ اگر باہر کھڑے ہو کر کہہ دیتے جو کچھ گھر میں سازوسامان ہے، باہر پھینک دو، تو بیبیاں کچھ بچا کے نذر کرتیں۔ لیکن وہاں تو اس قسم کی آوازیں بلند ہوتی ہیں کہ:

لوٹو تبرکات علیؑ و بتولؑ کو
قیدی بنا کے لے چلو آلِ رسولؐ کو

سادات کے ساتھ ظالم یزیدیوں کا سلوک

میں کیسے عرض کروں کہ ظالم کس بے دردی سے اندر آئے، کس بے دردی سے چادریں اتاریں، کس بے دردی کے ساتھ گوشوارے چھینے۔ میں کہتا ہوں کہ ظالمو! جب سب کچھ لوٹ لیا تھا، اگر خیموں کو آگ نہ لگاتے تو یزید کی حکومت میں کیا رخنہ پڑ جاتا؟ لیکن ظالم کہتے ہیں کہ ایک ظلم باقی ہے، نہ خیموں کو چھوڑو، نہ خیمے والوں کو۔ ادھر ظالموں نے آگ لگائی، ادھر عالمہ غیر معلّمہ نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا کہ: بیٹا امامؑ! شریعت کا حکم کیا ہے؟ شریعت کیا کہتی ہے، آیا جل کر مرجائیں یا باہر نکل جائیں؟

امامؑ نے فرمایا: پھوپھی اماں! انت ۔ عالمه غیر معلمه! آپ بغیر پڑھائے ہوئے شریعت کے مسائل کو جانتی ہیں۔ جان بچاؤ، باہر نکل جاؤ...... بیبیاں کس حال میں باہر نکلیں۔

زیارت کے لفظ ہیں: میرا سلام ہو، علیؑ و بتولؑ کی ان شہزادیوں پر کہ جب خیموں سے باہر نکلیں تو سروں کے بال کھلے ہوئے تھے۔ بیبیاں ننگو پا

ماتم کر رہی تھیں ۔اور کہہ رہی تھیں: وامحمداہ، ہائے نانا، ہائے بابا، ہائے بھائی، وامحمداہ، واعلیا، وا حسناہؑ واحسیناہؑ ۔واحجابا، ہائے پردہ ۔

آلِ ابوتراب کجا، نامحرموں کا بلوۂ عام کجا، اور سیدانیوں کا، علیؑ وبتولؑ کی بیٹیوں کا بے پردہ و بے مقنع باہر نکلنا کجا ۔

اَلَا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ

وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆

شامیان بستند بازوی زینبؑ و کلثومؑ را

اے فلک آن ابتداء و این انتہائے اہلِ بیتؑ

☆

ساتویں مجلس

عبادت

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علی رؤس المومنین

ساتویں مجلس

عبادت

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین و اھل البیتہ الطیبین الطاہرین المعصومین اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ المبین اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً (سورۃ البقرۃ: ۲۰۸)

اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! سب کے سب مکمل طور پر اس دین کے اندر داخل ہو جاؤ، جو صلح اور آشتی اور سلامتی اور امن کا دین ہے۔ (صلوات)

معصوم ہستیوں کو چھوڑ کر نبیوں کو، اماموں کو الگ کر کے اگر عام لوگوں کو دیکھا جائے، جس میں میں بھی اور آپ بھی شامل ہیں، کہ ہر غیر معصوم کے اندر کچھ خوبیاں ہوتی ہیں، کچھ خامیاں ہوتی ہیں، کچھ اچھائیاں ہوتی ہیں، اور کچھ برائیاں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ایسا آدمی ہو جس میں ساری دنیا کی تمام خوبیاں پائی جائیں، اور اچھائیاں پائی جائیں، اور کوئی بھی کائنات کی برائی نہ ہو، وہ یا نبی ہوگا یا امام ہوگا۔ وہ عام انسان نہیں ہوگا۔ جس میں ساری برائیاں پائی جائیں، کوئی بھی دنیا کی اچھائی نہ پائی جائے، وہ انسان نہیں ہوگا، بلکہ شیطان ہوگا۔ ورنہ ہر گناہگار انسان کے اندر کچھ اچھائیاں، کچھ برائیاں، کچھ نیکیاں، کچھ بدیاں ملی جلی پائی جاتی ہیں۔ اسی بنا پر جب افلاطون سے پوچھا گیا تھا کہ ہر بندے میں اچھائیاں بھی سب ہیں، اور برائیاں بھی ہیں، تو پھر کیسے فیصلہ کیا جائے کہ اچھا کون ہے اور برا کون ہے؟ تو اس نے کہا تھا: نیکیوں اور

بدیوں کو تول لو۔ اگر اس کا نیکیوں کا پلڑا بھاری نظر آئے تو کہہ دو کہ وہ بندہ اچھا ہے۔ اگر برائیوں کا پلڑا زیادہ وزنی نظر آئے تو کہہ دو کہ یہ بندہ برا ہے۔

شارٹ کٹ

الغرض میں اس وقت یہ نہیں چاہتا کہ میں اپنی یا آپ کی نیکیاں بیان کروں، ساری خامیوں پر تبصرہ کروں کہ ہمارے اندر خامیاں کیا کیا ہیں؟ کمزوریاں کیا ہیں، عیب کیا ہیں؟ میں صرف ایک خامی کی طرف اشارہ کرتا ہوں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ معصوم ہستیوں کو چھوڑ کر ہر آدمی میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ سارے آدمی کم کوش، محنت سے پہلو تہی کرتے، اور کامیابی کے لیے شارٹ کٹ راستے ڈھونڈتے ہیں، مثال دے کر وضاحت کردوں۔

سکول کے بچہ کی مثال

ہر لڑکا یہ چاہتا ہے کہ مجھے نصابِ تعلیم نہ پڑھنا پڑے، سالہاسال مجھے سکول اور کالج میں دھکے نہ کھانے پڑیں، امتحان کا وقت آئے تو میں پاس بھی ہو جاؤں اور اگلی کلاس میں بھی بیٹھ جاؤں۔ اس کے لیے پھر لڑکے کیا راستہ ڈھونڈتے ہیں؟ شارٹ راستہ کہ سال بھر نہ کسی نے پڑھا، نہ کسی نے پڑھایا، جب امتحان کے دن قریب آئے، جا کر بازار سے خلاصہ خرید لیا، اور خلاصہ رٹ لیا، امتحان دے دیا، کوشش کی کہ تینتیس فیصد نمبر لے لیے، اگر وہ بھی نہ لے سکا تو سفارش کر کرا کے تینتیس فیصد نمبر لے لیے، اور پاس ہو گیا۔ ورنہ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ پورا سال نصابِ تعلیم پڑھتا، اور استاذ کو چاہیے تھا کہ وہ پورا سال پڑھاتا۔...... لیکن:

اب نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

اُستاذ بھی کوشش کرتے ہیں کہ وہ ٹیوشن پڑھائیں، سکول میں نہ پڑھانا پڑے، لڑکے بھی یہی چاہتے ہیں کہ سارا سال کھیلیں کودیں، سکول

میں دھکے نہ کھانے پڑیں، آٹھ آٹھ گھنٹے سکول میں نہ پڑھنا پڑے، اور کامیاب بھی ہوجائیں۔

تاجر کی مثال

اسی طرح ایک آدمی جو تاجر دیانت داری سے کام کرے، اور ایک چھوٹی سی دکان کھول لے، اور اس میں دو چار سَو رُوپے کا سودا رکھ لے، اور اس کا کبھی دس روپے کا سودا بکے گا، کبھی بیس رُوپے کا سودا بکے گا، کبھی پانچ روپے کا۔ ایسا بندہ کیسے لکھ پتی بنے گا؟ وہ شارٹ راستہ ڈھونڈے گا کہ اگر ہیروئن مل جائے، اور وہ بک جائے، تو وہ راتوں رات لکھ پتی بن جائے گا۔ اور غربت دُور ہوجائے گی۔

آپ روزانہ اخباروں میں پڑھتے اور سنتے ہیں، جو لوگ ہیروئن کا کاروبار کرتے ہیں، جن کو ہضم ہوجائے وہ لکھ پتی بن جاتا ہے۔ جو پکڑے جاتے ہیں، ان کا کچومر نکل جاتا ہے۔ تو بہرحال لوگ کوشش کرتے ہیں کہ وہ کاروبار کریں، راتوں رات لکھ پتی بن جائیں۔

مولوی اور ذاکر کی مثال

ہر ذاکر، ہر مولوی یہ چاہتا ہے کہ آج تقریر کے میدان میں آؤں تو کل کامیاب ذاکر و خطیب بن جاؤں۔ لوگ اس کو دعوتیں دیں، اور اس کے پاؤں کے تلے آنکھوں کا فرش بچھائیں۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ مدرسے میں پڑھیں گے تو آٹھ دس سال پڑھنے میں لگیں گے۔ اگر سٹیج پر آئیں تو دو چار سال لگیں گے محنت کرنے میں۔ شہرت حاصل کرنے میں دس بارہ سال لگیں گے۔ پھر وہ کیا کرتے ہیں؟ ایسے نالائق کیا کرتے ہیں؟ مشہور ذاکروں، اور مولویوں کی کیسٹیں لے لیتے ہیں، مشہور مقررین کی کتابیں لے لیتے ہیں۔ اور کمرے میں بیٹھ کر ان کی نثر یاد کرلیتے ہیں۔ کسی اچھے مولوی کی تقریر یاد

کر لیتے ہیں۔ پڑھے پڑھائے بغیر جب سٹیج پر آتے ہیں۔ علامے نظر آتے ہیں، فہامے نظر آتے ہیں۔ اور چھوٹے سے ذاکر بہت بڑے چوٹی کے مقرر نظر آتے ہیں۔ تو پھر راتوں رات کامیاب ذاکر اور مولوی بن جاتے ہیں۔

عام مومنین کی مثال

جب یہ ساری باتیں صحیح ہیں تو مومن بھی چاہتے ہیں کہ جنت میں پہنچ جائیں۔ کہیں لمبا راستہ نہ اختیار کرنا پڑے اور جنت میں بھی چلے جائیں۔ شارٹ کٹ راستہ مل جائے۔ ہر شعبے کے لوگ شارٹ کٹ راستہ ڈھونڈتے ہیں۔ یہ ہمارا تجربہ ہے۔

ادھر شریعت کہتی ہے کہ جنت میں جانا ہے تو پہلے مومن بننا پڑے گا۔ اور مومن بننے کے ساتھ ساتھ پھر اپنا کاروبار بھی ٹھیک کرنا پڑے گا۔ نیکوکار بننا پڑے گا۔ پرہیزگار بننا پڑے گا۔ کیونکہ جنت متقیوں کے لیے ہے۔

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۹۰﴾ (الشعراء:۹۰)

اگر مومن بننا ہے تو دل میں ایمان رکھنا پڑے گا۔

ایمان کیا ہے؟

ایمان پانچ چیزوں کا نام ہے:

① خدا کو وحدہ لاشریک ماننا پڑے گا۔

② اللہ کو عادل ماننا پڑے گا۔

③ آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم ﷺ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو برحق ماننا پڑے گا۔

④ علیؑ ولی اللہ سے لے کر حضرت مہدی خلیفۃ اللہ تک بارہ اماموں کو برحق ماننا پڑے گا۔ اور ان کو خالق کائنات کی بارگاہ میں وسیلہ جاننا پڑے گا۔

⑤ پھر قیامت کو برحق ماننا پڑے گا۔

اگر یہ پانچ عقیدے دل و دماغ میں قائم کرو گے تو تب مومن کہلوانے کے حق دار بنو گے۔

مومن کس طرح بنیں؟

تو پھر مومن بنیں گے کیسے؟ تو اعتقادی طور پر مومن بن گئے، لیکن آگے کچھ اور بھی کرنا پڑے گا۔ تب علیؑ کے غلام بنو گے۔ کیونکہ علیؑ ہیں امیرالمومنین، اور علیؑ ہیں امام المتقین، دل میں ایمان کی شمع روشن ہوگی تو علی ولیؑ ہمارے امیر کہلوائیں گے۔ اور جس دن واجب کاموں کو بجالائیں گے، اور حرام کاموں سے دامن کو بچائیں گے، اُس دن علیؑ ہمارے امام بنیں گے۔ ہم علیؑ ولی کے غلام بنیں گے۔ کیونکہ علیؑ ہیں امام المتقین۔

متقی کون ہے؟

اور "متقی" کی ادنیٰ تعریف ہے۔ جو واجب کاموں کو بجالائے، اور حرام کاموں سے دامن کو بچائے، لہٰذا اگر واجب کاموں پر عمل کرنا ہے، اور حرام کاموں سے بچنا ہے، تو پھر قرآن پڑھنا پڑے گا، کیونکہ قرآن ہی میں تو سارا دین لکھا ہوا ہے۔ حلال کیا ہے، حرام کیا ہے، ایمان کیا ہے، بے ایمانی کیا ہے، نیکی کیا ہے، برائی کیا ہے، قرآن پڑھنا ہے تو کم از کم چھ مہینے یا سال لگے گا ناظرہ قرآن پڑھنے میں، اگر قرآن کو سمجھنا ہے تو کئی سال لگیں گے قرآن سمجھنے میں اور ترجمہ پڑھنے میں اور قرآن کی تفسیر سمجھنے میں۔ اب اتنے سالوں تک کون انتظار کرے؟ ادھر سے ایک سٹیج والا آیا، اس نے ہمیں کہہ دیا کہ مولیٰ کے نام کا ایک نعرہ لگاؤ گے تو بارہ ختم قرآن کا ثواب مل جائے گا۔ مومنوں نے نعرہ زبردست لگا لیا۔ اور یہ بات بھی دل میں بٹھالی کہ جب ایک نعرہ لگانے سے بارہ ختم قرآن کا ثواب مل جائے تو پھر قرآن پڑھنے کے چکر میں کون پڑے۔ (صلوات)

تقویٰ اور پرہیز گاری

علماء نے یہ بتایا تھا کہ علی ولیؑ کو ماننا ہے اور علیؑ کا غلام بننا ہے تو پہلے متقی بننا پڑے گا۔ "متقی" کا معنی ہے: "پرہیزگار"۔ جو حرام کاموں سے پرہیز کرے، اور واجب کاموں کو بجا لائے۔ ہزاروں کام ہیں واجب، ہزاروں کام ہیں حرام۔ جب ہزاروں واجبات پر عمل کرے گا، ہزاروں حرام کاموں سے اپنے آپ کو بچائے گا، اس دن بنے گا پرہیزگار۔

جب بن جائے گا پرہیزگار تب کہلائے گا علی ولیؑ کا حقیقی حب دار۔ تو کتنی محنت کرنی پڑی؟ جب علی ولیؑ کا حقیقی حب دار بن جائے گا، علیؑ کا تابعدار بن جائے گا، حیدرِ کرار کا پیروکار بن جائے گا، تب علیؑ بنیں گے اس کے امام، اور وہ بنے گا مولیٰ علیؑ کا غلام۔ (صلوات)

خدا فرماتا ہے:

یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمۡ (اسراء:۷۱)

کہ قیامت والے دن ہر قوم کو، ہر قبیلے کو، اور ہر شخص کو ہم اس کے امام کے نام کے ساتھ بلوائیں گے۔

جدھر، جس طرف، جس قوم کا امام جائے گا، اس کے ساتھ اس کا غلام بھی جائے گا...... یہ تو بڑا لمبا راستہ ہے...... ہزاروں واجبات پر عمل کرے گا، ہزاروں حرام کاموں سے بچے گا، تب علی ولیؑ کا غلام بنے گا۔ پھر علیؑ اس کے امام بنیں گے۔

واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب

ادھر سے ایک آواز آئی: کیا رکھا ہے واجبات میں؟ اور محرمات میں۔

"کھادی جا، تے پیتی جا، دم حیدر حیدر کیتی جا"۔

اگر مظلومِ کربلاؑ کے مصائب میں ایک اتنا آنسو نکل آئے جس سے مچھر

کارپر ترہوجائے، جنّت واجب ہوجائے گی ۔ نمازیں کیا اور روزے کیا؟ حج کیا اور زکوتیں کیا ہیں؟

جب آدھے قطرے سے جنّت واجب ہوجائے، توکون احمق ہے، جو گھٹنے رگڑ رگڑ کر نمازیں پڑھے گا، اور چھ چھ مہینے کے روزے رکھے گا، لاکھوں روپے خرچ کر کے حج کرے گا، اور ہزاروں روپے زکوۃ میں دے گا۔ ہزاروں روپے خمس نکالے گا۔ جب آدھے قطرے سے جنّت واجب ہوجائے تو ہر مومن یہی کہے گا: یہ کام آسان ہے۔ یہ سودا سستا ہے۔ اس لمبے راستے پر کون چلے گا۔ (صلوات)

ڈاڑھی میں اسلام یا اسلام میں ڈاڑھی

ایک ہمارے مشہور مقرر تھے، بے چارے فوت ہوگئے، اللہ بخشے۔ اور اب بھی ان کے کئی نقال یہاں موجود ہیں، وہ ایک دفعہ تقریر فرمارہے تھے، اور کئی دفعہ ایسا کہا ہے، آپ نے بھی کبھی سنا ہوگا، نام نہیں لوں گا۔ کیونکہ وہ بیچارے فوت ہوگئے ہیں، مرنے کے بعد شیطان بھی پیچھا چھوڑ دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ جی علماء کہتے ہیں کہ داڑھیاں رکھو، کوئی دین داڑھیوں میں پڑا ہے؟ اس نے کہا: داڑھیاں رکھ کے اگر جنّت میں جانا ہے تو تارا سنگھ ہم سے پہلے جنّت میں پہنچ جائے گا، کیونکہ دنیا کو پتا ہے کہ تارا سنگھ کی داڑھی لمبی تھی۔ اس کے فوٹو تو آپ نے بھی دیکھے ہوں گے۔

کہتا ہے: پتا چلا کہ داڑھیاں جنّت میں نہیں لے جائیں گی۔

اس نے کہا: علماء کہتے ہیں کہ نمازیں پڑھیں گے تو جنّت میں جائیں گے، اگر نمازیں جنّت میں لے جاتیں تو پھر ہم سے پہلے "خیر دین" جنّت میں پہنچ جائے گا۔ یہ فرضی نام ہیں۔ اہلبیت کے دشمنوں کے۔

اس نے کہا: وہ نمازیں بڑی پڑھتے تھے، وہ پہلے چلے جائیں گے۔

اس نے کہا، علماء کہتے ہیں کہ ... تو سب جنت لے لی۔ اگر کسی نے سے جنت لی ہے تو پہلے "فلاں" وہیں "جنت" میں پہنچ جائے گا۔

علماء کہتے ہیں لہٰذا تو وہ ہی سکے تو جنت میں جائیں گے، اگر کسی نے سے جنت لی ہے تو "محمد فاضل" ہم سے پہلے جنت میں پہنچ جائے گا۔

محبت اہل بیتؑ

الغرض، ساری چیزوں پر پانی پھیرتے آئے، کہنے لگے: جنت نہ کچھ داڑھیوں میں ہے، نہ نمازوں میں ہے، نہ روزوں میں ہے، نہ زکوتوں میں ہے، نہ جہاد میں ہے، نہ حج میں ہے، اگر جنت ہے تو بس محبت اہل بیتؑ کے ساتھ ہے۔ اگر جنت ہے تو محبان آل محمدؐ کے ساتھ ہے...... (نعرہ)

نعرے تو زوردار لگ گئے، میں بھی مانتا ہوں کہ اگر محبت اہل بیتؑ نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے، مجھے یہ تو کوئی بتائے کہ محبت کے ساتھ اگر عمل نہیں ہے تو وہ محبت کیسی ہے؟

یہ میرا بھی ایمان ہے اور آپ کا بھی ایمان ہے کہ محبت اہل بیتؑ ہے "اجر رسالت"۔

اجر رسالت کیا ہے؟

قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (شوریٰ:۲۳)

خالق فرماتا ہے کہ: اے میرے حبیبؐ! جو لوگ اجر رسالت کے طور پر تجھے تحائف پیش کرنا چاہتے ہیں، جو درہم و دینار کی تھیلیاں دینا چاہتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ میں تم سے کوئی چیز نہیں مانگتا، یہ تمہارے درہم تمہیں مبارک ہوں، تمہارے دینار تمہیں مبارک ہوں، تمہارے روپے پیسے تمہیں مبارک ہوں۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے حقیقی قرابت داروں سے محبت کرو۔

وہ قرابت دار کون ہیں؟ صحابہؓ کا سوال

صحابیوں نے پوچھا: یارسول اللہ (ﷺ)! وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں؟ جن سے ہم نے محبت کرنی ہے، اگر محبت کریں گے تو آپ کی رسالت کا اجرادا ہوجائے گا۔ اگر محبت نہیں کریں گے تو اُجرت ادا نہیں ہو سکے گی۔ ذرا ان کے نام تو بتادیں، ان کا تعارف تو کرا دیں۔

رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جواب

حسنینؑ کے نانا نے فرمایا:

هُمْ فَاطِمَةُ وَعَلِيٌّ وَابْنَاهُمَا

اگر ان ہستیوں کا تعارف چاہتے ہو، جن سے محبت کرنی ہے اور میری رسالت کی اُجرت ہے، وہ ایک ہستی کا نام خاتونِ قیامت ہے، دُوسرے بزرگوار کا نام حیدرِ کرار ہے، اور تیسرے وہ ذواتِ مقدسہ ہیں جن کا تعلق علیؑ و بتولؑ کی پاک و پاکیزہ نسل سے ہے۔

تو لہٰذا میں بھی مانتا ہوں، میں نے اپنی کتابوں میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ جب تک کسی مزدور کی اُجرت ادا نہ کی جائے، اس وقت تک اُس کی بنائی ہوئی چیز میں تصرف کرنا روا نہیں ہوتا۔ یعنی مسجد بنوائیں، اگر آپ اس کی مزدوری ادا نہیں کریں گے تو اس میں نماز نہیں پڑھ سکتے۔

امام بارگاہ بنوائیں، اگر آپ نے مزدور کی اُجرت ادا نہیں کی، اس میں مجلس مظلومِ کربلا نہیں پڑھ سکتے، اور نہیں کرا سکتے۔

اگر آپ نے کپڑا سلوایا، درزی کے پیسے نہیں دیے، اور نہ دینے کا ارادہ ہے تو آپ اس کپڑے میں عبادتِ خدا نہیں کر سکتے۔

اور یقیناً جن لوگوں نے پیغمبر اسلامؐ کے خاندان سے محبت نہیں کی، اور

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُجرت کو ادا نہیں کی، وہ پیغمبر کا کلمہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔ اور اللہ کے دین میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔ اور شجرۂ طیبہ اسلامیہ کے سائے کے تلے بیٹھ بھی نہیں سکتے۔

لہٰذا اگر کوئی نماز پڑھے گا، محبّت اہلِ بیتؑ کے بغیر، وہ نماز حرام ہے...... اگر کوئی روزہ رکھے گا، اور پیغمبر اسلامؐ کی اُجرت ادا نہیں کی تو وہ روزہ رکھنا حرام...... اگر کوئی زکوٰۃ دے گا، لیکن اگر محبّت اہلِ بیتؑ ادا نہیں کرتا، وہ اس کا زکوٰۃ دینا حرام۔ اگر کوئی حاجی حج پر جائے گا، اور اس کے دل و دماغ میں آلِ محمدؐ کی محبّت کا چراغ روشن نہیں تو کچھ کہنا پڑے گا:

بدن سے جامۂ احرام دِل میں بغضِ علیؑ
یہ تیرے نصیب کا چکّر ہے طواف نہیں

زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے
بے حبِّ اہلِ بیتؑ عبادت حرام ہے

یہ میرا بھی عقیدہ، آپ کا بھی عقیدہ، ہر ذاکر و مولوی کا عقیدہ، ہر مولائی کا عقیدہ، جب تک آلِ محمدؐ سے محبّت نہ کی جائے، اس وقت تک کسی عابد کی کوئی عبادت، کسی عامل کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اب طے ہوگیا کہ جن کے ہاتھوں میں آلِ محمدؐ کی محبّت کا دامن نہیں، ان کا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔

یہ بالکل بجا ہے۔
دشمنِ آلِ محمدؐ کا کھاتا صاف ہوگیا۔ جو آلِ محمدؐ سے محبّت نہیں رکھتے، وہ نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں...... روزے رکھیں یا نہ رکھیں...... زکوٰۃ دیں یا نہ دیں...... داڑھی رکھیں یا منڈوائیں...... نیکی کریں یا برائی کریں...... دشمنِ آلِ محمدؐ کے لیے جہنم کے سوا اس کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔

اب آگے بڑھوا جب دشمنِ آلِ محمد کا کوئی عمل قبول نہیں، کوئی عبادت منظور نہیں، کوئی کوشش مشکور نہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے علیؑ کے محبوں کے بارے میں، میں بھی دعویٰ کرتا ہوں، مجھے اہلِ بیتؑ سے محبت ہے، آپ میں سے بھی ہر بندہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہمیں آلِ محمدؑ سے الفت ہے...... ہم آلِ محمدؑ کے جدار ہیں...... ہم مظلومِ کربلاؑ کے عزادار ہیں...... تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب آلِ محمدؑ کے دشمنوں کا کوئی عمل قبول نہیں، اور آلِ محمدؑ کے محبوں کو کسی عمل کی ضرورت نہیں۔

☆ نہ محبوں کو نماز کی ضرورت ہے
☆ نہ محبانِ علیؑ کو روزے رکھنے کی ضرورت
☆ نہ علیؑ کے محبوں کو داڑھی رکھوانے کی ضرورت
☆ نہ علیؑ کے محبوں کو اپنی بیوی بیٹیوں کو پردے میں بٹھانے کی ضرورت
☆ نہ ان کو حرام کام سے بچنے کی ضرورت
☆ نہ ان کو واجب کام بجا لانے کی ضرورت

تو مجھے صرف اتنا تو بتا دو، یہ محمدؐ کی شریعت پھر آئی کن لوگوں کے لیے تھی؟

اب چپ سے مسئلہ تو صاف نہ ہوگا، توجہ سے سُن رہے ہو؟ کچھ ہوں ہاں بھی کرنی پڑے گی، تاکہ مجھے بھی پتا چلے کہ میں قبرستان میں اذان نہیں دے رہا، میں زندوں کی محفل میں پڑھ رہا ہوں۔ لہٰذا یہ دونوں باتیں صاف ہو گئیں، جو علیؑ کے دشمن ہیں، جو آلِ محمدؑ کے منکر ہیں، ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ وہ لاکھوں نمازیں پڑھیں، وہ لاکھوں روزے رکھیں، وہ کروڑوں حجیں بجا لائیں، وہ اربوں کھربوں زکوتیں ادا کریں، وہ ساری زندگی خانۂ خدا میں بیٹھ کے عبادتِ خدا بجا لائیں، علیؑ ولی کی ولایت اگر ان کے ہاتھ میں نہیں

ہے اور اگر علی ولیؑ کی ولایت کا چراغ ان کے دل و دماغ میں روشن نہیں ہے، تو نبیؐ نے فرمایا۔ یہ لمبی حدیث ہے، جو آپ ہزاروں بار سن چکے ہیں کہ اگر کوئی بندہ ہزاروں حجّیں بجا لائے، ہزاروں زکوتیں ادا کرے، صفا و مروہ کے درمیان دوڑتا ہوا بے جرم و بے خطا تہ تیغ بھی کر دیا جائے، لیکن اگر اس کے ہاتھ میں علی ولیؑ کی ولایت کا دامن نہیں ہے "لم یشم رائحة الجنة و لم یدخلھا" تو جنت میں جانا تو بڑی بات، علیؑ کے منکر کے ناک میں جنت کی خوشبو پہنچنے کا بھی کوئی امکان نہیں۔ (نعرہ)

میں نے ایک شعر اپنی کتاب "احسن الفوائد" میں لکھا ہے:

مَنْ لَمْ یُوَالِ فِی الْبَرِیَّةِ حَیْدَرًا
سِیَّانِ عِنْدَ اللهِ صَلّٰی اَوْ زَنَا

جو بندہ اس عالم آب و گل میں، جو بندہ اس عالم دنیا میں، جو انسان اس عالم اسلام میں علیؑ سے محبت نہیں رکھتا، علیؑ کی ولایت کا قائل نہیں ہے، اللہ کی نظر میں برابر ہے وہ نماز پڑھے یا زنا کرے۔ دونوں کا انجام جہنم کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔

علیؑ کا دشمن نماز پڑھے گا تو بھی جہنم میں جائے گا، علیؑ کا دشمن زنا کرے گا، تب بھی جہنم میں جائے گا۔ کیونکہ علیؑ کے دشمنوں کا کوئی عمل قبول نہیں۔ ادھر علیؑ کے محبوں کو چھٹی...... داڑھیوں میں کیا رکھا ہے، روزوں میں کیا رکھا ہے، نمازوں میں کیا رکھا ہے، اور پردوں میں کیا ہے...... ہماری عورتیں کہتی ہیں کہ آنکھ میں حیا ہونا چاہیے، پردوں میں کیا ہے؟

الناس علیٰ دین ملوکھم

جس ملک کی وزیر اعظم پردہ نہ کرتی ہو، ان کی عورتیں کب پردہ کریں گی؟ جس ملک کا صدر داڑھی مونچھیں چٹ کرا کے اٹھارہ سال کا جوان بنے

کی کوشش کرتا ہو، اس ملک کے جوان کہاں داڑھیاں رکھوائیں گے؟

لوگ تو ہمیشہ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں ۔ ہمارا بادشاہ صدر ہے تو مرد، وزیر اعظم ہے تو عورت ۔ تو عورتیں چلیں گی تو وزیر اعظم کے پیچھے، مرد چلیں گے تو صدرِ معظّم کے پیچھے...... صدر کے مُنھ پر داڑھی نہیں ہے، ہماری وزیر اعظم کے سر پر چادر نہیں ہے، تو: ؏

کہاں سے آئے صدا لا اِلٰہ الا اللہ

لہٰذا اگر علی ولیؑ کے مُحبّ بھی عمل نہ کریں، علیؑ کے مُحبّ نہ نماز پڑھیں، نہ رکھیں روزہ، نہ دیں زکوٰۃ، نہ رکھیں داڑھی، نہ کٹوائیں مونچھیں، نہ اپنی عورتوں کو بٹھائیں پردے میں، نہ سچ بولیں، نہ جھوٹ بولنے سے بچنے کی کوشش کریں، نہ صحیح تولیں، نہ امانت کو ادا کریں، نہ گناہوں سے اپنے دامن کو بچائیں۔

قرآن و شریعت

میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر علیؑ کے محبوں کو حرام و حلال کی پابندی کی ضرورت نہیں تو یہ شریعت محمدی پھر آئی کن لوگوں کے لیے ہے؟ ......سارا قرآن پڑھو، خدا آپ کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ ہم نے قرآن کو جالوں میں رکھا ہوا ہے، یا الماریوں میں بند کیا ہوا ہے ۔ یا صندوق میں ہم نے دبا کے رکھا ہوا ہے ۔ ہمیں کھول کر پڑھنے کی نوبت نہیں آئی ۔ اگر کبھی کوئی سچی یا جھوٹی قسم اٹھانی ہو تو قرآن کو سر پر اٹھا لیا ۔ کبھی ووٹ مانگنا ہو تو قرآن کو میلہ کے طور پہ لے گئے کہ ہمیں ووٹ دے دو ۔ اگر کہیں وراثت کا حصہ لینا ہو تو قرآن کا واسطہ دے کر ہمیں حصہ دے دو ۔ اپنے مقاصد اپنی آرزوؤں کو حاصل کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے ۔ قرآن پر عمل کرنے کا ہم نے کبھی خواب بھی نہیں دیکھا۔

قرآن بار بار کہتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

اے ایمان والو!

اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ

نماز پڑھو اور زکوۃ دو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (البقرۃ:۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزہ اسی طرح فرض کیا گیا، جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا۔

مومن کون

الغرض پورا قرآن پڑھتے جاؤ، "الحمد" کی "الف" سے شروع کرو، "والناس" کی "سین" تک چلے جاؤ۔ خدا جب بھی کوئی حکم دیتا ہے تو مومنوں کو، جب کسی کام سے روکتا ہے، تو مومنوں کو، جب کوئی امر کرتا ہے تو مومنوں کو، جب کوئی نہی کرتا ہے تو مومنوں کو۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی نظر میں مومن کہلوانے والے کون ہیں؟ علی کے دشمن مومن ہیں یا علی کے محب مومن ہیں؟......(دو بندوں نے جواب دیا ہے، باقی سارے چپ ہیں، اس کا معنی ہے کہ باقی سارے ان کے ساتھ ہیں) یہ بات ٹھیک ہے کہ علی کے محب ہی مومن ہیں۔ تو حضورؐ نے پہلے ہی فیصلہ کر دیا تھا۔

آج تو بڑے بڑے لوگ فتویٰ دیتے ہیں کہ جو فلانے کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ جو نبیؐ کے سوہرے کو نہ مانے وہ کافر ہے، جو پیغمبرؐ کے سالے کو نہ مانے وہ کافر، جو فلانے کو نہ مانے وہ کافر، جو مومنوں کے ماموں کو نہ مانے وہ کافر، جو پیغمبرؐ کی فلانی بیوی کو نہ مانے وہ کافر۔ آج کفر ٹکے ٹکے سیر...... رہا ہے۔

میں نے اس دور میں کہا تھا، جب کفر کی مشینیں چل رہی تھیں کہ:

ساری دنیا کی کتابیں اٹھا کے سامنے رکھ لو، تمام مکاتب فکر کے علماء کو اکٹھا کر لو، میں ان کو بتا دیتا ہوں، اور مہلت دیتا ہوں، آج سے شروع کرو، قیامت کے سورج کے طلوع ہونے تک کتابیں پڑھتے رہو، اور تحقیق کرتے رہو اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ محمدؐ عربی کی زبان سے اور کائنات کی کسی کتاب میں علیؑ حیدرِ کرار کے سوا کوئی فرمان نظر نہ آئے گا کہ پیغمبرؐ نے کسی کی محبت کو ایمان کہا ہو، یا کسی کے بغض کو نبیؐ نے کفر کہا ہو، اگر فرمایا تو علیؑ کے بارے میں۔ "یا علی حبك ایمان و بغضك کفر و نفاق" علیؑ کی محبت کا نام ایمان ہے، اور علیؑ سے بغض کا نام کفر و نفاق۔

ایمان کیا ھے اور کفر کیا ھے؟

جب لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہؐ! ایمان کیا ہے اور کفر کیا ہے؟ تو حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یا علیؑ! تیری محبت کا نام ایمان ہے، جو تجھ سے محبت کرے گا، وہ مومن کہلوائے گا۔ اور تیرے بغض کا نام کہیں کفر ہے، کہیں نفاق ہے۔ (نعرہ)

نبیؐ نے تو فیصلہ کر دیا، جو علیؑ سے محبت رکھتا ہے، وہ مومن ہے، جو علیؑ سے بغض رکھتا ہے، وہ منافق ہے، یا مشرک ہے، یا کافر۔ (صلوات)

تو نتیجہ یہ نکلا کہ جب علیؑ کی محبت کا نام ہی ایمان ہے، اور یہ ہی ہمارا ایمان ہے کہ خدا سارے حکم مومنوں کو دے رہا ہے: اے ایمان والو! نماز پڑھو!۔

جب ویسے ایمان کی بات ہو تو ہم ٹھیکیدار بن جاتے ہیں کہ ایمان تو ہے ہی ہمارے پاس۔ جب نماز کی بات آئے تو ہم کہتے ہیں کہ نمازوں میں کیا دھرا ہے...... "شاہ جانے تے راہ جانے"۔

جب روزے کا ذکر آئے، محبت اہل بیتؑ کا ذکر آئے ایمان کا ذکر آئے تو کہتے ہیں ہمارے سوا سارے بے ایمان۔ صرف جدارانِ علیؑ ہی

مومن ہیں ۔ جب کہا جائے کہ رکھو روزے تو ہم کہتے ہیں روزوں میں کیا دھرا ہے، بس جانے یا علیؑ ۔

شتر مرغ والی پالیسی

یہ شتر مرغ والی پالیسی نہیں چلے گی ۔ شتر مرغ کی گردن دیکھی جائے تو اُونٹ نظر آتا ہے، اس کے پَر اور ٹانگیں دیکھی جائیں تو مُرغ نظر آتا ہے ۔ شتر مرغ کی پالیسی ہر بندہ جانتا ہے ۔

اگر پوچھا جائے میاں تم شتر مرغ تم اُونٹ ہو یا پرندے تو کہتا ہے میں اُونٹ ہوں، میری گردن دیکھ لو ۔ جب کہا جائے کہ لاد دو اس پر بوریاں تو کہتا ہے کہ نہیں میں تو پرندہ ہوں، جب کہا جائے اگر پرندہ ہے تو اُڑ کے دکھا، ذرا پرواز کر کے دکھا تو کہتا ہے نہیں میں اُونٹ ہوں ۔ بوریاں لادنے کی بات آئے تو کہتا ہے میں پرندہ ہوں، جب اُسے کہا اُڑ کے دکھا تو کہتا ہے نہیں میں تو اُونٹ ہوں ۔ وہ کسی بات پر قائم رہتا ہی نہیں ہے ۔ تو ہماری بات بھی وہی شتر مرغ والی بات ہے ۔

اگر کوئی پوچھے کہ علیؑ کے مُحب کون ہیں تو ہم کہتے ہیں ہم ۔ مومن کون ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہم ۔ جب کہا جائے کہ پڑھو نماز، تو کہتے ہیں نمازوں میں کیا دھرا ہے؟

میرے عزیزو! علیؑ والے اگر نمازیں نہیں پڑھیں گے، جن کی قبول ہوتی ہے تو پھر نماز پڑھے گا کون؟

یہ دوہری پالیسی نہیں چلے گی ۔ اگر محبت کی بات آئے تو کہتے ہیں: علیؑ کے مُحب ہم ہیں ۔ اگر نماز کی بات آجائے، اگر عبادت کی بات آجائے، اگر عمل کی بات آجائے، اگر سچ اور جھوٹ کی بات آجائے، اگر روزے کی بات آجائے تو کہتے ہیں: اس میں کیا رکھا ہے ۔

عبادت کا معیار

آگے بڑھو...... میرے دوستو! "شارٹ کٹ" راستے کی بات ہو رہی تھی۔ ہم چاہتے ہیں، ہمیں دنیا مومن سمجھے، ہمیں لوگ مسلمان سمجھیں، ہمیں علیؑ کا غلام سمجھیں، ہمیں مظلومِ کربلا کا عزادار سمجھیں اور لمبا چوڑا کام بھی نہ کرنا پڑے، لہٰذا ہم نمازیں باقاعدگی سے پڑھیں گے، مسجدوں میں جائیں گے، جماعت کے ساتھ پڑھیں گے، پہلی صف میں کھڑے ہوں گے، تاکہ لوگ سمجھیں کہ ہم بڑے نمازی ہیں، ہم بڑے عبادت گزار ہیں، ہم بڑے نیکوکار ہیں، ہم علیؑ ولی کے غلام ہیں، علیؑ کے جبدار ہیں، آلِ محمدؐ کے تابعدار ہیں۔

اِسلام کا تقاضا کیا ہے؟

میں عرض کروں گا، خدا فرماتا ہے: اگر اسلام میں داخل ہونا ہے تو مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔ نماز پڑھتے ہو تو پھر روزہ بھی قانونِ اسلام کے مطابق رکھنا پڑے گا۔ اسلام کے اندر آدھا تیتر آدھا بٹیر بن کر جینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہم اپنی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں، جو ہمیں پسند آ گیا، اس کو مان لیا، جو پسند نہ آیا، اس کو ٹھکرا دیا۔ "میٹھا میٹھا ہپ، کڑوا کڑوا تھو"۔ اسلام کے اندر اس روش کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

خدا فرماتا ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (بقرہ:۸۵)

تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو، اور بعض کا انکار کر دیتے ہو۔

اگر ایمان لانا ہے تو پھر پورے قرآن پر لاؤ۔ اگر ایک مسئلے کا انکار کرنا ہے تو پورے قرآن کا انکار کر دو۔ لہٰذا:

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

یا انکار کر کے پورے اسلام سے خارج ہو جاؤ، یا قبول کر کے حق و لی کے غلام بن جاؤ، دو رنگی نہیں چلے گی۔

تو لہٰذا اگر ایک آدمی نماز شریعت کے مطابق پڑھتا ہے تو روزہ بھی قانونِ شریعت کے مطابق رکھنا پڑے گا۔ اگر ایک آدمی روزہ شریعت کے مطابق رکھتا ہے، تو نکاح بھی قانونِ شریعت کے مطابق پڑھانا پڑے گا۔ اگر شریعت کے مطابق نکاح پڑھاتا ہے تو اگر کل آن بن ہو جائے تو طلاق کا صیغہ بھی قانونِ شریعت کے مطابق پڑھانا پڑے گا۔

اگر نکاح اور طلاق کے مسئلے شریعت کے مطابق ہوتے ہیں، تو اگر کل مرجائے تو وراثت کو بھی شریعت کے قانون کے مطابق تقسیم کرنا پڑے گا۔

اگر شریعت کے قانون کے مطابق وراثت تقسیم کرنی ہے تو پھر حجامت بھی شریعت اسلام کے قانون کے مطابق بنوانی پڑے گی۔ اگر حجامت قانونِ شریعت کے مطابق بنوانا ہے تو جینا بھی اسلام کے قانون کے مطابق پڑے گا۔ اگر مرنا ہے تو قرآن کے مطابق مرنا پڑے گا۔ (صلوات)

نماز تو پڑھے اسلام کے مطابق، با قاعدہ پنجگانہ شریعت کے مطابق، جب ماہِ رمضان کے روزے کا مہینہ قریب آئے تو ڈاکٹر کے پاس جا کر لکھوا لیا کہ میں بلڈ پریشر کا مریض ہوں۔ اگر روزہ رکھے گا تو مر جائے گا۔ ہر آدمی بہتر جانتا ہے کہ ڈاکٹر سے لکھوانے سے کچھ نہیں بنتا۔

اگر واقعی ایک بندہ بیمار ہے تو بے شک روزہ نہ رکھے۔ جب ٹھیک ہو جائے گا تو قضا کرنی پڑے گی۔ لیکن اگر صحت مند ہے تو پھر روزہ رکھے۔ وہ لوگوں کو تو دھوکا دے سکتا ہے، نہ اپنے آپ کو دھوکا دے سکتا ہے، نہ خدا کو دھوکا دے سکتا ہے۔ لہٰذا روزہ بھی قانونِ شریعت کے مطابق رکھنا پڑے گا۔

شرعی نکاح و شادی

اگر ایک آدمی نماز بھی اسلام کے مطابق پڑھتا ہے، روزہ بھی اسلام کے مطابق رکھتا ہے، تو پھر آگے چل کے جب نکاح پڑھانے کا وقت، شادی کرنے کا وقت آئے تو نکاح بھی قانونِ شریعت کے مطابق پڑھانا پڑے گا۔ پھر شادی بھی قانونِ شریعت کے مطابق کرنی پڑے گی۔

آپ پوچھیں گے کہ یہاں شریعت کا قانون کیا کہتا ہے؟ اور دوسروں کی شریعت کا قانون کیا کہتا ہے؟

تو میں عرض کروں گا کہ شریعت محمدیہ کا قانون یہ ہے کہ لڑکی اگر نابالغ ہے، اس کے ولی یعنی بابا یا دادا کو حق پہنچتا ہے کہ وہ جہاں چاہے اور مناسب سمجھے وہاں لڑکی کا نکاح کر دے، باپ یا دادے کا پڑھایا ہوا نکاح پکا ہے۔ اس کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔

اگر لڑکی بالغ ہو جائے، لیکن ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی، تو نہ تنہا لڑکی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ باپ کو نظر انداز کرکے، یا دادے کی مرضی کو بالائے طاق رکھ کر خود شادی کر لے، نہ باپ کو حق پہنچتا ہے کہ لڑکی کو راضی کیے بغیر ڈیرے پر بیٹھ کر جس سے دل چاہے شادی کر دے۔

شریعت محمدیہ کے مطابق وہ نکاح صحیح ہوگا جس پر بالغ لڑکی بھی راضی ہو، اور اس کا ولی شرعی بابا، یا دادا بھی راضی ہو، تو نکاح صحیح ہے۔

انگریزی قانون اور لو میرج

انگریزوں کا قانون کیا ہے؟ جب لڑکی بالغ ہو جائے، مجسٹریٹ کی عدالت میں چلی جائے، جس لڑکے کے ساتھ لو میرج کرے، بے شک باپ دادے سے نہ پوچھے۔ "میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی" لڑکی لو میرج کر سکتی ہے۔

طلاق دینے کا شرعی طریقہ

ایک آدمی نماز پڑھے اسلام کے مطابق، روزہ رکھے اسلام کے مطابق، نکاح پڑھائے انگریزوں کے مطابق، وہ محمد عربی کا مسلمان کہلوانے کا حق دار نہیں ہے۔ اگر مسلمان بن کے جینا ہے تو نکاح بھی قانون شریعت کے مطابق پڑھانا پڑے گا۔ نکاح تو پڑھا لیا شریعت کے مطابق، باپ کو بھی راضی کیا، لڑکی کو بھی راضی کیا، حق مہر بھی مقرر کیا، قانونِ شریعت کے مطابق ازدواج کے رشتے میں اپنے آپ کو جکڑ لیا، خدانخواستہ کل آن بن بن جائے تو شریعت نے مقرر کی ہے طلاق۔ اور اس کے کچھ قواعد اور قوانین مقرر کیے ہیں۔ لہٰذا اگر طلاق دینی ہے تو شریعت محمدی کے مطابق عورت کو آزاد کرنا پڑے گا...... تو قانون کیا ہے؟

طلاق کے لیے ثالث مقرر کرنا

پہلے تو اسلام کہتا ہے کہ طلاق دینے میں جلد بازی نہ کرو۔ ہو سکتا ہے کہ کل پچھتانا پڑے، تو پھر کیا کرو گے؟ اس کے بعد اگر صلح نہ ہو سکے، شریعت کا حکم ہے کہ دو بندے ثالث مقرر کرو۔ ایک لڑکی کے خاندان کی طرف سے، ایک لڑکے کے خاندان کی طرف سے۔ وہ دونوں اکٹھے بیٹھیں۔ سارے معاملات کی چھان بین کریں۔ اگر لڑکی کی زیادتی ہو تو لڑکی کو سمجھائیں۔ اگر شوہر کی زیادتی ہو تو اسے سمجھائیں۔ تا کہ ان کے درمیان صلح صفائی ہو جائے۔ اگر وہ ثالث بھی فیصلہ نہ کر سکیں، تو خدا کے قانونِ اسلام کے مطابق طلاق دو۔ یعنی عربی زبان میں صیغہ پڑھو، دو عادل گواہوں کے سامنے پڑھو۔ پھر شوہر کو تین مہینے سوچنے کی مہلت دے دو۔

طلاق رجعی

پریشان تو نہیں ہو گئے؟...... ہو سکتا ہے کہ شوہر کی عقل بحال ہو جائے۔

اس کا دماغ کام کرنے لگ جائے ۔میں نے غلط طلاق دی ہے ۔وہ پچھتائے گا، اور رجوع کر لے گا ۔نیا نکاح نہیں پڑھانا پڑے گا ۔وہ اس کی بیوی ہو گی، اور وہ اس کا شوہر ہو گا ۔

اور اگر تین مہینے تک بھی ایسا نہیں کر سکو گے، تو پھر دوبارہ طلاق دو، اور پھر تین مہینے تک شوہر کو سوچنے کا موقع دو ۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی عقل بحال ہو جائے، وہ اس کو بیوی بنا لے، اور گھر میں بٹھا لے ۔

اب بھی ایسا نہ کرو، تو پھر تیسری مرتبہ طلاق دے کے "اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ" کچھ دے کر عزت سے اس کو اس کے ماں باپ کے پاس پہنچا دو ۔

یہ ہے قانونِ شریعت ۔

طلاق کا غلط طریقہ

یہاں کیا ہوتا ہے؟...... نمازیں پڑھنے والے، روزہ رکھنے والے، شریعت کے مطابق نکاح پڑھانے والے، جب آن بن ہو جائے تو مجسٹریٹ کی عدالت میں جا کر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، یا عورت جا کر دروازہ کھٹکھٹاتی ہے کہ میں شوہر سے طلاق لینی چاہتی ہوں ۔ میرا شوہر ایسا ہے ویسا ہے، راشی ہے، بدمعاش ہے، زانی ہے، کبابی ہے، ربابی ہے، سارے جہان کی تہمتیں لگا دیتی ہے ۔ عدالت ایک چٹھی بھیجتی ہے، شوہر تک وہ کبھی پہنچتی ہے کبھی نہیں ۔تیسری پیشی پر جج بہادر لکھ دیتا ہے کہ ہم فلانی عورت کو جو فلانے کی بیوی ہے، اس سے اس کا نکاح فسخ کرتے ہیں ۔اور اس کو جہاں چاہے شادی کر لے کی اجازت دیتے ہیں ۔

عدالتی طلاق کس شریعت کا قانون ہے؟

تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ عدالتوں سے جا کر نکاح فسخ کرانا کس کی شریعت کا قانون ہے؟ یہ محمد عربی ﷺ کی شریعت نہیں ہے ۔ یا یہودی کی ہے یا

ہندو کی ہے۔ یا بقولے اس کے باپ دادے کی شریعت ہے۔ محمد عربیؐ کی شریعت نہیں ہے۔ اور علی ولیؑ کا قانون نہیں ہے۔ اگر عورت کو عدالت سے طلاق مل جائے گی وہ بے شک حکومتوں کے کاغذوں میں صحیح ہے، وہ فارغ ہو جائے گی۔ اس کا نکاح ختم ہو جائے گا۔ لیکن محمد عربیؐ کی شریعت میں اس کا جو پہلا شوہر ہے، وہ شوہر ہی شوہر رہے گا۔ اور وہ بیوی اس کی قیامت تک بیوی رہے گی۔

اگر وہ دوسری جگہ شادی کرے گی، وہ نکاح پر نکاح سمجھا جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہوں کہ وہ دوسری جگہ نکاح پڑھائے گی، یا ماں باپ نکاح پڑھائیں گے تو وہ نکاح نکاح نہیں ہوگا، بلکہ زنا ہوگا۔ (صلوات)

لہٰذا نتیجہ یہ نکلا، میرے دوستو عزیزو کہ اگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو ماننا ہے تو نماز بھی اس کے مطابق، روزہ بھی اس کے مطابق، زکوٰۃ بھی اس کے مطابق، نکاح بھی اس کے مطابق، طلاق بھی اس کے مطابق دینی پڑے گی۔

بیٹیوں کا حصہ

آگے بڑھو! اگر ایک آدمی نماز بھی پڑھتا ہے، روزہ بھی رکھتا ہے، حج بھی کرتا ہے، سارے کام اسلام کے مطابق کرتا ہے، اگر زندگی میں جائیداد اپنے بیٹوں کے نام کرا دے، بیٹیوں کو جائیداد سے محروم کر جائے، تو پھر بھی اسلام خطرے میں پڑ جائے گا۔ محمد عربیؐ کی شریعت میں جس طرح لڑکا حق دار ہے، اسی طرح لڑکی بھی حق دار ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ لڑکے کو دوہرا حصہ ملتا ہے، لڑکی کو اکہرا حصہ ملتا ہے۔

لہٰذا جو مومن کہلوانے والا، مسلمان کہلوانے والا، اپنی لڑکی کا حق غصب کرے گا، وہ ہندوؤں کی شریعت پر عمل کرے گا۔ محمد عربیؐ کا کلمہ پڑھنے کا روادار نہیں ہے۔ یہ ہندوؤں کی شریعت میں ہے کہ لڑکیوں کو کچھ

نہیں ملتا۔ سب کچھ لڑکے لے جاتے ہیں۔

لہٰذا اگر پیغمبر اسلامؐ کے دین کو ماننا ہے تو ارشادِ خداوندی کو ماننا پڑے گا۔

یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ (نساء:۱۱)

خدا فرماتا ہے کہ میں تمھیں وصیّت کرتا ہوں اولاد کے بارے میں کہ لڑکے کو دوہرا حصّہ دینا، اور لڑکی کو اکہرا حصّہ دینا۔ اگر کوئی اپنی لڑکی کا حصّہ غصب کرے گا اس کا شمار اور اس کا حشر نشر اس آدمی کے ساتھ ہوگا جس نے حسنینؑ کی اماںؑ کا حق غصب کیا تھا۔ (صلوات)

جو پیغمبرؐ کی بیٹی کا حق غصب کرے وہ تو بے شمار، جو بابا اپنی بیٹیوں کا حق دبا کے مر جائے، وہ رحمۃ اللہ نہیں۔ اصول ایک بنانا پڑے گا۔ جو رسولؐ کی بیٹی کا حق نہیں دے گا، وہ بھی بے شمار، جو اپنی بیٹی کا حق دبا کے مرے گا وہ بھی بے شمار۔ (صلوات)

بیٹیاں پرایا مال نہیں

ہمارے بڑے قدیمی مومن کہتے ہیں کہ سنا گیا ہے اپنے بابوں سے کہ لڑکیاں پرایا مال ہوتی ہیں، لڑکے ہمارا مال ہوتا ہے...... لڑکیاں ہوتیاں ہیں پرایا مال، ہماری نسل تو چلے گی ہمارے بیٹوں سے کہ یہ فلانے کا بیٹا، یہ فلانے کا فلانا بیٹا۔ لہٰذا جو بیٹیاں ہوں گی، وہ تو غیروں کے گھر آباد کرے گی، وہ تو فلانے کی نسل پیدا کریں گی۔ ان کی نسل بڑھائیں گی۔ بیٹے ہمارا مال بیٹیاں پرایا مال۔

پیغمبر گرامی ﷺ کی نسل

میں کہتا ہوں پرایا مال کہنے والوں سے ایک سوال کرتا ہوں کہ پیغمبر اسلامؐ کی نسل جو خالق نے بڑھائی ہے، کس سے چلی ہے؟ بیٹے سے بڑھی ہے یا بیٹی سے

قدیمی مومن مجھے جواب دیں۔ پیغمبرؐ کو خدا نے تین بیٹے دیئے تھے۔ قاسم کو بچپن میں اٹھالیا، ابراہیم کو بچپن میں خدا نے اس کو موت کا ذائقہ چکھا دیا۔ عبداللہ جس کا لقب طاہر ہے۔ وہ بھی بچپن میں اللہ تعالیٰ کو پیارا ہوگیا۔

پیغمبر ﷺ کی نرینہ اولاد

اب دشمنوں نے آپ کو ابتر کہنا شروع کیا کہ پیغمبر کی نسل قطع ہوگئی۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولیں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ اگر اللہ کے پیارے رسول ہوتے تو خدا آپ کے بیٹے کیوں مارتا؟

یہ احمقوں کی پرانی گستاخی و جسارت ہے۔ جب کسی کا بیٹا مرجاتا تو کہتے ہیں کہ اللہ ناراض ہوگیا۔ کسی کی بیٹی مرجاتی تو کہتے ہیں یہ نسل سے خالی ہوگیا۔ اگر کسی کا مالی نقصان ہوجائے تو کہتے ہیں خالق نے اسے جکڑ لیا۔ جس کے سر میں کبھی درد نہ ہو تو کہتے ہیں اللہ بڑا راضی ہے۔

اگر یہی معیار ہے تو خدا فرعون سے بڑا راضی تھا۔ کئی سالوں تک خدائی کا دعویٰ کیا، کبھی سر میں درد بھی نہیں ہوا تھا۔ کبھی کوئی دکھ بھی نہیں دیکھا۔ یہ نبیوں پر بڑی بڑی مصیبتیں آئیں، کیا خدا ان پر ناراض تھا؟ مصیبت کا آجانا یہ دلیل نہیں ہے کہ خدا ناراض ہے۔ بلکہ خدا اپنے پیاروں کو آزماتا ہے۔ بے ایمانوں کو کوئی تکلیف نہیں دیتا۔ بہرحال جب لوگوں نے نبیؐ کو ابتر کہا کہ ان کی نسل قطع ہوگئی۔ ان کا کوئی نام لینے والا نہیں ہوگا۔ خدا نے سورت کوثر نازل کی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ①

ہم نے تمہیں اولادِ کثیر عطا کی ہے،

پھر فرمایا:...... آخر میں فرمایا:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

جو تیرے دشمن ہیں، ابولہب، ابوجہل اور ولید بن مغیرہ وغیرہ، یہ سب ابتر ہوں گے۔ ان کی اولاد کا کوئی نام ونشان نہیں رہے گا۔ تیری اولاد سے دنیا چھلکتی ہوئی نظر آئے گی۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں، دنیا کا کوئی خطّہ، دنیا کا کوئی ملک، دنیا کی کوئی ریاست، نہیں ہے جہاں آلِ نبی نہیں ہے۔ خالق نے جو پیغمبر کی نسل بڑھائی......سادات کرام......اس کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلایا۔ مجھے بتا دو پیغمبرؐ کی نسل بیٹے سے پھیلی ہے یا بیٹی سے۔ تو پتا چل گیا کہ بیٹیوں کی اولاد بھی اپنی اولاد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی دادا اپنی پوتی سے شادی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پوتی ہی باپ کی بیٹی ہوتی ہے۔ کوئی نانا اپنی نواسی سے شادی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بیٹی کی بیٹی بھی بیٹی ہوتی ہے۔ (صلوات)

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

آگے بڑھو! چند منٹ کے بعد میں ختم کروں گا۔ اگر ایک آدمی نماز پڑھتا ہے، حج کرتا ہے، زکوۃ دیتا ہے، نکاح بھی صحیح قانونِ شریعت کے مطابق پڑھاتا ہے۔ لیکن جب سچ بولنے کا وقت آجائے تو سچ بولتا نہیں۔ جھوٹ بولنے کا وقت آئے تو چوکتا نہیں۔ حالانکہ سچ بولنا آلِ محمدؐ کا طریقہ ہے۔

خالق فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۱۱۹ (توبۃ:۱۱۹)

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو، اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سچے کون ہیں؟ وہ آلِ محمد علیہم السلام ہیں۔

خالق فرماتا ہے:

(لعنۃ اللہ علی الکاذبین) (آل عمران: ۶۱)

جھوٹوں پہ خدا لعنت کرتا ہے ۔

جھوٹے کون ہیں؟

جھوٹے کون ہیں؟ جو آلِ محمدؐ کے مخالف ہیں ۔ جو ان کے مدِ مقابل ہیں ، وہ ہیں بنو امیہ ۔

تو پتا چلا جھوٹ بولنا بنو امیہ کا طریقہ ہے ۔ سچ بولنا آلِ محمدؐ کا سلیقہ ہے ۔ ایک آدمی کہلائے تو آلِ محمدؐ کا محب، دعویٰ کرے آلِ محمدؐ کی محبت کا، اور بولے جھوٹ...... جھوٹ بولنے والا بنو امیہ کا پیروکار تو ہو سکتا ہے، وہ کبھی آلِ محمدؐ کا حبدار نہیں ہو سکتا ۔

میرے دوستو! ایک بندہ عام جگہ پہ جھوٹ بولے، ایک بندہ حسینؑ کے منبر پہ جھوٹ بولے، ایک عام جگہ پہ جھوٹ بولے، دوسرا امام بارگاہ میں جھوٹ بولے، ایک عام جگہ پہ جھوٹ بولے، دوسرا مسجد خانۂ خدا میں جھوٹ بولے تو گناہ اور بڑھ جائے گا ۔

اب خوفِ خدا نہیں رہا ۔ آج سٹیج بھی ہمارا ہے، منبر بھی ہمارا ہے، جھوٹ بولنے والے بھی ہمارے ہیں ۔ اور جن پہ جھوٹ بولا جاتا ہے، بدقسمتی یہ ہے کہ وہ بھی ہمارے ہیں کہ بیچارے عوام ہو رہے ہیں پریشان ۔

سٹیج حسینؑ پہ کھڑے ہو کے بڑے بڑے مولوی، بڑے بڑے ذاکر، پچاس پچاس ہزار روپیہ لینے والے، اور مجالس پڑھنے والے اپنے علماء کے خلاف طوفانِ بدتمیزی برپا کر رہے ہیں کہ:

فلاں نے علی ولی اللہ کو کلمے سے نکال دیا ۔

فلاں نے علی ولی اللہ کو اذان سے نکال دیا ۔

فلاں نے علیؑ کی ولایت کا انکار کر دیا ۔

کلمۂ اسلام

آپ کے تونسہ شریف میں چند دن پہلے جلسہ ہوا، وہ باتیں آپ نے اپنے کانوں سے بھی سنی ہوں گی...... کاش خدا ہمیں اتنی توفیق عطا فرماتا کہ کہنے والوں کا گریبان پکڑ کر یہ تو پوچھتے کہ جو کہہ رہے ہو، وہ لکھا ہوا کہاں ہے۔

میرے عزیزو! میں عرض کروں، تاکہ آپ کو حقیقت کا علم ہو جائے، تفصیل میں جانے کا وقت نہیں ہے۔ ٹائم بہت کم ہے۔ ہر آدمی نے گھر جانا ہے۔

کلمے کے احکام الگ ہیں، اذان کے احکام الگ ہیں، تشہد کے احکام الگ ہیں۔ جہاں تک کلمے کا تعلق ہے ہمارے بھائیوں کا کلمہ ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اور ہمارا کلمہ ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ و خلیفۃ رسول اللہ

میں نے اپنی کتاب "قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ" کے مقدمے میں، میں نے اپنی کتاب "مختصر الاحکام" "عقائد الشیعہ" میں، میں نے اپنی کتاب "اصول الشریعہ" کے نویں باب مفرقاتِ وہابیہ و شیعہ میں ثابت کیا ہے: اگر کافر مسلمان بننا چاہے، تو اسے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا پڑے گا۔ اگر اس کلمے کا انکار کر دے گا تو کافر ہو جائے گا۔ لیکن "مسلمان" اگر "مومن" بننا چاہے تو اسے علی ولی اللہ بھی پڑھنا پڑے گا۔ جو پڑھے گا وہ مومن، جو نہیں پڑھے گا وہ ہے بے ایمان۔ (نعرہ)

تو لہٰذا کلمہ ایمانیہ کا جز ہے، علی ولی اللہ جو پڑھے گا وہ صاحبِ ایمان، جو نہیں پڑھے گا وہ خارج از ایمان۔

اس سے بڑھ کر میں نے اپنی کتابوں میں جو کوئی چار سَو صفحے، آپ کے

گھر میں یا آپ کے پاس موجود ہو...... میں نے اپنی کتاب "احسن الفوائد فی شرح العقائد" اس کو ذرا کھول کر پڑھنا۔ میں نے سنی شیعہ کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ ابن مریم تک ایک کم چوبیس ہزار نبی اس وقت تک نبی نہیں بنے، خدا نے تمام نبیوں اور رسولوں کے سر پر رسالت و نبوت کا تاج نہیں رکھا، جب تک ان سے پہلے تین اقرار نہیں کرا لیے۔

وہ اقرار کیا تھے؟

① خدا کی توحید کا،

② محمد مصطفیٰؐ کی رسالت کا،

③ حسنینؑ کے بابا علیؑ کی ولایت کا تھا۔ (نعرہ)

ایسے شخص کو اگر کوئی ولایت علیؑ کا منکر کہے گا، وہ خدا کے غضب سے نہیں بچ سکے گا۔ میں یقین سے کہوں گا، اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آسمان کے فرشتے بھی کھڑکیاں کھول کر اس بندے پر لعنت کرتے ہوں گے، جو ایسے عالم کو علیؑ کی ولایت کا منکر کہتے ہوں۔

اذان میں علیٌ ولی اللہ

اب رہ گئی اذان کی بات...... تو میرے عزیزو! میں جانتا ہوں، آپ کا علاقہ بہت پسماندہ ہے، جہاں علماء بہت کم آتے ہیں۔ میں بھی تو سال میں ایک بار آتا ہوں۔ اگر وہ بھی نہ آؤں گا تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، میں عبادت سمجھ کر آتا ہوں، اور دین کی خدمت سمجھ کر آتا ہوں۔ اگر سال کے ۳۶۰ دنوں میں اگر ایک دن نہ آؤں گا، تو میرے لیے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ تو ان کا خلوص ہے، مخلص صاحب کا، یا ملک صاحب کا کہ وہ مجھے چھوڑتے نہیں ہیں، ورنہ میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہے کہ ایک مجلس پڑھنے کے لیے آنے کا سفر کرتے تو میں اذان کے بارے میں آپ کی خدمت میں عرض کر

رہا ہوں، آپ کے گھر میں جو کتاب موجود ہو، نمازِ شیعہ، چھوٹی سی کتاب ہے، وہ کھول کر دیکھنا، مجلس کے بعد گھر جا کر، لالٹین جلا کر، یا چراغ جلا کر پڑھنا، آپ کے گھر میں نئی یا کوئی پرانی "تحفۃ العوام" پڑی ہو تو اس میں اذان کا باب کھول کر پڑھنا، اگر آپ کے گھر میں کسی مجتہد کی "توضیح المسائل" پڑی ہے، عراقی یا ایرانی کسی مجتہد کی، کھول کر اس میں پڑھنا، ہر چھوٹی، ہر بڑی کتاب میں یہ ملے گا کہ اذان میں "علی ولی اللہ" پڑھنا، یہ جزوِ ایمان ہے، جزوِ اذان نہیں ہے۔ جب ساری کتابوں میں یہی لکھا ہے، تو میں نے بھی یہی کہا ہے کہ علیؑ کو اللہ کا ولی ماننا، پیغمبرؐ کا بلافصل وصی ماننا، ان کو سارے متقیوں کا امام ماننا، یہ ہمارے عقیدے کا جزو ہے۔ ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ اس کے بغیر کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا۔ پر جزوِ اذان نہیں ہے۔ اگر دوسروں کی کتابوں میں آجائے تو ایمان بن جائے، اگر میری کتاب میں آجائے تو کفر بن جائے...... پوچھو ان سے ناراضگی کا باعث کیا ہے؟ (صلوات)

یہ دہرا جھوٹ بولا جاتا ہے کہ فلانے نے اذان سے نکال دیا، فلانے نے عزاداری کو ختم کر دیا، فلانا کہتا ہے نہ علم نکالو، نہ ذوالجناح نکالو، نہ ذوالجناح بناؤ۔ کہتے ہیں: وہ کہتا ہے کہ تعزیہ مبارک نہ بناؤ، یہ نہ کرو، وہ نہ کرو...... پھر وہی جھوٹ آلِ محمدؐ کے سٹیجوں پر کیوں بولا جاتا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

میری کتاب "تجلیاتِ صداقت" چار مرتبہ چھپ چکی ہے، میں نے اپنی "تجلیاتِ صداقت" میں غیروں کے مقابلے میں آلِ محمدؐ کے مذہب کی صداقت پر، عزاداری مظلومؑ پر، علم بنانے پر، تعزیہ نکالنے پر، ذوالجناح بنانے پر، ماتم کرنے پر، وہ دلائل دیے ہیں، کوئی مائی کا لال صبح قیامت تک

انھیں رد نہیں کرسکتا۔ (صلوات)

اور اس کتاب میں بھی پہلے علم کا جواز پیش کیا ہے، بے شک ہزار ہزار فٹ کے علم بناؤ، میں نے تعزیہ مبارک کا جواز ثابت کیا ہے۔ میں نے علم مبارک کے ساتھ، تعزیہ مبارک کے، پھر تعزیہ مبارک کے بعد جھولا علیؑ اصغر کا نکالنے پر پہلے جواز ثابت کیا ہے، پھر قوم کو مشورہ دیا ہے کہ ان علموں پر، تعزیوں پر، ذوالجناح پر کوئی ایسا کام نہ کرو، جسے دیکھ کر کسی دشمن اہلِ بیت کو اعتراض کرنے کا موقع نہ ملے۔ علم مبارک نکالو، تاکہ سرکار وفا حضرت عباسؑ کی یاد تازہ ہوجائے، ذوالجناح بناؤ، تاکہ واقعہ کربلا کی یاد تازہ ہوجائے...... ان مقدسات کو سجدہ نہ کرو، کیونکہ خدا کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ تعزیہ مبارک سے اولاد نہ مانگو، ذوالجناح سے جائیداد نہ مانگو۔ اگر دعا مانگنی ہے تو اس طرح مانگو: یا اللہ تجھے واسطہ اس وفادار عباسؑ کا جس کے علم کی یہ شبیہ ہے، تجھے واسطہ اس مظلوم کربلاؑ جس کے گھوڑے کی یہ گھوڑا شبیہ ہے۔ تجھے واسطہ اس سید الشہداءؑ کا جس کی ضریح مبارک کی یہ تعزیہ شبیہ ہے۔ ہمیں اولاد دے، اور ہمیں جاگیر جنت دے، ہمیں جہنم سے بچا، تاکہ سننے والے کہہ سکیں کہ دعا مانگنے والا، خدا کو مرکز جانتا ہے، اور آلِ محمدؐ کو واسطہ جانتا ہے۔

میں عزاداری کی مخالفت کو نہ جائز سمجھتا ہوں، نہ مخالفت کرنے والوں کو حلال زادہ سمجھتا ہوں۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی بدمعاش ہمارے مذہب پر ڈاکا ڈالے، عزاداری کا نام لے کر کاروبار کرے، اور خونِ حسینؑ کی تجارت کرے، تو اس بدمعاشی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہ عبادت ہے، تجارت نہیں ہے، جو اتنے ہزار لیں گے تو مجلس پڑھیں گے، اتنے لاکھ دیں گے تو محرم پڑھوں گا۔ یہ عبادت ہے، تجارت نہیں ہے۔ اگر کوئی طے کرتا ہے تو وہ دشمن حسینؑ ہے، حسینؑ کا عزادار نہیں ہے، یہ مرنا پیٹ کا ہے۔

پھر سنتے ہیں کہ فلانا عزاداری کا مخالف ہے...... میں عزاداری کا مخالف نہیں، میں ان دشمنوں کا مخالف ہوں، جو قوم کی جیبوں پر ڈاکا ڈال کر مذہب کو ختم کر رہے ہیں۔ (صلوات)

اور روایتی پیر بھی میرے مخالف ہیں، کیونکہ میں نے کہا تھا میں جن نکالنے والے، جھوٹا منتر تنتر کرنے والے، یہ سادہ لوح لوگوں کی جیبوں پر ڈاکا ڈالنے والے، اور اپنے بزرگوں کی ہڈیاں بیچ کر روٹی کھانے والے، یہ محمدؐ کی شریعت کے باغی ہیں۔ لہٰذا یہ لوگ اپنے کاروبار کو خطرے میں دیکھ کر ہماری دشمنی پر اتر آتے ہیں۔ (صلوات)

☆

مصائب

بس میں اتنا عرض کرتا جاؤں، اس سے بڑا انقلاب کیا آئے گا کہ امیر شام مر جاتا ہے، یزید کو اپنا ولی عہد بھی بنا جاتا ہے، اور یزید ولی عہد بننے کے بعد جو پہلا کام کرتا ہے، یہ ہے کہ حاکم مدینہ کو خط لکھتا ہے کہ حسینؑ پر میری بیعت پیش کرو۔ اگر وہ بیعت کر لے تو فبہا، ورنہ میرے خط کے جواب کے ساتھ حسینؑ کا سر قلم کر کے شام بھیج دو۔

اس نے امام عالی مقامؑ کو دربار میں بلایا، تفصیلات میری کتاب "سعادۃ الدارین" میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ میں بڑے اختصار کے ساتھ دو چار جملے عرض کرتا جاؤں۔

امام عالی مقامؑ کو دربار میں بلایا گیا، امام عالی مقام بھی سمجھ گئے تھے کہ آج کوئی خاص بات ہے جس کے لیے مجھے اس وقت دربار میں بلایا جا رہا ہے۔ آج کوئی خاص کام ہے، جس کے لیے مجھے بلایا جا رہا ہے۔

امام عالی مقام نے ایک روایت کے مطابق انیس نوجوانوں کو، ایک روایت کے مطابق تیس نوجوانانِ بنی ہاشم کو، اور ایک روایت کے مطابق پچاس کو، میں نے تیس افراد والی روایت کو ترجیح دی ہے۔

امام نے ان کو کہا: اپنے ہتھیار بھی اٹھا لو، اور میرے ساتھ چلو۔ جب امام دارالامارت کے دروازے پر پہنچے تو امام نے فرمایا تم یہیں رُک جاؤ۔ میں اندر جاتا ہوں، جب میری آواز بلند ہو تو تم اندر آ جانا۔

چنانچہ امام اندر تشریف لے گئے، اور حاکم وقت ولید بن عتبہ مرگ معاویہ کی خبر دیتا ہے، یزید کی ولی عہدی کی خبر دیتا ہے۔ اور امام سے تقاضا کرتا ہے کہ آپ اس کی بیعت کریں۔

امام نے دوٹوک لفظوں میں فرمایا:

یزید شرابی ہے کبابی ہے اور زُبابی ہے۔

مثلی لا یبایع مثلہ

مجھ جیسا پاک باز انسان، پیغمبر کی مسند کا وارث، اقلیم امامت کا تیسرا تاجدار ایسے نجس آدمی کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا۔

حاکم نے کہا: اچھا اب جا سکتے ہو۔ ساتھ مروان بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا: خبردار! اگر حسین بچ کے نکل گئے تو پھر تمہارے قابو میں نہیں آئیں گے۔ ابھی ان سے بیعت لے لو، یا ان کو شہید کرا دو۔

امام نے ادھر رُخ کیا، فرمایا:

یا ابن زرقا!

او بری عورت کے بیٹے مروان! تو مجھے قتل کرے گا؟ یا یہ مجھے قتل کرے گا۔

امام کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ تیس نوجوان بنی ہاشم کے تلواریں الم کیے ہوئے دربار میں داخل ہو گئے جن میں حضرت عباس بھی تھے، حضرت علی

اکبر بھی تھے، اور باقی نوجوان بنی ہاشم بھی تھے ۔ ان کو دیکھ کر دربار ہلنے لگا۔ امام نے سب کو روکا کہ لڑنا نہیں ان کو واپس لے گئے ۔

میں کہتا ہوں آج امام کی آواز بلند ہوئی تو تیس نوجوان بنی ہاشم امام کی نصرت کے لیے حاضر ہو گئے ۔

لیکن وہ وقت کتنا قیامت خیز تھا کہ

امام ینظر یمینا و شمالا ۔

کبھی دائیں دیکھتے کبھی بائیں دیکھتے ۔کوئی یار و انصار نظر نہیں آتا ۔

فرماتے ہیں :

ھل من ناصر ینصرنا ۔

کوئی ہے میرا مددگار؟ جو میری مدد کو پہنچے ۔

ھل من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ ﷺ ۔

کوئی ہے جو رسول زادیوں کا پردہ بچائے؟ کوئی ہے جو زینبؑ و کلثومؑ کے پردے کی حفاظت کے لیے آگے آئے ۔لیکن ہر طرف خاموشی تھی ۔ سناٹا تھا، حتیٰ کہ یہ جملے میں عاشوراء کی رات عرض کرتا ہوں کہ امام عالی مقام یکہ و تنہا شہید ہو گئے ۔ زینب عالیہ دروازے پر دیکھتی رہی، بھائی کی محبت کہتی زینب باہر نکلو، شریعت محمدیہ کہتی بی بی قدم باہر نہ رکھنا ۔ امام شہید ہو گئے ۔ ظالموں نے سر قلم کر لیا، نوکِ نیزہ پر بلند کر دیا ۔ ہاتف غیبی سے آوازیں گونجیں :

الا قتل الحسین بکربلا ۔ ذبح الحسین بکربلا ۔

امامؑ نے جام شہادت پر کی یہ ثابت کیا کہ

چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نوک سناں پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

آٹھویں مجلس

درسِ اخلاق

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علیٰ اشرف الانبیاء و المرسلین و اھل بیتہ الطیبین المطہرین المعصومینؑ اما بعد فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید و فرقان الحمید اعوذباللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (بقرہ:۸۳) (صلوات)

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ: "لوگوں کے ساتھ ایسے تعلقات بڑھاؤ اور مہر و محبت کے ایسے تعلقات قائم کرو کہ اگر تم سفر میں چلے جاؤ تو لوگ تمہارے منتظر نظر آئیں۔ لوگ تمہارا انتظار کرتے ہوئے نظر آئیں۔ اگر تم مر جاؤ تو لوگ تمہاری جدائی اور موت پر روتے ہوئے نظر آئیں"۔

قبل اس کے کہ میں مولاؑ کے اس کلام و فرمان کے بارے میں گفتگو کروں، اپنے دِلی جذبات کا اظہار کرنے پر مجبور ہوں۔ (صلوات)

میرے دوستو، میرے عزیزو! اگر اپنی قوم کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو تین قسم کے آدمی نظر آتے ہیں۔ قوم کو آسانی کے ساتھ تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

اکثریت ان لوگوں کی ہے جو صرف عقیدے پر، محبت اہل بیت پر، دوسروں لفظوں میں ایمان پر اکتفا کرتے ہیں اور عمل کی کوئی اہمیت نہیں

سمجھتے ۔ اور نہ مقام عمل میں وہ باقاعدہ عمل پیرا ہوتے ہیں ۔ بس عقیدہ رکھ لیا کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے، خدا عادل ہے، پیغمبرؐ خاتم سید المرسلین ہیں۔ حیدرِ کرارؑ امام ہیں، پیشوا اور رہبر و رہنما ہیں، اور ان کے بعد ان کی اولاد میں سے گیارہ امامؑ ہمارے پیشوا ہیں، ان جیسا ہادی و رہبرو رہنما کوئی نہیں، قیامت برحق ہے، آگے رہے گی ۔ نماز اور روزہ وغیرہ اعمال تو کہہ دیتے ہیں کہ "شاہ جانے تے رہ جانے" کہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے ہماری قوم میں۔

نمازوں میں کیا ہے، روزوں میں کیا ہے؟ تو ایک اندازہ کے مطابق اگر یہ کہا جائے کہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہماری قوم میں ہے تو شاید اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔

دُوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو عقیدہ کے ساتھ ایمان کے ساتھ محبت آلِ محمدؐ کے دعوے کے ساتھ عمل بھی کرتے ہیں، لیکن اگر ان کے اعمال کو دیکھا جائے تو زیادہ تر وہ حقوق اللہ تک محصور نظر آتے ہیں ۔ داڑھیں رکھوا لیں گے، نماز پڑھیں گے، حج بیت اللہ کریں گے، زیارات کریں گے، پھر اللہ اللہ خیر سلا ۔ آگے ان کی بھی کوئی رسائی نہیں ۔

اکثریت کا حال کیا ھے

اور کم ہیں وہ لوگ جو عقیدہ بھی رکھتے ہیں، اللہ کے حقوق بھی ادا کرنے کا خیال رکھتے ہیں، پھر اس سے آگے بڑھ کر انسانی تعلقات اور حقوق العباد کو بھی ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کاوش کرتے ہیں ۔ مگر اکثریت ہمارے لوگوں کی وہ ہے کہ جن کو انسانی حقوق کی کوئی پروا نہیں ہے، معاشرتی طور پر ان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان کا ان کو علم بھی نہیں ہے ۔ اور ان کی اہمیت کا کوئی احساس نہیں ہے، حالانکہ اگر شریعت کا مطالعہ کیا جائے قرآن و حدیث سے دین کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو خدا کا قرآن

گواہ اور چودہ معصومینؑ کا فرمان بھی گواہ ہے کہ جس قدر شریعت اسلامیہ نے حقوق العباد اور انسانی تعلقات پر زور دیا ہے، اس کی کائنات میں کسی دین میں مثال نہیں ملتی ۔ایسا کیوں اس کی ذمہ داری میں بغیر تکلف کے اور بغیر کسی تردد کے سٹیج والوں پر عائد ہوتی ہیں، کیونکہ ہماری قوم کی اکثریت (اگر میں کہوں ۹۸ فیصد یا ۹۹ فیصد تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا کہ) کی معلومات دین کے بارے میں عقائد کے بارے میں اُصول وفروع کے بارے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں اُن کی وہی معلومات ہیں جو اُنھوں نے سٹیج والوں سے حاصل کی ہیں ۔

قرآن خود پڑھیں اور سمجھیں

ایک دو فیصد بڑی مُشکل سے ایسے لوگ ملیں گے جو خدا کے قرآن مجید کو براہِ راست پڑھتے بھی ہیں اور پھر سمجھتے بھی ہیں اور ایک دو فیصد ایسے لوگ بھی ہوں گے جو چودہ معصومینؑ کے فرمان کو پڑھتے بھی ہیں اور پھر سمجھتے بھی ہیں ۔ اور ظاہر ہے کہ جب اکثریت صرف سٹیج والوں سے دین حاصل کرتی ہے تو پھر چاہیے تو یہ تھا کہ سٹیج ان کے حوالے کیا جاتا جو دین کی مکمل معرفت رکھتے ہیں، جو قرآن پر عبور رکھتے ہیں، جو چودہؑ کے فرمان کا مطالعہ کرتے ہیں، جو دین کے حلال اور حرام اور اس کی جزئیات کو سمجھتے ہیں ۔

قرآن سٹیج والوں کے حوالے کر دیا گیا

لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے سٹیج کو ان کے حوالے کر دیا جو دین کی ابجد سے بھی ناواقف ہیں، اِتنا بڑا اہم منصب، اِتنا بڑا اہم شعبہ، اِتنا بڑا اہم عقیدہ کہ جس سے ہم نے اللہ کا قرآن سیکھنا تھا، چودہؑ کا فرمان حاصل کرنا تھا، اللہ کے دین کا حلال وحرام سیکھنا تھا، دین کے حقائق سمجھنے تھے، آلِ محمدؐ کے صحیح فضائل سننے تھے، ان کے صحیح مصائب سننے تھے، پر اُن کے فضائل اور مصائب

کا جو مقصد تھا ہم نے وہ مقاصد بھی معلوم کرنے تھے، مکاسب بھی معلوم کرنے تھے، اِتنے بڑے منصب کا ہم نے معیار ہی ختم کر دیا، یہ کہہ کر:

"سرکار حسینؑ میں ہے حصّہ سب کا"

محراب و مُصلے کا تقدس

بڑے افسوس سے کہوں گا کہ مسلسل سالہاسال سے کہہ رہا ہوں جیسے ہمارے برادرانِ اسلامی نے ایک مفروضہ قائم کیا تھا، بنی اُمیہ کے دَور میں کہ ہر نیک و بد نماز پڑھا سکتا ہے، ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو۔ پڑھانے والے کو مت دیکھو کہ پڑھانے والا کیسا ہے؟ تم نیت یہ کرو کہ ہم قرآن کی اِقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ پڑھانے والا جیسا بھی ہو۔

جس دن سے انھوں نے یہ نظریہ قائم کیا، اُن کے محراب اور مُصلّے کا تقدس ختم ہوگیا۔

منبر اور سٹیج کا تقدس

جس دن سے ہم نے یہ نظریہ قائم کیا کہ ہم نے کربلا والوں کا ذکر سننا ہے، ذکر کرنے والا جیسا بھی ہو، اسی دن سے ہمارے سٹیج و منبر کا تقدس ختم ہوگیا۔ چپڑاسی سے لے کر سپاہی تک، سپاہی سے لے کر وزیراعظم تک۔

ہر چیز کا معیار ہوتا ھے

ہر چیز کا کوئی معیار ہوتا ہے، قد اتنا ہو، علم اتنا ہو، معرفت اتنی ہو، تعلیم اتنی ہو، عمر اتنی ہو، ہر چیز کا کوئی نہ کوئی پیمانہ ضرور ہوتا ہے۔ کوئی جس محکمے میں بھی ہو، جس میدان میں ہو، جب تک کوئی آدمی، یا کسی محکمے میں جانے کا اُمیدوار اس معیار پر پورا نہ اُترے، اس کو واپس بھیج دیا جاتا ہے۔ پوری کائنات میں صرف ایک سٹیج ہے، جس پر آنے والے کا کوئی معیار نہیں ہے۔ نہ کوئی شرط ہے، لہٰذا نتیجہ ظاہر ہے

خشتِ اوّل چُوں نِہد معمار کج
تا ثُریا می رَوَد دِیوار کج

اگر مستری دیوار کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دے تو اگر یہ دیوار آسمان تک بھی چلی جائے تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔

نتیجہ کیا ہے؟

نتیجہ ہمارے سب کے سامنے ہے کہ اگر ہمارے عقائد خراب ہیں، تو ذمہ دار منبر ہے۔ جن میں سے اکثریت کو پتا ہی نہیں ہے کہ خدا کون ہے، علیؑ کون ہے۔ جس شے کی ڈیمانڈ ہوتی ہے، تو قانونِ قدرت ہے، عین فطرت ہے کہ دکاندار، ہر تجارت کرنے والا وہی چیز دکان پر رکھتا ہے جس کے خریدار زیادہ ہوتے ہیں۔ عام لوگ چاہتے ہیں کہ فضائل پر پہلے نعرے بازی ہو، نعرے بہت زیادہ لگیں، اس کے بعد جب مصائب کی نوبت آئے تو زیادہ شور وغل ہو، یعنی لوگ روتے ہوئے نظر آئیں۔ کانوں پڑی آواز سنائی نہ دے کہ پڑھنے والا پڑھ کیا رہا ہے۔ اگر نعرے بہت زیادہ لگ جائیں، مصائب زیادہ لگ جائے، تو پھر مجلس بھی کامیاب ہے، پڑھنے والا بھی مقبول ہے، پڑھانے والا بھی مقبول و منظور ہے۔ اگر نعرہ بازی تھوڑی ہو، اور مصائب میں کم لوگ روتے ہوئے نظر آئیں، وہ مجلس نامقبول و نامنظور ہے۔ نہ بانی کی خیر، نہ پڑھنے والے کی خیر۔ نہ پڑھانے والے کی خیر۔ بس سننے والے بھی تھوڑے آئیں گے، کیونکہ ایسی مجلس کو عام طور پر نامقبول اور نامنظور سمجھتے ہیں۔ گویا منظوری کا محکمہ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ جس چیز پر لوگ خوش ہوں، خدا بھی خوش ہے، نبیؐ بھی خوش ہے، امامؑ بھی خوش ہے، اور چودہ معصومینؑ بھی خوش ہیں۔ اگر لوگ ناراض ہوجائیں تو خدا بھی ناراض، اور چودہ معصومینؑ بھی ناراض۔

مجھے سمجھ نہیں آتی کہ لوگوں کو یہ حق کس نے دیا۔ کہ قبولیت اور نا قبولیت کا معیار کیا ہوتا ہے۔ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ قبول خدا کرتا ہے، اور وسیلہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔ (صلوات)

تو بہر حال ایک دردِ دل ہے، جو میں نے عرض کر دیا۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ہماری نگاہ پڑھنے والوں اور پڑھانے والوں کی نیت پر نہیں ہوتی بلکہ اس بات پر ہوتی ہے کہ فلاں آئے گا تو لوگ کتنے آئیں گے اور کتنے لوگ جمع ہوں گے۔ رش کتنا ہوگا۔ اور اگر بالفرض کوئی مقابلے میں پڑھ رہا ہو تو ادھر بندے زیادہ آئیں گے یا اُدھر زیادہ آئیں گے۔

خلوصِ نیت شرط ہے

معذرت کے ساتھ عرض کروں گا، جب بات رش کی آجائے، مجمع لینے کی آجائے، دُوسرے کے ساتھ مقابلہ کرنے کی بات آجائے، تو خلوص رُخصت ہوجاتا ہے، اور ریاکاری شروع ہوجاتی ہے۔ خدا کا فیصلہ ہے، اگر میری عبادت کرنی ہے تو میری عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ خلوصِ نیت کے ساتھ مجھے راضی کرنے کے لیے وہ عمل بجا لاؤ۔ اگر یہ کیڑا دماغ میں داخل ہوگیا کہ میں پڑھوں گا، تو لوگ کیا کہیں گے۔ دیکھیے یعنی عمل کرتے وقت، روزہ رکھتے وقت، مجلس پڑھتے وقت، مجلس پڑھاتے وقت، نعرہ لگاتے وقت، گریہ کرتے وقت، اگر انسان دائیں بائیں دیکھے کہ لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں، یہ ریاکاری ہے۔ اگر عمل کرنے کے بعد کان لگائے کہ لوگ کیا تبصرہ کر رہے ہیں، یہ سمعہ ہے۔

سب علماء کا فیصلہ ہے، چودہ کا فیصلہ ہے کہ جس عبادت میں ریا داخل

ہوجائے، یا سمعہ داخل ہوجائے، وہ عبادت باطل ہے۔ اور نا قابلِ قبول ہے۔ لہٰذا نماز پڑھتے وقت، روزہ رکھتے وقت، مجلس پڑھتے وقت، مجلس سنتے وقت یہ مت دیکھو کہ لوگ دیکھ رہے ہیں یا نہیں۔ بلکہ یہ یقین رکھو کہ وہ ذات جس کے لیے میں یہ عمل کر رہا ہوں، وہ دیکھ رہی ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ یا کیا کہیں گے۔ خدا کو، اور چودہ معصومین کو خوش کرنے کے لیے کام کرو۔ (صلوات)

نماز پڑھتے وقت ہم کبھی نہیں دیکھتے کہ پیش نماز ایسی اچھی سُر والا ہو، اس کی قرائت سننے کے لیے نمازی اکٹھے ہوں، بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ نیک اور شریف آدمی ہو، ان کی برکت سے ہماری بھی دعائیں قبول ہوجائیں۔ وہاں شرافت دیکھتے ہیں، عدالت دیکھتے ہیں، علم دیکھتے ہیں، ایمان دیکھتے ہیں، منبر کے لیے یہ بات کیوں نہیں پسند کرتے، جبکہ چودہ سَو سال سے ہمارا دوسرے فرقوں سے کوئی تنازعہ ہے تو منبر کا ہے، ہم نے بنی اُمیہ کے دَور دیکھے، ہمارے بزرگوں نے اولادیں ذبح کرائیں، اور جانیں قربان کرائیں۔ اور اپنے گھر والے مرواکے اپنی لاشوں پر گھوڑے دُڑوائے، دُنیا کا ہر ظلم برداشت کیا، اور اپنے اس نظریے پر ڈٹے رہے، جب علیؑ جیسے افضل موجود ہوں، تو مفضول کو محمدؐ کی جگہ بٹھانے کا کوئی حق نہیں۔ فاضل اور مفضول کا یہ حال ہے، مذہب کا سنگ بنیاد ہے آج۔ ہمیں پتا بھی نہیں کہ ہمارے غیروں کے ساتھ اختلاف کیا تھے، آج اگر ہم اپنا نظریہ بدل لیں اور فاضل مفضول کے عقیدے کو ختم کر دیں، تو ہمارا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں رہ جاتا۔ نہ کوئی تنازعہ رہ جاتا ہے۔ نہ یہ قتل و غارت رہے گا، نہ فرقہ واریت رہے گی، نہ دہشت گردی رہے گی۔ ہر چیز مٹ جائے گی۔ اگر ہم اپنا عقیدہ بدل لیں۔

الحمد للہ! ہم نے سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ زمین آسمان ہوسکتی ہے، آسمان کا

شامیانہ زمین پر گرسکتا ہے۔ تقدیر بدل سکتی ہے، سورج اور چاند بے نور ہو سکتے ہیں، کائنات بدل سکتی ہے۔ پر شیعہ قوم اپنا نظریہ تبدیل کرنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہے۔

تو لہٰذا میرے دوستو میرے عزیزو! اپنی روش پر، اپنی رفتار پر، اپنی صفات پر، اپنے حالات پر، نظر ثانی کرو۔ اور کوشش کرو منبر کی تطہیر کرو۔ علم لدنی کے منبر پر ان لوگوں کو لاؤ جو کچھ علم رکھتے ہوں۔ معصومینؑ کے منبر پر ان کو لاؤ جو کم از کم شرعی دلائل تو رکھتے ہوں۔

منبر کے اهل کون هیں

خنجر قاتل کے تلے سجدہ ادا کرنے والوں کے سٹیج پر ان کو لاؤ جو کم از کم واجبات تو ادا کرتے ہوں۔ صادقینؑ کے منبر پر ان لوگوں کو لاؤ جو جھوٹ اور سچائی میں کچھ تمیز رکھتے ہوں۔ زین العابدینؑ کے منبر پر ان کو لاؤ جو عبادت خدا کا بھی کچھ خیال رکھتے ہوں۔ امام موسٰی کاظمؑ کے سٹیج پر ان کو لاؤ جو آپس میں لڑکر دنیا کو تماشا نہ دکھائیں۔ بلکہ غصّے پر کنٹرول کرنے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں۔ امام رضا کے سٹیج پر ان کو لاؤ جو اپنے بدن پر لباس تقویٰ رکھتے ہوں۔ امام حسن عسکریؑ کے منبر پر ان کو لاؤ جو اللہ کی رضا پر راضی رہنے کا سلیقہ رکھتے ہوں۔ امام علی نقی اور امام محمد تقی کے سٹیج پر ان کو لاؤ جو دُنیا کو اتحاد کا درس دے کر ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ اور قائم آلِ محمدؑ کے منبر پر ان کو لاؤ جو حق کی خاطر تن من قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ جس چیز کو شریعت نے سب سے زیادہ اہمیت دی قوم کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اور وہ ہے انسانی تعلقات اور حقوق العباد، اور معصومینؑ کے فرمان موجود ہیں کہ بندے کی بندگی، انسان کی انسانیت، اور آدمی کی آدمیت کو جانچنا ہو تو فقط یہ نہ دیکھو کہ وہ نمازیں کتنی

پڑھتا ہے، اور صرف یہ نہ دیکھو کہ وہ روزے کتنے رکھتا ہے، یہ نہ دیکھو کہ وہ رکوع اور سجود کتنے لمبے کرتا ہے، بلکہ یہ دیکھو کہ لوگوں کے ساتھ ان کا برتاؤ کیسا ہے، اس کا لوگوں میں مرنا اور جینا کیسا ہے، اس کے لوگوں کے ساتھ تعلقات کیسے ہیں، یہ مت دیکھو کہ وہ رکوع کتنے ادا کرتا ہے، اور نہ دیکھو کہ وہ سجدے کتنے لمبے ادا کرتا ہے۔ بلکہ یہ دیکھو کہ جب بولتا ہے تو سچ بولتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے۔ جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ وفا کرتا ہے یا وعدہ کر کے مکر جاتا ہے۔ اگر کوئی امانت رکھ دے تو امانت واپس کرتا ہے یا ہضم کر جاتا ہے......

لہٰذا انسان کی انسانیت کا جوہر آدمی کی آدمیت کا راز انسان کی انسانیت کا معیار حسن عمل ہے، جس کا پڑوسیوں کے ساتھ، برادری کے ساتھ، بزرگوں کے ساتھ، بچوں کے ساتھ، بیگانوں کے ساتھ رہن سہن کیسا ہے، جینا مرنا کیسا ہے، اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے، لوگوں کو اذیت دیتا ہے یا لوگوں کو راحت پہنچاتا ہے......

لوگ اس کو یاد کرتے ہیں یا لوگ منتیں مانگتے ہیں کہ وہ کبھی واپس نہ آئے۔...... اگر مرجاتا ہے تو لوگ اشک غم بہاتے ہیں یا سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں۔ (صلوات)

لہٰذا اس سلسلہ میں خاص طور پر علمائے کرام جو حق بیان کرنے کے دعویدار ہیں، ان کا بھی تھوڑا سا قصور ہے کہ وہ عقائد بیان کرتے ہیں، لیکن انسانی معمولات پر وہ بھی کم بولتے ہیں۔ اس لیے میں موجودہ حالات کو دیکھ کر اپنے معاشرے، اپنے ماحول پر نگاہ کرتے ہوئے میں نے گہرا مطالعہ کرکے یہ فیصلہ کیا ہے کہ انسانی معاملات جس قدر مستحکم ہیں، ان کو اہمیت دی جائے۔ میں کچھ عرصے سے توجہ ان کی طرف زیادہ کر رہا ہوں، تاکہ وہ لوگ

جو الحمد للہ عقائد میں بھی مومن، عمل میں بھی مومن ہیں، پرہیز گار بھی ہیں، نیکوکار بھی ہیں، میں ان کو ذرا آگے ترقی دے کر بتا دینا چاہتا ہوں کہ انسانی معاملات کی شریعت میں کیا اہمیت ہے۔ (صلوات)

لہٰذا آج کی مجلس انسانی معمولات پر ہوگی۔ انسانی تعلقات پر ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ حسب سابق توجہ فرمائیں گے۔ اور کچھ عمل کر کے دکھائیں گے۔ (صلوات)

ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک

میرے دوستو! مناسب سمجھتا ہوں کہ ماں باپ کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے، کیونکہ خالق نے اپنی عبادت کے ساتھ، ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیا کہ ہمارے رب کا فیصلہ ہے، جس کے فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں کہ عبادت صرف میں اللہ کی بجا لاؤں۔ کیونکہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کائنات میں کوئی نہیں، اور احسان اور اچھائی اور بھلائی اور حُسنِ سلوک کرو اپنے ماں باپ کے ساتھ۔ ان سے بڑھ کر تمھارے حُسنِ سلوک کا کوئی حق دار نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ جب تم جوانی کی عمر کو پہنچ جاؤ اور تم جوان ہو جاؤ، تمھارے ماں باپ، یا ان میں سے ایک، بڑھاپے کی عمر میں داخل ہو جائے، اور تم جانتے ہو کہ جوان کو کسی کی بات گوارا نہیں ہوتی۔

ماں باپ سے رہنمائی حاصل کرو

ماں باپ جوانوں کی باتوں میں ٹانگ اڑائے بغیر نہیں رہ سکتے، بزرگ جو ہوا گر اولاد خود صاحبِ اولاد بھی بن جائے، تو ماں باپ کی نظر میں وہ بچہ اور بچی رہتی ہے۔ لیکن اگر اولاد شادی کرنا چاہے، تو ماں باپ کہیں گے تم اُدھر نہ کرو اِدھر کرو۔ اگر وہ کوئی کام کرنا چاہیں گے تو ماں باپ ضرور دخل دیں گے کہ یہ کام نہ کرو، فلاں نہ کرو۔ اگر ان کی بات ناگوار گزرے تو پہلی

بات یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اچھی سیرت میں پیش آؤ۔ بداخلاقی سے پیش نہ آؤ۔ جس کے بارے میں شریعت کہتی ہے کہ چند چیزیں ایسی ہیں جن پر نگاہ کرنا عبادت ہے۔

① ان میں سے ایک حضرت علیؑ کے چہرے کی زیارت ہے۔

② اس کے علاوہ ایک حاجی اور غیر حاجی کا خانہ کعبہ کی طرف نگاہ کرنا بھی عبادت ہے

③ اللہ کے کلام کی طرف نگاہ کرنا بھی عبادت ہے۔ یعنی قرآن مجید کی طرف۔ ایک بندہ لکھا پڑھا ہے، جو قرآن دیکھ کر پڑھتا ہے، ایک حافظ ہے وہ بھی قرآن کو دیکھ کر پڑھے، شریعت کا حکم ہے، اگر وہ ثواب حاصل کرنا چاہے، تو دیکھ کر پڑھے۔

④ والدین کی چہرے کی طرف اولاد کا نگاہ کرنا بھی عبادت ہے۔ چاہے ماں باپ نیکوکار ہوں یا بدکار ہوں۔ مومن ہوں یا بے ایمان ہوں۔ کافر ہوں یا مُسلمان ہوں۔ اولاد پر ہر حالت میں ان کا اِحترام لازم ہے۔ البتہ جہاں خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو، وہاں والدین کی اِطاعت کرنا ضروری نہیں۔ لیکن اگر وہ کافر بھی ہیں، اور تجھے بھی کافر بنائیں، تو ان کی اِطاعت نہ کرنا۔ دُنیاوی طور پر ان کا اِحترام مدنظر رکھو۔ اگر وہ کافر ہیں، تو خدا اُن کو سزا دے گا۔

⑤ آلِ محمدؐ کی اولاد کے چہروں کی طرف نگاہ کرنا بھی عبادت ہے۔ یعنی سادات کے چہرے کی طرف نگاہ کرنا عبادت ہے۔ معصومینؑ سے پوچھا گیا کہ مولا! ہر سید کے چہرے کی طرف نگاہ کرنا عبادت ہے؟ تو معصومؑ نے فرمایا: نہیں اس وقت تک سادات کے چہرے کی طرف نگاہ کرنا عبادت ہے جب تک وہ اپنے امام کی نافرمانی نہ

کرے ۔ احترام تو نبی کی وجہ سے تھا ۔ (صلوات)

خداکو راضی کرنا ہے تو ماں باپ کو راضی رکھو

خدا فرماتا ہے کہ ماں باپ سے غصہ نہ کرو ۔ بلکہ ہو سکے تو ان کے لیے دعا کرو ۔ اگر ماں باپ زیادتی بھی کریں تو تم دعا کرو ۔ یا اللہ! میرے ماں باپ پر نظر کرم فرما ۔ خداوند عالم حدیث قدسی میں فرماتا ہے: اے ماں باپ کے نافرمان! اگر ماں باپ تجھ پر ناراض ہیں، تو یہ بات میری بارگاہ میں تیری کوئی عبادت قبول نہیں ہے ۔ تیری بخشش کی کوئی گنجائش نہیں ۔ تیرا ہر عمل رد ہوگا ۔ اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو ماں باپ کو راضی رکھ ۔

جنت ماں کے قدموں کے نیچے

پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں کہ "ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے" ۔ جنت لینی ہے تو ماں کے پاؤں کے نیچے ہے ۔ تمھاری جنت تمھاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے ۔ اور ماں کی جنت تمھارے باپ کے قدموں کے نیچے ہے ۔ (صلوات)

ماں باپ کی زندگی میں خدمت کرنے والے ماں باپ کے نافرمان کیسے ہوگئے

حضرات معصومین علیہم السلام فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، ایسی اولاد بھی ہوتی ہے کہ جو ماں باپ کی زندگی میں فرمانبردار نظر آتے ہیں، لیکن ماں باپ کے مرنے کے بعد خدا کی بارگاہ میں نافرمان لکھی جاتی ہے ۔

صادق آلِ محمدؑ سے پوچھا گیا کہ مولا! یہ انقلاب کیسے آگیا؟ ماں باپ کی زندگی میں فرمانبردار تھے، ان کے مرنے کے بعد نافرمان ہوگئے ۔

مولا نے فرمایا: ان کے مرنے کے بعد ان کو بھلا دیا، نہ ان کے

واجبات ادا کیے، نہ ان کے حقوق ادا کیے، نہ ان کے لیے کوئی نیکی کرکے صدقہ جاریہ جاری کیا۔ تو اللہ کی بارگاہ میں نافرمان اولاد لکھی جاتی ہے۔

اور جو ماں باپ کی زندگی میں نافرمان تھے مگر جب ماں باپ کی آنکھیں بند ہوئیں تو اولاد کی آنکھیں کھل گئیں۔ ان کے واجبات ادا کیے، قرضے ادا کیے، ان کی نمازیں ادا کیں، جو ان کے ذمہ تھیں، ان کے روزے ادا کیے جو ان کے ذمہ تھے۔ اگر کوئی حج ان کے ذمہ تھی تو حج ادا کی۔ اس کے علاوہ ان کے مرنے کے بعد قرآن خوانی کروائی، مجلس پڑھوائی، صدقہ دیا، خیرات دی، ثواب ان کی روح کو پہنچا۔ تو خالق نے ان کو فرمانبردار اولاد میں شامل کر دیا۔ (صلوات)

میں تو ایک ناقل کی حیثیت سے خدا اور چودہ کا فرمان سنا رہا ہوں

میرا کام سوائے خدا کا قرآن اور چودہؑ کا فرمان پڑھ کر سنانے، اور ترجمہ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ جو کلام ہے، یا تو خالق اکبر کا قرآن ہوگا، یا چودہؑ کا فرمان ہوگا۔ میں تو ایک ناقل کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اگر کوئی بات پسند آجائے تو دعا بھی ان کو دینا۔ اگر کوئی بات ناپسند آئے تو ناراض بھی ان پر ہونا، میں تو فقط نقل کر رہا ہوں۔ یہ بات میری ہے، کلام ان کا ہے یا فرمان ان کا ہے۔ کلام میری ہے۔ (صلوات)

رشتہ دار کون ہیں

ماں باپ کے بارے میں اتنا کافی ہے، خالق اکبر نے ماں باپ کے بعد والا فریضہ خالق نے جس طبقے کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ ان کے حقوق ادا کرو۔ پامال نہ کرو۔ ہم ان کو رشتہ دار کہتے ہیں۔

شریک برادری والے دو قسم کے ہیں۔

① ایک قریب والے، جیسے چاچا، اور چاچے کا بیٹا، اور خالہ کا بیٹا، پھوپھی کا بیٹا، یہ رشتہ دار قریب والے ہیں۔

② ایک رشتہ دار دور والے ہوتے ہیں۔ کوئی چھٹی پشت، اور کوئی ساتویں پشت کے، جو ہمارے رشتہ داروں میں داخل ہوتے ہیں۔

خالق اکبر قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ڈرو اس سے جس کا نام لے کر سوال کرتے ہو، خدا کے بعد اپنے رشتہ داروں کے حقوق کے بارے میں ڈرو۔

خدا نے اپنے ساتھ رشتہ داروں کے حقوق کا بھی ذکر فرمایا

اندازہ لگاؤ کہ خالق اکبر نے دو ہستیوں سے ڈرنے کا حکم دیا، ایک اپنی ذات ذوالجلال سے، سارا قرآن بھرا پڑا ہے، اگر ڈرنا ہے تو مجھ سے ڈرو، باقی کائنات میں کوئی چیز ڈرانے والی نہیں ہے۔ نہ کوئی شیر، نہ کوئی چیتا، نہ کوئی بڑا بہادر، نہ کوئی طاقت ور، نہ کوئی دوست، نہ کوئی دشمن، نہ کوئی اپنا، نہ کوئی بیگانہ، کوئی چیز ڈرانے والی نہیں ہے، صرف اللہ سے ڈرو۔ اس لیے کہ تمھاری موت اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تمھاری زندگی اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تمھارا نفع اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تمھارا نقصان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تمھاری خلقت اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہ تمھارا مالک ہے، مجھے قرآن میں فقط ایک آیت ملی ہے کہ جس میں اپنے ساتھ خالق فرماتا ہے کہ رشتہ داروں کے معاملے میں ڈرو، اگر کمی رہ گئی، یا کوتاہی ہو گئی تو جہنم میں چلے جاؤ گے۔ (صلوات)

پیغمبر اکرم ﷺ کا فرمان حضرت علیؑ کے بارے میں

پیغمبر اکرم ﷺ نے حیدر کرارؑ کے بارے میں فرمایا تھا: اے میرے

بھائی علیؑ! اگر کوئی بندہ اتنی مدت عمر تک اپنے خالق کی عبادت کرے، جتنی مدت تک جناب نوحؑ نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی، وعظ کیا تھا، نصیحت کی تھی، قرآن گواہ ہے کہ وہ ساڑھے نو سو سال مدت تھی، اتنی مدت بندہ عبادت کرے اُحد پہاڑی کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کردے، ایک حج نہیں، ایک ہزار حج پیدل بھی کرے، حج کے ارکان میں سے مُشکل ترین صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا، دوڑنا، گرمی ہو یا سردی ہو، بیماری ہو، یا بڑھاپا ہو، تو لہٰذا ان دو مُقدّس پہاڑیوں کے درمیان سعی کرتے ہوئے، خالق کو مانتے ہوئے، اپنے گناہ بخشواتے ہوئے، جنّت میں جانے کا اِہتمام فرماتے ہوئے، بے جرم و بے خطا، بے سبب، بے وجہ اس بے چارے کو شہید بھی کر دیا جائے، حالانکہ شہید کے خون کا پہلا قطرہ جب زمین پر گرتا ہے، تو معصومؑ فرماتے ہیں کہ خالق اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ لیکن ان سارے اعمال کے باوجود، ان کی ساری عبادتوں کے باوجود، ان کی ساری سعادتوں کے باوجود، اگر اس کے ہاتھ میں اے علیؑ! تیری ولایت کا دامن نہیں، اگر اس کے دل و دماغ میں محبت و معرفت ولایت والی شمع روشن نہیں تو اس مُنکرِ علی کے ناک میں جنّت کی خوشبو کے پہنچنے کا بھی کوئی اِمکان نہیں ہے۔ (صلوات)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جنّت کا معنی ہے باغ۔ جنات کا معنی ہے باغات۔ اے میرے حبیب! میرے ان بندوں کو خوشخبری سنادو، جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے۔ خوشخبری یہ ہے کہ ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔ لہٰذا جنّت کا معنی باغ ہے، جس کی خوشبو پانچ سو سال کے راستے تک پہنچ جاتی ہے، لیکن چند بد بخت ایسے ہیں کہ جن کی ناک میں جنّت کی خوشبو نہیں پہنچ سکے گی۔

(۱) ایک بدقسمت حضرت علیؑ کا دشمن

(۲) دوسرا بدقسمت وہ ہے جو برادری کے ساتھ قطع رحمی کرے۔ (صلوات)

شریعت کہتی ہے کہ اگر ان کی کوئی بات ناگوار ہو تو ان کے سامنے صبر و ضبط سے کام لو۔ (صلوات)

تو بیمار ہوا، اس نے تجھے پوچھا نہیں، تیرا کوئی عزیز مر گیا، اس نے فاتحہ نہیں پڑھا، غصہ تو بہت زیادہ آئے گا کہ اگر اس کے سب مر جائیں، تو میرا دل کہتا ہے وہاں نہیں جاؤں گا، میرا جوتا بھی وہاں نہیں جائے گا۔ لیکن جب وہ بیمار ہو گیا، تو شریعت کہتی ہے، ڈھیٹ بن جاؤ۔ اگر اس نے نہیں پوچھا تو تو جا کر پوچھ۔ اس نے تیرے بچے کا فاتحہ نہیں پڑھا، تو اگر اس کا چھوٹا سا بچہ بھی مر جائے تو جا کر فاتحہ پڑھ۔ تو نے اس سے قرضہ مانگا، اس نے جواب دیا، اگر وہی تیرے دروازے پر آ جائے، قرضہ بھی دے اور خدا کا شکر بھی ادا کر۔ جس نے کل مجھے خالی لوٹایا تھا، خالق نے اس کو میرے دروازے پر محتاج بنا کر بھیجا، طعنہ نہ دے کہ کس منہ سے آیا ہے۔ کل مجھے خالی لوٹایا تھا۔ یہ باتیں نہ کر۔ قرضہ بھی دے اور خدا کا شکر بھی ادا کر کہ جس نے مجھے اس قابل بنایا کہ میرا شریک میرے دروازے پر آ گیا۔ (صلوات)

حسنِ سلوک کی اہمیت

شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ بزرگ گزرے ہیں، ان کی ایک مناجات کا چھوٹا سا رسالہ ایران میں چھپا ہے۔ کہتے ہیں کہ دُنیا میں تین قسم کے لوگ ملیں گے:

(۱) ایک وہ جو بروں کے ساتھ برائی کرتے ہیں۔

(۲) ایک وہ جو اچھوں کے ساتھ اچھائی کرتے ہیں۔

(۳) ایک وہ جو بروں کے ساتھ اچھائی کرتے ہیں۔

ایک برادر نے اچھا سلوک کیا، تو اس نے بھی اچھا سلوک کیا۔ یہ تو گدھے بھی کرتے ہیں۔ گدھا بھی گدھے کے ساتھ پیار کرے گا۔ اچھوں کے ساتھ اچھائی کرنا گدھوں کا شیوہ ہے۔ بُرے کے ساتھ برائی کرنا، یہ کتوں کا کام ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں: دُنیا ایک مردار ہے، اور اس پر لڑنے والے کتے ہوتے ہیں، جو اس کو نوچ رہے ہیں۔ لہٰذا بُرے کے ساتھ برائی کرنا، کتوں کا کام۔ تو پھر اِنسان کون ہے؟

انسان کون ہے

حضرات محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کا غلام کون ہے؟ حقیقی اور مخلص اِنسان کون ہے؟ جو برائی کے بدلے اچھائی کرے، وہ اِنسان اور مُسلمان ہے۔ غلطی کو بخش دینا، یہ سیرتِ آلِ محمدؐ ہے۔

پیغمبر گرامی قدر ﷺ فرماتے ہیں: تم پیسے دے کر ساری دنیا کو راضی نہیں کرسکتے، اگر راضی کرسکتے ہو تو صرف حُسنِ سلوک اور اچھی بات کے ساتھ۔ اچھے لب و لہجے کے ساتھ۔ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرسکتے ہیں۔

چھ چیزوں کی ضمانت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: مجھے ایک چیز کی ضمانت دے دو، اور اس کے بدلے مجھ سے چھ چیزوں کی ضمانت لے لو۔ مولا فرماتے ہیں کہ مجھے ضمانت دے دو کہ تم اپنی برادری سے صلہ رحمی کروگے، ان کے ساتھ اچھے تعلقات رکھوگے، میں چھ چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں۔ وہ کون کونسی چھ چیزیں ہیں؟ مولا فرماتے ہیں کہ میں ضمانت دوں گا۔

① خدا تمھاری عمر لمبی کرے گا، اور......

② تمھاری موت اچھی واقع ہوگی......

③ تمھارا رزق وسیع ہو گا۔اور......

④ عذابِ قبر سے بچ جاؤ گے ۔کون نہیں چاہتا کہ عذابِ قبر سے بچ جاؤں۔

⑤ ان تکلیفوں سے بچ جاؤ گے ۔ جو قیامت تک کے درمیانی زمانہ میں ہیں ۔اور قیامت کی تکلیف سے بچ جاؤ گے ۔اس سے اگلی ضمانت سب سے بڑی ہے ۔

⑥ جنت میں جاؤ گے ۔

دشمنِ اہلِ بیت قرابت دار سے حسنِ سلوک کا نتیجہ

راوی کہتا ہے کہ ایک آدمی حج پر جا رہا تھا، کوفے کا رہنے والا تھا، جب سفر کی پہاڑیوں میں گیا، تو اسے اطلاع ملی کہ میرے چچازاد بھائی کے بچوں کے گھر دانے نہیں، وہ بچے بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں، وہ میرا تجارتی بھائی ہے ۔آلِ محمدؐ کی ولایت کا قائل نہیں ہے ۔ وہ تو منکر ہے ۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس کے گھر دانے بھیج دوں ۔پھر خیال آیا کہ وہ دشمن اہلِ بیت ہے، اس کی مدد کیوں کروں ۔پھر کہتا ہے کہ جذبۂ اخوت اور ہمدردی غالب آ گیا ۔اس کے گھر میں مَیں نے دانے بھیج دیے ۔ پھر حج پر گیا، جب حج سے فارغ ہوا، تو یہ ہماری حدیث میں ہے کہ حج اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی، جب تک اگر نبی زندہ ہو تو ان کی خدمت میں حاضری نہ دی جائے ۔اگر امام موجود ہیں، تو جب تک ان کی بارگاہِ امامت میں سلام نہ کریں، تو حج مکمل نہیں ہوتی ۔

امام کی بشارت

راوی کہتا ہے کہ مَیں حج سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچا ۔ جب اپنے چھٹے امام جعفر صادقؑ کے پاس آ گیا تو مَیں نے امامؑ کو خوش پایا ۔ ہشاش بشاش پایا ۔اور قبل اس کے کہ میں پوچھتا کہ مولا! غیر معمولی خوشی کا سبب کیا ہے؟

امام جعفر صادقؑ نے خود پہل کر کے فرمایا کہ تو نے حج سے پہلے چچازاد بھائی کے ساتھ اچھا سلوک کیا، تو نے مجھے خوش کر دیا۔

گھر بیٹھے بٹھائے پچاس حج کا ثواب

میں ان لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ ارب پتی ہو، یا کھرب پتی ہو، شریعت محمدی میں حج ایک دفعہ واجب ہوتی ہے۔ اگر دوبارہ جائیں تو سنت ہے۔ اگر بار بار جائیں گے تو کارِ ثواب ہے۔ لیکن میں ایسے لوگوں کو ایک واقعہ سناتا ہوں کہ ایسے کام گھر بیٹھے کر سکتے ہیں، پچاس حج سے بھی زیادہ ثواب گھر بیٹھے لے سکتے ہیں۔ واجب کا کوئی بدل نہیں ہے۔ وہ تو واجب ہے۔ بہرحال ادا کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر واجب ادا ہو جائے تو دوبارہ حج کرنا چاہتے ہو، بار بار زیارتوں پر جانا چاہتے ہو، بعد میں نعرے نہ لگانا کہ فلاں شخص حج سے روکتا ہے۔ جاؤ جاؤ لاکھوں بار جاؤ۔ لیکن ایک بات ضرور سُن لو، جو بتاتا ہوں جا کر خرچ کرنا۔ اگر برادری کے کسی غریب کی مدد کر دو گے، تو پچاس حج کا ثواب گھر بیٹھے مل جائے گا۔ (صلوات)

بہتّر حجوں کا ثواب

اگر امام حسینؑ کی زیارت پر انسان جائے تو بہتر حجوں کا ثواب ملتا ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ اکثر لوگوں نے اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ کئی لوگوں نے سمجھا کہ حج واجب ہے، امام حسینؑ کی زیارت کے لیے جائیں گے تو بہتر حجوں کا ثواب ملے گا۔ اِدھر جائیں گے تو ایک حج کا ثواب ملے گا۔ ایک کے بدلے ایک مل گیا، باقی اکہتر تو خالص بچ گئیں۔

ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔ اس پر ہر غریب بھی جا سکتا ہے، ہر امیر بھی جا سکتا ہے، ہر شاہ بھی جا سکتا ہے، گدا بھی جا سکتا ہے۔ لیکن جس بندے پر حج واجب ہو، اگر وہ ادا

نہ کرے تو پھر سنت قبول نہیں ہوتی۔ جس طرح فریضہ نہ پڑھے، اور نافلہ پہ زور دے، البتہ ایک بار حج کر لے، پھر آپ کے پاس پیسے اتنے ہیں کہ اگر حج پر جائیں یا زیارت امام حسینؑ پہ جائیں، تو میں کھلے لفظوں میں کہوں گا کہ حج پہ نہ جاؤ، کربلا چلے جاؤ، ثواب زیادہ مل جائے گا۔

لیکن میں بات کر رہا ہوں، اس کی جو ایک بار زیارتیں بھی کر چکا ہو، اور حج فریضہ بھی ادا کر چکا ہو، پھر اتنی گنجائش ہو کہ زیارت یا حج پہ جا سکتا ہو، لیکن غریب برادری کے بچے بھوک سے مر رہے ہوں، کوئی شادی کرانے والا نہ ہو غریب بچیوں کی، برادری کا بندہ مر رہا ہو، لیکن علاج کے پیسے نہیں ہیں، غریب بھائی کے بچے پڑھنا چاہتے ہوں، لیکن اس کے پاس اتنی رقم نہیں ہے، وہ روپے غریبوں پر خرچ کر دو، برادری پر خرچ کر دو۔

تو امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ میں نے واجب تو ادا کر دیا، اب دوبارہ حج پر جانا چاہتا ہوں، پر ایک غریب خاندان کی مدد کر دوں، تو کیسا ہے؟

پچاس حجوں کا ثواب

تو امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پچاس حجوں سے زیادہ ثواب یعنی پچاس حجوں کا ثواب ایک طرف، اور ایک غریب مومن کے بچوں اور خاندان کی مدد کرنا دوسری طرف۔ یہ افضل ہے۔ لیکن آج یتیم بچے بھوک سے مر رہے ہیں، بیوگان کے گھر سے دھواں نہیں اُٹھ رہا، برادری والے بھوک پیاس میں ہیں، لیکن ہم حج پہ حج کر رہے ہیں، زیارت پہ زیارت کر رہے ہیں، لیکن کس طرح لوگوں کو سمجھایا جائے کہ مومن کا مقام کیا ہے؟ مومن کا مقام کوئی معمولی نہیں ہے۔

خانہ کعبہ کا اِنہدام یا مومن کا قتل

اگر شریعت کا مسئلہ عرض کر دوں تو بُرا نہ منانا۔ اگر کسی آدمی کو مجبور کیا جائے کہ کسی مومن کو قتل کرے یا خانہ کعبہ کو گرائے تو شریعت محمدیہ کہتی ہے کہ خانہ کعبہ کو گرا دے، مومن کو قتل نہ کرے۔ خانہ کعبہ دوبارہ تعمیر ہو جائے گا، مومن قتل ہو گیا تو اس کو دوبارہ زندہ کون کرے گا۔

محبانِ علیؑ کو حقیر نہ سمجھو

لیکن پھر میں کہہ دیتا ہوں کہ ایک مومن کا مقام کیا ہے؟ صادق آلِ محمدؑ فرماتے ہیں کہ میرے بابا علیؑ کے محبوں کو حقیر نہ سمجھو۔ تمھیں کیا پتا کہ ایک مُحب کا مقام کیا ہے؟ خدا کے نزدیک اس کا مقام کتنا بلند ہے۔ اگر شفاعت کے مقام پر کھڑا ہو جائے تو ربیعہ...... کے قبائل کے برابر گنہگاروں کی شفارش کرے تو خدا اس کی سفارش کو رد نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ مُحبِ علی ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ:

- ☆ کسی گناہ کو معمولی نہ سمجھو ہو سکتا ہے کہ وہ چھوٹا گناہ تم کو جہنم میں لے جائے۔
- ☆ کسی نیکی کو معمولی نہ سمجھو۔ ہو سکتا ہے وہ چھوٹی نیکی تم کو جنّت میں لے جائے۔
- ☆ کسی بندے کو حقیر نہ سمجھو، ہو سکتا ہے کہ کوئی پرانے پھٹے کپڑوں میں ہو، مگر وہ حبیبِ خدا ہو، اس کو حقیر سمجھ کر جہنم کا ایندھن نہ بن جاؤ۔

(صلوات)

برادری سے حسن سلوک کا حکم

اور برادری کے مسئلے میں جو بات کر رہا ہوں، اس میں تو نیک و بد کی کوئی

قید نہیں ہے۔ اور قریبی اور دور والے کی بھی کوئی قید نہیں ہے۔ بس برادری کا ہو، اگر دشمن اہلِ بیت بھی ہے، اس سے بھی اچھا سلوک کرو۔ تمھارے اچھے سلوک کی وجہ سے کوئی بندہ خدا کو بھولا ہوا ہو، آلِ محمدؐ کے دروازے پر آجائے۔

فرمانِ معصوم علیہ السلام

معصومؑ سے پوچھا گیا کہ مولا! لوگ ہم سے بڑا تعصب کرتے ہیں، اگر ہم بیمار ہوجائیں تو مزاج پرسی نہیں کرتے، اگر ہم مرجائیں تو جنازہ میں شرکت نہیں کرتے۔ تو فرمایا اگر وہ بیمار ہوجائیں تو ان کے گھروں میں جاکر مزاج پرسی کرو، اگر وہ تمھارے جنازے میں نہیں آتے تو نہ آئیں، اگر ان کا کوئی جنازہ اٹھے تو تم جاکر شرکت کرو۔

عرض کیا گیا: کیا فائدہ ہوگا؟

فرمایا: لوگ بول کر کہیں گے: خدا رحمت کی بارش نازل کرے جعفر صادق پر جنھوں نے اپنے نام لیواؤں کو اتنا اچھا بنادیا۔ تو مولا نے فرمایا: اچھائیاں تم کروگے، لوگ ہماری حمد وثنا کریں گے۔

اگر خدا نخواستہ تم نے کوئی برا سلوک کیا، برے اخلاق کا مظاہرہ کیا، برائیاں تم کروگے، لوگوں کی انگلیاں ہماری طرف اٹھیں گی۔ جن کے ماننے والے ایسے ہیں، ان کے رہبر ورہنما بھی ایسے ہی ہوں گے۔

فرمایا: ہمارے لیے باعث زینت بنو۔ باعث ننگ و عار نہ بنو۔ (صلوات)

بروزِ قیامت عالمِ بے عمل کا حال

معصومؑ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت والا کون ہوگا؟ مولاؑ نے فرمایا: سب سے زیادہ حسرت والا عالم بے عمل ہوگا۔

وہ کیسے؟ جب دیکھے گا کہ اس کی تقریریں سن کر، اس کی تحریریں پڑھ کر، اس کی باتیں سن کر، ان پر عمل کر کے لوگ جنّت کے مزے لوٹ رہے ہوں گے۔ اور وہ بد بخت اپنی اچھی باتوں پر عمل نہ کر کے جہنم میں جل رہا ہوگا اور سڑ رہا ہوگا۔ اس کی حسرت قابلِ بیان نہیں ہے۔ اس کو اتنا افسوس ہوگا کہ میں کتنا بد بخت تھا کہ میری کتابیں پڑھ کر، میری تقریریں سن کر لوگ جنّت میں جا رہے ہیں، میں جہنم میں جا رہا ہوں۔ جب تک عالم اپنے علم پر عمل نہیں کرے گا، اس کے علم کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی وہ کبھی جنّت الفردوس کا منھ دیکھ سکے گا۔ (صلوات)

خود احتسابی

ضروری ہے کہ ہمیں خوفِ خدا ہو، خلوت میں، جلوت میں، شریعت نظر آئے، لیکن اگر خوفِ خدا کی گرفت ڈھیلی ہے، تو قوم کا فرض ہے کہ وہ جاگے، جس طرح ہم آپ پر نکتہ چینیاں کرتے ہیں، فلاں زکوٰۃ نہیں دیتا، فلاں خمس نہیں دیتا، فلاں نماز نہیں پڑھتا، فلاں داڑھی منڈواتا ہے، آپ کی نظر بھی ہم پر ہونی چاہیے کہ لاکھوں روپے کی کمائی، ہماری جیبوں میں ڈالتے ہیں، اور ہماری خدمتیں کرتے ہیں، تو آپ کا بھی یہ دیکھنا فرض ہے کہ ہم جا کر یہ خرچ کہاں کرتے ہیں؟

دوسروں کو اعمالِ صالح کا حکم کرنے والے کیا خود بھی یہ اعمال بجا لاتے ہیں

دوسروں کو زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں، خود بھی زکوٰۃ دیتے ہیں یا نہیں؟ دوسروں کو خمس کا حکم دینے والے خود بھی خمس ادا کرتے ہیں یا نہیں؟ دوسروں کو نماز کا حکم دینے والے خود بھی نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ لہٰذا جب تم بیدار ہوں گے، ہمیں ڈر ہوگا کہ آپ ہمارے کردار، رفتار پر نظر کر رہے ہیں، ہم

محتاط رہیں گے ۔ اور ہمیں خوف ہو گا کہ ہماری قوم جاگ رہی ہے، پھر بھی اپنے دامن کو لپیٹیں گے اور سمیٹیں گے ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر بندہ دوسرے کا محاسبہ کرے، کہ ہم میں سے ہر آدمی حاکم ہے، اور اس کی کوئی نہ کوئی رعایا ہے، قیامت کے دن اس سے اپنی ذات کے بارے میں پوچھا جائے گا، اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، کہ آپ تو نماز پڑھتے تھے، اولاد کو نمازی بنایا، یا نہیں، آپ تو روزے رکھتے تھے، اپنی اولاد کو روزہ دار بنایا، یا نہیں ۔ (صلوات)

خفیہ امداد کرنے والے حسینؑ بن علیؑ تھے

تین سو گھر تھے مدینے میں، جن کے کھانے والے تھے، کمانے والا کوئی نہ تھا، اگر تھا تو معذور تھا، کوئی یتیم تھا، کوئی بے وارث عورت تھی، لیکن ان کی روٹی گھر پہنچائی جاتی، اخراجات پہنچائے جاتے، ضروریاتِ زندگی پہنچائی جاتیں ۔ لیکن پتا نہیں چلتا تھا کہ یہ سب کچھ کرنے والا کون ہے ۔ پہنچانے والا رات کے اندھیرے میں جا کر پہنچا تا، اور پھر چہرے پر نقاب ڈال کر جاتا ۔ تا کہ کوئی دیکھ کر یہ پہچان نہ لے کہ یہ کون ہے ۔ یہ راز اس وقت کھلا جب کہ اٹھائیس رجب کو حسینؑ بن علیؑ نے نانے کا مدینہ چھوڑا ۔ (صلوات)

☆

مصائب

میرے عزیز و میرے دوستو! میں ختم کرنا چاہتا ہوں، جنھوں نے حج کی ہے خالق قبول فرمائے، امام عالی مقام نے بھی حج کا احرام باندھا ہوا تھا، لیکن عجیب یہ شاہکار فطرت ہے کہ ساری کائنات حج کرنے کے لیے آرہی ہے، اور حسین بن علیؑ احرام حج عمرۂ مفردہ میں بدل کے مکے کو چھوڑ رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا: مولا! ایک دو دن باقی رہ گئے ہیں حج کرنے کے۔ امام نے فرمایا: یزید نے حاجیوں کے لباس میں ایسے لوگ مقرر کیے ہیں، اگر حسین غلافِ کعبہ کے ساتھ بھی کھڑے ہوں تو ان کو شہید کر دینا۔ اگر میں یہاں شہید ہو گیا پھر لوگوں کو پتا نہیں چلے گا کہ قاتل کون تھا، کس نے قتل کیا، مظلوم کون تھا، قتل ہونے والا کون تھا۔ میرا قتل چھپ جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ میدانِ کربلا میں شہید کیا جاؤں۔ تاکہ پتا چل جائے کہ ظالم کون تھا اور مظلوم کون تھا۔ لختِ جگرِ رسول، پیغمبر اسلام کا نواسہ، شریعت کا وارث حسینؑ نو ذی الحج کو عید الاضحیٰ سے ایک دن پہلے مکہ چھوڑ کے کربلا روانہ ہو رہے ہیں۔ محمد بن حنفیہ نے بھی کہا، عبداللہ بن عباسؓ نے بھی کہا: حسینؑ اگر آپ لڑنے کے لیے جا رہے ہیں تو نبی زادیوں کو ساتھ نہ لے جائیں۔ تو امامؑ نے فرمایا: اس وقت تک میرا مقصد شہادت پورا نہیں ہوتا جب تک یہ بیبیاں قید نہ ہوں۔ یہ قید ہوں گی تو میرا مقصدِ شہادت حاصل ہوگا۔ لوگوں کو پتا چلے گا کہ ظالم کون تھا، مظلوم کون تھا۔ اور ان کا جھگڑا کیا تھا۔ واضح ہو جائے گا کہ دین کی فنا اور بقا کا جھگڑا تھا۔ الغرض امامؑ نے سولہ منزلیں طے فرمائیں۔ دو محرم کو کربلا کے میدان میں پہنچے، تو امام نے پوچھا کہ اس زمین کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ مولا اسے کربلا کہتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا: اللھم

انی اعوذبک من الکرب و البلاء ۔ امام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، فرمایا: ھاھنا محط رحالنا ۔ ہماری سواریاں بٹھانے کی جگہ یہی ہے ۔ ھذا محل قبورنا ۔ ہمارے دفن کفن کی جگہ یہی ہے ۔ ہماری قتل گاہ یہی ہے ۔ مجھے نانا نے یہی بتایا تھا ۔ اس کے بعد رحل اقامت ڈال دیے گئے، خیمے نصب کر دیے گئے ۔ جب خیمے لگ گئے، ایک جملہ عرض کروں گا چھوٹا سا واقعہ ۔ کہتے ہیں کہ پہلی مجلس امام حسین کب پڑھی گئی؟ کہاں پڑھی گئی؟ اس میں بڑی بڑی بحثیں ہوتی ہیں ۔ میں نے سعادۃ الدارین میں ثابت کیا ہے کہ پہلی مجلس حسینؑ خود امام حسینؑ نے پڑھی ہے ۔ کربلا کے میدان میں پڑھی ۔ اپنی بہنوں، بیٹیوں بھائیوں بھتیجوں بھانجیوں کے سامنے پڑھی تھی ۔ امامؑ نے جب خیمے لگ گئے تو پہلا کام یہ کیا کہ اپنی بیبیوں اپنے بھائیوں اپنے بچوں اپنے بیٹوں اپنے بھانجوں سب کو اکٹھا کر کے "نظر الیھم ساعۃ" ایک گھنٹے تک کبھی اکبرؑ کی جوانی کو دیکھتے، کبھی عباسؑ کے بازو کو دیکھتے، کبھی علی اصغرؑ کے گلے کو دیکھتے، کبھی اپنی بہنوں کے سروں پر نگاہ کرتے، اس کے بعد امامؑ کے حوصلہ وصبر کے بند ٹوٹ گئے، فرمایا: "اللّٰھم انا عترت بنبیک" یا اللہ! تو جانتا ہے کہ ہم تیرے رسول کی عترت ہیں ۔ تو دیکھ رہا ہے کہ میری بیٹیوں کے سروں پر چادر ہے ۔ لیکن وہ وقت آنے والا ہے کہ سر کی چادریں اتار لی جائیں گی ۔ اس وقت علی اکبر کی جوانی موجود ہے، لیکن چند دن کے بعد خاک وخون میں مل جائے گی ۔ اس وقت عباسؑ کے بازو سلامت ہیں، یہ روزِ عاشوراء کٹ جائیں گے ۔ اب تو علی اصغرؑ زندہ موجود ہے، ان کے گلے پر تیر چل جائے گا ۔ اور گردن چھن جائے گی ۔ لہٰذا امامؑ نے رونا شروع کر دیا ۔ امام ایک گھنٹے تک مسلسل گریہ کرتے رہے ۔ اور پھر عرض کیا: "اللّٰھم انا عترت نبیک محمّد" ہم تیرے نبی کی عترت ہیں ۔ ہمیں مجبور کر دیا گیا، نانا کے روضہ چھڑا کر

جنگ کربلا میں لایا گیا۔ میرا سارا کنبا کٹ جائے گا۔ اور تیرا دین بچ جائے گا۔ اے اللہ! بنی امیہ سے بدلہ لینا۔ ان ظالموں کا نام ونشان مٹا دینا۔ لہٰذا یہی وجہ ہے کہ امام حسینؑ نے سب کچھ قربان کر کے اسلام کو زندۂ جاوید بنا دیا جو قیامت تک زندہ رہے گا۔ بنی امیہ مردہ باد ہے، مردہ باد تھے اور قیامت تک مردہ باد رہیں گے۔ یزید ہمارے مردہ کہنے کا بھی محتاج نہیں ہے۔ وہ مر چکا ہے، حسین ہمارے زندہ باد کہنے کے محتاج نہیں، وہ قیامت آ کے گزر جائے گی، پھر بھی حسین زندہ باد رہے گا۔ ان شاء اللہ

☆

نویں مجلس

مولودِ کعبہؑ

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علی رؤس المومنین

نویں مجلس

مولودِ کعبہؑ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علیٰ اشرف الانبیاء و المرسلین و اھل بیتہ الطیبین المطہرین المعصومینؑ اما بعد فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید و فرقان الحمید اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (سورۃ بنی اسرائیل:۸۱) (صلوات)

ارشادِ ربِّ جلیل ہے: اے میرے حبیبؐ اعلان کر دیں کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، کیونکہ باطل ایک مٹ جانے والی بے حقیقت شے ہے۔

قبل اس کے کہ میں مولودِ کعبہ کے ذکر ولادت سے اپنے کام و دہن کو معطّر کروں، اور آپ اور میں مل کر اس سے محظوظ و مسرور ہوں، ضروری سمجھتا ہوں کہ ذکر ولادت سے پہلے آج کے مولودِ مسعود کی ولادت با سعادت پر آپ سب حضرات کی خدمت میں ہدیہ مبارک باد پیش کر دوں۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف (صلوات)

عزیز گرامی کے بار بار اعلانات سے اس بات کا گویا اشارہ ملتا تھا کہ میں جو خطاب کرنے والا ہوں، میں آج کے مولودِ مسعود کی حقیقت کو کماحقہ گویا جانتا ہوں اور پہچانتا ہوں، اور آپ کو بھی ان کے حقیقی خدوخال سے متعارف

کراؤں گا۔ لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ جیسا میں نے گزشتہ سال کسی سٹیج پر مسئلہ امامت کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ آج جس مولودِ مسعود کا جشن میلاد منانے کے لیے ہم اور آپ سب جمع ہیں۔ ان کا مقام ان کی شان اس قدر بلند و بالا ہے کہ نبی آخرالزمان ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

"یَاعَلِیُّ! مَا عَرَفَ اللّٰہَ اِلَّا اَنَا وَ اَنْتَ وَ مَا عَرَفَنِیْ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنْتَ وَ مَا عَرَفَکَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَا"

یاعلیؑ! جس طرح خداوندکریم کو پہچاننے کا حق تھا، یا میں نے پہچانا ہے، یا تُو نے پہچانا ہے، اور جس طرح مجھے پہچاننے کا حق تھا، یا میرے خالق نے پہچانا یا تُو نے پہچانا، اور جس طرح تجھے پہچاننے کا حق تھا، یا میں نے پہچانا ہے، یا میرے خالق و مالک نے تجھ کو پہچانا ہے۔ باقی دُنیا کو کیا پتا ہے کہ تیرا مقام کیا ہے؟

جب حضرت نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ کر دیا کہ سوائے خدا اور مصطفیٰؐ کے مقام مرتضیٰؑ کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا، تو پھر اس کی کوشش کرنا، کاوش کرنا، میں ایک بے سود کوشش جانتا ہوں، بقول کسے:

میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں:

لا یُمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ تُوئی قصہ مختصر

ایک اور شاعر نے کہا ہے کہ:

یا علیؑ! کتاب فضل ترا آبِ بحر کافی نیست
کہ ترکنم سرِ انگشت و صفحہ بشماری

یا علیؑ! آپ کے فضائل، اور آپ کے مناقب اور منازل اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر یہاں سمندر لا کر کھڑا کر دیا جائے اور انگلی کا سرڈبو کر تیرے فضائل کی کتاب کے صفحے شمار کرنے شروع کر دیے جائیں (تو شاعر کہتا ہے کہ) مولا! سمندر ختم ہوجائے گا پر تیرے فضائل و کمالات کی کتاب کے صفحے ختم نہیں ہوسکیں گے۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے بھی فرمادیا کہ میں علیؑ اس بلند بالا مقام پہ فائز ہوں کہ جس کی بلندیوں تک تمہاری عقل و فکر کا پرندہ بھی جتنا بلندی کی پرواز کرے، اس کو بھی چھو ہی نہیں سکتا۔

فرماتے ہیں کہ مجھ سے علم و معرفت کے چشمے اُبل رہے ہیں، اے کاش! مجھے کچھ ایسے امین مل جاتے کہ میں یہ علمی امانت ان کے حوالے کرسکتا۔ (نہج البلاغہ)

جناب امیرالمومنینؑ نے بھی فرمادیا، سیدالمرسلینؐ نے بھی فرمادیا، گویا رب العالمین نے بھی فرمادیا، تو اس کے بعد میں صرف یہ ہی کہہ سکتا ہوں کہ جناب امیرالمومنینؑ کی اصل ماہیت، اصلی حقیقت، ان کی حدودِ اربعہ تک رسائی حاصل کرنا، کسی انسان ضعیف البنیان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ہم صرف اِتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جب سے خالق نے تخلیق کائنات کا آغاز کیا، اُس دم سے لے کر آج کے اِس دم تک اور آج کے اس وقت سے لے کر آفتاب قیامت کے مغرب کی جانب سے طلوع کرنے تک، خالق نے تخلیق کون و مکان کا کوئی ایسا سانچا ہی نہیں بنایا کہ جس سانچے میں ڈھلنے والا محمدؐ و علیؑ کی برابری کا دعویٰ کرسکے۔ (نعرہ)

بڑے بڑے علماء، بڑے بڑے شعراء، بڑے بڑے عظماء اور بڑے

بڑے فضلاء اور بڑے بڑے فقہاء، دنعت خوان کہتے ہوئے نظر آتے ہیں:
اے علیؑ بن ابی طالبؑ، اے عجوبۂ کائنات، اے عجوبۂ مخلوقات! تیرے بارے میں عقل حیران نظر آتی ہے، فکر پریشان نظر آتی ہے۔ جتنا میں ایک قدم آگے بڑھاتا ہوں، اتنی آپ کی عظمت ایک میل دُور ہو جاتی ہے۔ تو ہی بتا کہ میں تیرے بارے میں کیا کہوں؟

علیؑ عادات و صفاتِ متضادہ کا وہ مجموعہ ہے جو آج تک مصطفیٰؐ کے بعد نہ کسی ہستی میں متضاد صفات جمع ہوئے ہیں اور نہ صبح قیامت تک کسی ہستی میں جمع ہوں گے۔

مثال کے طور پر اشارہ کر کے آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ ورنہ تمہید اتنی لمبی ہو جائے گی، میرا سارا وقت وہ لے جائے گی۔

عموماً اُصولِ قدرت، قانونِ فطرت یہ ہے کہ جو مردِ میدان ہوتا ہے وہ علم کے میدان کا شاہ سوار نہیں ہوتا، جو علم و عمل کے میدان کا شاہ سوار ہوتا ہے وہ میدانِ کارزار کا شاہ سوار نہیں ہوتا، جو شب زندہ دار عبادت گزار ہو وہ مردِ مجاہد نہیں ہوتا، جو مردِ مجاہد ہوتا ہے وہ مناجات و دعاء کا شاہ سوار نہیں ہوتا۔ کیونکہ عبادت گزاری کے لیے دِل کا رقیق ہونا ضروری ہے۔ دل کا نرم ہونا ضروری ہے۔ جب تک دل میں گداز نہ ہو، جب تک دل میں سوز نہ ہو، جب تک دل میں نرمی نہ ہو، اس وقت تک آدمی اللہ کے خوف سے اشکِ غم بہا نہیں سکتا۔ دعاء و مناجات میں مشغول ہو نہیں سکتا۔ تو دعا و مناجات کے لیے عبادت کے لیے دل کا نرم ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر دل سخت ہوگا تو نہ گریہ کر سکے گا، نہ بکاء کر سکے گا، نہ آہ کر سکے گا، نہ اِلتجا کر سکے گا۔

اور اگر وہ مردِ میدان ہے تو اس کے لیے دل کا سخت ہونا ضروری ہے۔ جب تک اس کا دل سخت نہیں ہوگا دشمنوں کو قتل نہیں کر سکے گا، بچوں کو یتیم

نہیں کرسکے گا، لوگوں کو مولیوں گاجروں کی طرح کاٹ نہیں سکے گا، تو ظاہر ہے کہ اگر دل نرم ہوگا تو سخت نہیں ہوگا، اگر دل سخت ہوگا تو نرم نہیں ہوگا۔

لیکن علیؑ بیک وقت، اگر ان کو میدانِ غزا میں دیکھا جائے، میدانِ کارزار میں دیکھا جائے، آستینیں اُلٹ کے دودستی تلوار ہاتھ میں لے کر کافروں پر حملہ کرتے ہوئے، دشمنوں کو کاٹتے ہوئے، ان کی صفوں کو اُلٹتے ہوئے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا علیؑ کے دل میں خالق نے نرمی تو پیدا کی ہی نہیں۔ کیونکہ آسمان کے قدسی بھی الامان اور الحفیظ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ دشمن راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، فوجِ اعداء میں کھلبلی مچی ہوئی نظر آتی ہے۔ جب وہی علیؑ ولی سارا دن لڑنے والا ہزاروں کو تہہ تیغ کرنے والا، اسلام کا پرچم بلند کرنے والا، کفر کے پرچم کو سرنگوں کرنے والا، جب رات کا سناٹا چھا جاتا ہے، دُنیا آرام کی نیند سوجاتی ہے تو مولاؑ کا ایک ہاتھ ریش مبارک میں ہوتا ہے، ایک ہاتھ آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے۔ اور یتململ کتململ الصغیر مولاؑ اس طرح گریہ اور بکا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، جس طرح ایک مارگزیدہ آدمی روتا ہوا نظر آتا ہے، یوں آہ و بکا کرتا ہے، یوں فریاد وفغاں کرتا ہے کہ گویا مولاؑ کے دل میں نرمی کے سوا، کچھ گرمی ہے ہی نہیں، نرمی کے سوا، لینت کے سوا سختی اور درشتی کا کوئی نام ونشان بھی نہیں ہے۔ اگر ان کو میدانِ عمل میں دیکھا جائے تو ارسطو ہو یا لقمان، اور افلاطونِ دَوران ان کے ادنیٰ شاگردوں کے شاگرد نظر آتے ہیں۔

اگر میدانِ علم میں دیکھا جائے تو جبریل امینؑ ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگر میدانِ جنگ میں دیکھا جائے تو رُستم ہو یا سہراب، بڑے بڑے جنگ جُو، بڑے بڑے جنگ آزما، ان کا نام لیتے ہوئے دُنیا والے شرماتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (نعرہ)

بہر حال میدانِ علم میں دیکھا جائے تو وہ حالت، اور اگر میدانِ عمل میں دیکھا جائے تو ایک ایک ہزار رکعات نوافل نماز پڑھ کے چھ چھ مہینے کے روزے رکھ کے پھر بھی کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ع

"حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"

اگر میدانِ عمل میں دیکھا جائے تو یہ عالم۔ اگر میدانِ سخاوت میں دیکھا جائے تو ان کے سامنے میں کیا عرض کروں، حاتم طائی کا نام لیتے ہوئے شرم دامن گیر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ دُنیا جانتی ہے کہ حاتم نے چالیس دروازے مقرر کیے ہوئے تھے، اِتنا تھوڑا ملتا تھا کہ ایک سائل کو چالیس دروازوں کا طواف کر کے جانا پڑتا تھا، اُس کے دامن میں پھر بھی گنجائش ہوتی تھی۔ لیکن علیؑ ولیؑ کے بارے میں دُنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ جو ایک بار حسنینؑ کے بابے کے درِ دولت پر آ گیا تو علیؑ نے اِتنا عطا کر دیا کہ پھر زندگی بھر کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ (نعرہ)

بہر حال وہ مُتضاد صفات کے جامع نظر آتے ہیں۔ خدا گواہ ہے کہ ان کے ایک ایک شُعبۂ حیات کو لیا جائے، ان کی ایک ایک صفت کمال کو لیا جائے، ان کی ایک ایک فضیلت کو لیا جائے، زندگی ختم ہو جائے گی، مگر ان کے ایک شُعبۂ حیات کی تشریح و توضیح ختم نہیں ہو سکے گی۔

اِنسان مجبور ہے یا آزاد؟

میں صرف اِتنا عرض کروں گا کہ اگرچہ لوگوں میں اِختلاف ہے کہ آیا اِنسان اپنے افعال میں، اپنے سکنات میں، اپنے حرکات میں آزاد ہے یا مجبور۔ اہلِ حق نے ہمیشہ کہا ہے کہ خالق نے اِنسان کو ایک طرفہ معجون بنایا ہے، اس میں نیکی کرنے کی بھی طاقت، اور برائی کا اِرتکاب کرنے کی قوت بھی ہے، اس میں نفسِ امارہ بھی ہے، اس میں عقلِ سلیم بھی ہے۔ یہ دو، ایک گمراہ کرنے والی

طاقت، ایک ہدایت کرنے والی طاقت، انسان کے اندر نظر آتی ہے ۔ اُدھر نبی و امام بھی ہیں، اِدھر شیطان بھی ہے ۔ ایک ہدایت کرنے والی طاقت، ایک گمراہ کرنے والی قوت ۔ نفسِ امارہ اور ابلیس گناہ کی طرف بلاتے ہیں، اور نبی و امام اور عقلِ سلیم اِنسان کو نیکی کی طرف دعوت دیتے ہیں ۔

انسان دوراہے پر کھڑا ہے ۔ اب چاہے تو نبی و امام اور عقلِ سلیم کی اِطاعت کرکے، عبادت کرکے ملائکہ سے بڑھ سکتا ہے ۔ اور اگر چاہے تو نبیؑ و امامؑ اور عقل کو ٹھکرا کر نفس امارہ اور ابلیس کی پیروی کرکے حیوانوں سے بھی بدتر بن سکتا ہے ۔ اب چاہے تو نبیؐ و امامؑ کے حکم کی پیروی کرکے فرشتوں سے بھی بڑھ سکتا ہے ۔

خالق فرماتا ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۞ (دھر: ۳)

میں نے اِنسان کو خود مُختار بنایا ۔ میں نے اِنسان کو فاعل مُختار بھی بنایا ۔ نیکی اور برائی کی طاقت دے کر، ہادی اور رہنما بھیج کر، ابلیس کو خلق کرکے اِنسان کو اختیار دے دیا ۔ اب جس کا جی چاہے وہ بندہ شاکر بن جائے، مومن بن جائے، اور جس کا جی چاہے وہ بندہ کافر اور مشرک بن جائے ۔

کیونکہ خدا فرماتا ہے:

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ (الِ عمران: ۱۰۸)

خدا کسی بندے پر ذرا بھر بھی ظلم کرنے کا کبھی اِرادہ بھی نہیں کرتا ۔

لیکن ان آیتوں کے باوجود، عقلی فیصلوں کے باوجود پھر بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اِنسان نیکی بجا لانے میں بھی مجبور، برائی کرنے میں بھی مجبور ۔ اِنسان کا کوئی اِختیار نہیں، اِنسان مجبورِ محض ہے، خدا کا آلہ ہے، خدا

کے ہاتھ میں کھلونا ہے، خالق چاہے تو بندے سے نماز پڑھائے، خدا چاہے تو بندے سے برائی کرائے ۔ خدا چاہے تو بندے کو شربت پلائے ۔ خدا چاہے تو بندے کو شراب پلوائے ۔ کیونکہ وہ خیر و شر کو من جانب اللہ مانتے ہیں، انسان کو مجبور جانتے ہیں ۔

بہر حال میں تو اشارہ کر کے آگے بڑھنا چاہتا ہوں، اس سے ایک نتیجہ اخذ کرنا چاہتا ہوں ۔ یہ میرا موضوعِ سخن نہیں ۔ یہ علم کلام کا مسئلہ ہے ۔ اس پر علماء نے تحقیقات کے دریا بہا دیے ۔ اگر آدمی کو مجبور مانا جائے، خیر و شر میں اسے خود مختار نہ مانا جائے تو صبح قیامت تک نہ کوئی نیکوکار جنت کا حقدار رہے گا، اور نہ کوئی بدکار جہنم کا سزاوار رہے گا ۔ (نعرہ)

کیونکہ جب نیکی خدا کراتا ہے اور زبردستی کراتا ہے تو بندہ جنت میں جانے کا کیسے حق دار رہے گا ۔ اگر خدا زبردستی برائیاں کراتا ہے، تو پھر چور کے ہاتھ کاٹنے کا کیا مطلب؟ زانی کو سنگسار کرنے کا کیا تک؟ تو پھر جزا بھی خدا کو ملنی چاہیے اور معاذ اللہ "نقل کفر کفر نہ باشد" سزا بھی خدا کو ملنی چاہیے ۔

جب نیکیاں بھی وہ کراتا ہے، بدیاں بھی وہ کراتا ہے، تو بندہ نہ جزائے خیر کا حقدار رہے گا، نہ برائی کرنے پر سزا کا سزاوار رہے گا ۔ لیکن اگر انسان نیکی کر کے جنت کا حق دار بن سکتا ہے، اگر انسان برائی کر کے جہنم میں جانے کا حق دار بن سکتا ہے، تو پھر ماننا پڑے گا انسان اپنے افعال میں، حرکات میں، سکنات میں، کلام میں، کام میں، اقدام میں، فاعل مختار ہے، یہ مجبور نہیں ہے ۔

دو مقام پر انسان مجبور ہے

لیکن میں یہ بھی مانتا ہوں کہ دو چیزیں ایسی ہیں انسان کی زندگی میں دو موڑ ایسے ہیں ۔ دو مرحلے ایسے ہیں، میں بھی مانتا ہوں کہ انسان ان دو

مرحلوں میں بالکل مجبور ہے۔ انسان کو رائی کے دانے کے برابر کوئی اختیار نہیں ہے، آپ پوچھیں گے، وہ دو مرحلے کونسے ہیں، اور وہ دو موڑ کونسے ہیں، تو میں عرض کروں گا:

① ایک ولادت

② دُوسری وفات

موت و حیات کے سلسلے میں، ولادت اور وفات کے سلسلے میں، دُنیا میں آمد، اور پھر یہاں سے رفت کے سلسلے میں، آنے اور جانے کے سلسلے میں، انسان اتنا مجبور ہے، اتنا بے بس ہے، اتنا پسماندہ ہے، اتنا دست بستہ ہے کہ اس کو نہ یہاں آنے میں کوئی اختیار، نہ یہاں سے جانے میں اسے کوئی اختیار ہے۔

خالق نے جب چاہا، جہاں چاہا، جس مکان میں چاہا، جس زمان میں چاہا، جس خاندان میں چاہا، پیدا کر دیا۔ جب چاہا، جس حال میں چاہا، جس مکان میں چاہا، جس زمان میں چاہا، جس کیفیت کے ساتھ چاہا بلا لیا۔

ذوق نے بالکل صحیح کہا ہے:

لائی حیات آئے ، قضا لے چلی ، چلے
اپنی خوشی نہ آئے ، نہ اپنی خوشی چلے

آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ موت و حیات کے سلسلے میں یقیناً ہر بندہ مجبور ہے، بے بس ہے، اس کا کوئی چارہ نہیں ہے، اسے کوئی اختیار نہیں ہے۔

یہ شاعرانہ تخیلات ہیں کہ:

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں
کارِ جہاں دراز ہے مِیرا تو اِنتظار کر

یہ شاعرانہ تخیلات ہیں، یہ خیالات کی دُنیا ہے کہ خدا چاہتا کہ میاں

اقبال آجاؤ، تو اِقبال کہتے کہ ابھی بہت سے کام کرنے ہیں، ابھی نہیں آنا چاہتا۔ لیکن اگر واقعاتی دُنیا میں دیکھا جائے، اِقبال ہو یا کوئی اور صاحب اقبال......

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (اعراف:۳۴)

جب وقت آجائے، اس میں ایک گھنٹے کی نہ کمی ہوسکتی ہے نہ زیادتی۔

آمدم برسرِ مطلب

میں موت کا موضوع نہیں پڑھ رہا، اس سے زیادہ آگے نہیں پڑھوں گا۔ میں تو "جشنِ میلاد" پڑھ رہا ہوں۔ تو میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ "بالفرض فرضِ محال، محال نہ باشد"۔ اگر رات کو دن فرض کرلیا جائے تو رات دن بن نہیں جاتی۔ اگر دن کو رات تصور کرلیا جائے تو دن رات بن نہیں جاتا۔ آدمی کو جِنّ، اور جِنّ کو اِنسان اگر فرض کرلیا جائے تو آدمی جِنّ نہیں بن جاتا، اور جِنّ اِنسان نہیں بن جاتا۔

میں کہتا ہوں فرض کرو کہ خدا ہمیں موت وحیات میں اِختیار دے دیتا، اور جب ہمیں پیدا کرنے لگتا، اور خالق ہم سے مشورہ کرتا، اور ہماری رائے لیتا کہ بتاؤ تم کب پیدا ہونا چاہتے ہو؟ کس خاندان میں پیدا ہونا چاہتے ہو؟ کس وقت میں پیدا ہونا چاہتے ہو، اور کس جگہ پیدا ہونا چاہتے ہو؟ ہم جواب کیا دیتے؟ حالانکہ پوچھے گا نہیں...... لیکن اگر خدا ہم سے پوچھ لیتا، کہاں پیدا ہونا چاہتے ہو، کب پیدا ہونے کا اِرادہ ہے، کس جگہ پیدا ہونا چاہتے ہو، کس دِن پیدا ہونے کا پروگرام ہے، کس خاندان میں جنم لینے کا اِرادہ ہے۔

موت و حیات کے متعلق بندے کی رضا

میرے سنی شیعہ بھائیو! میرے اِنسان دوستو!

مجھے بتاؤ، اگر خالق ہم سے زمانے کے بارے میں پوچھے تو کس زمانے کا نام لوگے ۔ مکان کے بارے میں پوچھے تو کس مکان کا نام لوگے؟ اگر خاندان کے بارے میں پوچھے تو کس خاندان کا نام لوگے ۔ اگر دن کے بارے میں پوچھے تو کس دن کا نام لوگے؟ اس دن کی گھڑی کے بارے میں پوچھے تو کس گھڑی کا نام لوگے؟

یقیناً یقیناً آپ اگر خاندان کا نام لیں گے تو سارے خاندانوں سے بلند خاندان کا، زمانے کے بارے میں پوچھا جائے گا تو اس زمانے کا نام لیں گے جو سارے زمانوں سے بلند ہوگا ۔ اگر جگہ کے بارے میں پوچھے تو اس جگہ کا نام لیں گے جو سارے مقامات سے بلند ہوگی ۔ اگر دن کے بارے میں پوچھیں گے تو اس دن کا نام لیں گے جو سارے دنوں سے بلند ہوگا، اس دن کی گھڑی کے بارے میں پوچھیں گے تو اس ساعت کا نام لیں گے جو ساری ساعتوں سے بلند ہوگی ۔ لیکن لطف یہ ہے کہ خالق نے مولا علیؑ سے پوچھا تو نہیں ۔ (نعرہ)

علامہ اِقبال نے صحیح کہا تھا:

خودی کو کر بلند اِتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

کلامِ اقبال کا مصداق

پتا نہیں کہ علامہ اقبالؒ نے کس عالم میں یہ شعر کہا تھا ۔ میں نے بڑا غور کیا تھا، اس شعر کا مصداق مجھے خاندانِ رسالت کے سوا کہیں بھی نظر نہیں آیا ۔ خالق نے مولا علیؑ سے پوچھا تو نہیں، پر تابع مرضاتِ اِلٰہیّہ کی رضا

کو جانتے ہوئے خواہش کا احترام کرتے ہوئے، خالق نے اگر علیؑ کو پیدا کیا تو ساری کائنات کے بلند تر خاندان میں، اگر پیدا کیا تو ساری کائنات میں زیادہ بلند تر مقام میں، اگر خاندان میں پیدا کیا تو سارے خاندانوں سے بلند تر خاندان میں، اگر دن میں پیدا کیا تو پورے ہفتے کے دنوں میں سے سارے ہفتے کے سردار دِن میں، اور اس دِن کی وہ گھڑی منتخب کی، جو چوبیس گھڑیوں سے افضل ہے۔

میں آپ سے کوئی معمہ حل نہیں کروانا چاہتا۔ میں خود اس کی تشریح کر دوں گا۔

اگر ہم سے خالق پوچھتا کہ کس خاندان میں پیدا ہونا چاہتے ہو، تو میں نہ ڈھکو خاندان کا نام لیتا، نہ آپ بلوچ خاندان کا نام لیتے۔ سارے کہتے ہمیں سیّد خاندان میں پیدا کر۔ کیونکہ خاندانِ سادات سے بڑھ کر کائنات میں کوئی خاندان نہیں ہے۔ افضل صرف سیّد خاندان ہے۔ کیونکہ خاندانِ سادات سے بڑھ کر کائنات میں کوئی اور خاندان نہیں ہے۔ کیونکہ سنی شیعہ کی سیرت کی کتابیں اگر پڑھی جائیں تو بطورِ نمونہ اشارہ کرتا جاؤں سیرت ابن حلبیہ، سیرت ابن ہشام، سیرت زینی دحلان، طبری اور کامل کے اوراق چھلک رہے ہیں، سنی شیعہ کی کتابیں لبریز نظر آتی ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں کہ خالق نے کائنات پیدا کرنے کے بعد جب تمام اقوام عالم پر نظر ڈالی، تو بنی نضر کو منتخب کیا۔ بنی نضر پر انتخاب کی نظر ڈالی، تو بنی کنانہ کو منتخب کیا۔ بنی کنانہ پر نظر انتخاب ڈالی تو قوم قریش کو منتخب کیا، قوم قریش پر نظر انتخاب ڈالی، تو جناب بنی ہاشم کو منتخب کیا۔ جب بنی ہاشم پر پانچویں بار خالق نے نظر انتخاب ڈالی تو محمدؐ و علیؑ کو منتخب کیا۔ (نعرہ)

ساری کائنات کے خاندانوں میں سے صرف خاندانِ رسالت بلند نظر

آتا ہے، اور اس خاندان کے سربراہ یا نبیؐ نظر آتے ہیں یا علیؑ نظر آتے ہیں۔
خاندان کے لحاظ سے دیکھا جائے تو علیؑ کا خاندان اس بلندی، اس معراجِ کمال پر فائز نظر آتے ہیں۔ جن پر کسی اضافے اور ازاد کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اگر مکانوں کے اعتبار سے دیکھا جائے، اگر خالق ہم سے پوچھتا کہ کس مکان میں پیدا ہونے کا ارادہ ہے، تو ہم نہ کوئی کچا مکان بتاتے، نہ کوئی کوٹھی بتاتے، نہ انڈیا بتاتے، نہ امریکہ بتاتے، نہ ہم پاکستان بتاتے۔ اگر خالق ہم سے پوچھتا تو ہم یہی کہتے کہ یا اللہ! تیری اس بھری ہوئی کائنات میں سب سے زیادہ تیرے گھر سے زیادہ کوئی متبرک مکان نہیں ہے۔ ہمیں اپنے گھر میں پیدا کر دے۔ اگرچہ مسجد بھی اللہ کا گھر ہے، چھوٹی مسجد سے لے کر جامع مسجد تک، دیہات کی مسجد سے لے کر دُنیا کی سب سے بڑی مسجد تک یہ سب اللہ کے گھر ہیں۔ اللہ کے یہ اصلی گھر نہیں، اللہ کے حقیقی گھر کی نقلیں ہیں، اللہ کے حقیقی گھر کی شبیہیں ہیں۔ اصلی گھر نہیں ہیں۔ اصلی گھر کونسا ہے؟ قرآن پڑھو۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ (آلِ عمران:۹۶)

خالق فرماتا ہے:

سب سے پہلا گھر جو میں نے دُنیا میں تعمیر کرایا، وہ وہی ہے جو سرزمین مکہ میں ہے، جو باعث برکت اور عالمین کے لیے باعث ہدایت بھی ہے۔

تو ساری کائنات کے محلات میں سے افضل خانہ کعبہ ہے۔ (نعرہ)
شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخفا میں، علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرۃ خواص الامۃ میں، شیخ علامہ سلیمان قندوزی حنفی نے ینابیع المودۃ میں، علامہ گنجی نے مطالب السئول میں، علامہ ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں، فاضل امرتسری

لے ارجح المطالب میں۔

میں کہاں تک نام گناؤں؟ میرے برادرانِ اہلِ سنت کے نامی گرامی عالم متفق اللفظ ہوکر لکھتے ہیں کہ:

اَوَّلُ مَوْلُوْدٍ فِی الْکَعْبَۃِ وَ ھُوَ فَضِیْلَۃٌ خَصَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِہٖ

لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ فِی الْکَعْبَۃِ مَوْلُوْدٌ لَا قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ

ہم کہتے ہیں جب سے خالق نے تخلیق کائنات کا آغاز کیا ہے، جب سے خالق نے اس زمین پر اپنے گھر کا سنگ بنیاد رکھا ہے، علیؑ سے پہلے نہ علیؑ کے بعد کوئی بھی اس میں پیدا نہیں ہوا۔ پہلا اور آخری بندہ جو اللہ کے گھر میں پیدا ہوا، وہ حسنینؑ کے بابا علیؑ ولی کے سوائے کوئی اور نہیں ہے۔ (نعرہ)

اور یہ وہ فضیلت ہے جس پر خود مولائے کائناتؑ نے بھی ایک سائل کے جواب میں ناز کیا تھا۔

انوارِ نعمانیہ کے اندر ایک روایت موجود ہے کہ مولا پر حملہ ہو چکا ہے، شہادت کے بستر پر مولا دراز ہیں، جناب صعصعہ بن صوحان مولا علیؑ کے چہیتے پیارے صحابی آگے بڑھ کے سوال کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ مولا نے اس حالت میں بھی اجازت دے دی تھی، کہ:

سَلُوْنِیْ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ

جو چاہو، میرے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے پوچھ لو۔

لیکن اتنا فرمایا تھا کہ میری حالت کو دیکھ کے سوال کرنا۔ مجھ میں زیادہ بولنے کی سکت نہیں۔ مختصر سوال کرتے جانا، مختصر جواب لیتے جانا۔ تو صعصعہ کہتے ہیں کہ:

مولا! ایک مختصر سوال ہے کہ

أأنت افضل ام عیسٰی ابن مریم؟

آپ افضل ہیں یا عیسیٰ ابن مریم ؟

مولا فرماتے ہیں، سعصعہ! (یعنی آقا) آدمی کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ اپنی زبان سے اپنی تعریف کرے، پر تو نے سوال کیا، اظہارِ حقیقت کو ضروری سمجھتے ہوئے ایک بات کہتا ہوں، نتیجہ خود اخذ کر لینا۔

مولا ارشاد فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عیسیٰ کی ولادت کا وقت قریب آیا، ان کی مادر گرامی اللہ کے گھر کا طواف کر رہی تھیں۔ چاہا کہ بچے کو وہیں جنم دیں۔ پر ہاتف غیبی کی آواز آئی:

یا مریم اخرجی

اے مریم! یہاں سے دُور چلی جاؤ۔

ھذا مقام عبادۃ ولا محل ولادۃ

یہ مقام عبادت ہے محل ولادت نہیں۔ (نعرہ)

فرماتے ہیں:

جب میری ولادت کا وقت آیا، تو میری والدہ ماجدہ بھی طواف خانہ خدا کر رہی تھیں، پریشان ہونے لگیں، یہ اللہ کا گھر ہے، اب بچے کی ولادت کہاں ہوگی؟ تو خالق نے ایک نیا دروازہ بنایا، اور ہاتف غیبی کے ذریعے اعلان کرایا:

یا فاطمۃ ادخلی

اے فاطمہ اندر داخل ہو جائیں۔

فرماتے ہیں: عیسیٰ کی ولادت کے وقت ان کی ماں کو اللہ کے گھر سے دور کر دیا جاتا ہے، اور میری ولادت کے وقت میری والدہ کے لیے نیا دروازہ بنا کے اندر داخل کرا کے میری ولادت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اب خود فیصلہ کر لو۔ میں افضل ہوں یا عیسیٰ ابن مریمؑ افضل ہیں؟ (نعرہ)

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

وَلَدَتْــهُ فِي الْحَــرَمِ الْمُعَظَّمِ اُمُّـهُ
فَطَـابَتْ وَ طَابَ وَلِيْدُهَـا وَ الْمَـوْلَدُ

کہتے ہیں جناب امیرالمومنینؑ کی والدہ ماجدہ نے کعبہ کے وسط میں حیدرِ کرارؑ کو جنم دیا۔

فرماتے ہیں کہ: مولد بھی پاک، مولود بھی پاک، اور ولادت بھی پاک۔

جائے پیدائش کی طہارت و پاکی

میں اتنا عرض کرتا جاؤں۔ بات سے بات آگئی۔ پیدا ہم بھی ہوتے ہیں، بادشاہ بھی ہوتے ہیں۔ ساری دنیا پیدا ہوتی ہے، پر یہ بات بھی دنیا جانتی ہے کہ جہاں ہم یا ہمارے بزرگ پیدا ہوجائیں، جب تک اس جگہ کو پاک نہ کرلیا جائے، جب تک اس کی تطہیر نہ کرلی جائے، وہاں سجدہ مباح نہیں ہوتا۔ لیکن جہاں حیدرِ کرارؑ کی ولادت ہوئی ہے، خالق نے کائنات کی گردنیں اُس طرف جھکا دیں۔ (نعرہ)

بات لمبی نہ ہوجائے، تو پتا چل گیا کہ اگر خالق ہم سے مکان کے بارے میں پوچھتا، کس جگہ پیدا ہونے کا ارادہ ہے تو اللہ کے گھر کو چھوڑ کر ہم کسی اور جگہ کا نام نہ لیتے۔ تو خالق نے علیؑ کو پیدا کیا، تو اپنے گھر میں۔ اگر خالق ہم سے پوچھتا کہ بتاؤ ہفتے کے سات دنوں میں سے کس دن پیدا ہونے کا ارادہ ہے؟ تو نہ ہم منگل کا نام لیتے، نہ بُدھ کا نام لیتے، نہ اتوار کا نام لیتے، نہ سوموار، یہ تو پہلے ہی منحوس ہے، سب جانتے ہیں۔ تو اگر سارے نام لیتے تو جمعہ کا، اگر جمعہ کے چوبیس گھنٹوں میں سے پھر خالق ہم سے پوچھتا

کس گھڑی میں پیدا ہونے کا ارادہ ہے، تو صبح صادق سے بہتر ہمیں کوئی وقت نظر نہ آتا۔ جو جنتی وقت ہے اس کے بارے میں کہا گیا، جو نہ دن میں داخل ہے نہ رات میں۔ بلکہ جنت کے اوقات میں سے ایک خاص وقت ہے۔ تو خالق نے حیدرِ کرار کی ولادت کی تو جمعہ کے دن، وہ بھی صبح صادق کے وقت باقی رہ کیا گیا؟ (صلوات)

لہٰذا یہ وہ مولود مسعود ہیں کہ اگر خالق کسی پیدا ہونے والے سے پوچھتا کہ کس مکان اور کس زمان میں پیدا ہونا چاہتے ہو۔ سارے زمانوں میں سے آدمؑ سے شروع کرو، وہ بھی ایک زمانہ تھا۔ ان کے بعد جناب نوحؑ آئے، وہ بھی ایک دَور تھا، موسٰی کلیم اللہؑ تشریف لائے، وہ بھی ایک وقت تھا۔ عیسٰی روح اللہؑ بھی آئے، وہ بھی ایک وقت تھا۔ جناب خلیلؑ آئے، جناب اسماعیلؑ آئے۔ ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے۔ جس دَور میں جو نبی تھا، وہ مبارک دَور تھا۔ سب سے آخر میں ہمارے خاتم الانبیاءؐ تشریف لائے، اب ماننا پڑے گا کہ جتنے بہتر دَور ہیں، وہ آدمؑ سے شروع ہوئے، اور خاتمؐ پر آکر ختم ہو گئے۔

اگر خدا ہم سے پوچھتا کہ بتاؤ ان دَوروں میں سے کس دَور میں، کس زمانے میں پیدا ہونے کا ارادہ ہے؟ تو ہم آدمؑ کے دَور کا نام نہ لیتے، ہم جناب نوحؑ کے زمانے کا نام نہ لیتے۔ ہم کہتے: یا اللہ اگر ہماری عرض ماننا ہے، اگر ہماری التماس پر توجہ فرماتا ہے، تو پھر ہمیں اس نبی کے دَور میں پیدا فرما، جس کے اُمتی ہونے کے ساتھ نبی دعائیں فرماتے ہیں۔ تو خالق نے علیؑ کو پیدا کیا تو خاتم الانبیاءؐ کے دَور میں۔ لہٰذا علیؑ کو زمانہ وہ ملا جو سارے زمانوں سے افضل، ولادت کے لیے خاندان وہ ملا جو سارے خاندانوں سے افضل، وقت وہ ملا جو سارے اوقات سے افضل۔ جگہ وہ ملی

جو سارے مقامات سے افضل ۔ جب علیؑ ہر چیز میں افضل نظر آتے ہیں تو پھر نبیؐ کے بعد سوچتے کیوں ہو کہ افضل کون ہے ۔ جو بھی معیارِ فضیلت ہے، جو بھی معیارِ فضیلت معین کیا جائے، مقرر کیا جائے، میرا دعویٰ ہے اور صبح قیامت تک یہ قائم رہے گا ۔ کیونکہ بے شک کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ (رحمٰن: ۲۶) میں نے ہمیشہ زندہ نہیں رہنا، ہر آدمی نے مرنا ہے ۔

جب احمدؐ مرسل نہ رہے کون رہے گا

لیکن ان شاء اللہ جو کتابیں لکھی گئیں، یہ صبح قیامت تک قائم رہیں گی، دائم رہیں گی ۔ جو بات میں نے اپنی کتابوں میں ثابت کی ہے، ان شاء اللہ صبح قیامت تک کوئی مائی کا لال اسے رد نہیں کر سکے گا ۔

فضیلت کا میزان

میں کہتا ہوں آؤ دنیا والو! پہلے یہ سوچ لیں کہ جب کسی کو افضل کہنا ہو تو فضیلت کا میزان کیا ہوتا ہے ۔ افضل ہونے کا معیار کیا ہوتا ہے، افضل ہونے کا ترازو کیا ہے ۔ افضل ہونے کی کسوٹی کیا ہے؟ آیا خاندان ہے، یعنی نسب ہے، یا حسب ہے، علم ہے، یا عمل ہے ۔ یا شجاعت ہے یا تقویٰ ہے؟ کوئی چیز تو ہوگی معیارِ فضیلت ۔ عام طور پر علم کلام کی کتابوں میں ہمارے بھائی یہ لکھتے ہیں کہ معیارِ فضیلت دو چیزیں ہیں:

① ایک علم ② دوسرا تقویٰ یعنی عمل ۔

یہ ہیں معیارِ فضیلت ۔

میں کہتا ہوں یہ دونوں بھی ٹھیک ہیں ۔ اگر قرآن کو بنظر غور پڑھا جائے تو دو معیار اور بھی نظر آتے ہیں ۔

① ایک طاقت وقوت، اور ② دوسرا علم کے مطابق عمل ۔

گویا معیارِ فضیلت تہتر فرقوں کی کتابیں پڑھی جائیں ساری تحریریں،

ساری تقریریں، سارے میزان، سارے معیار، ساری کسوٹیاں اکٹھی کی جائیں تو مجموعہ چار چیزیں بنتی ہیں۔ کثرتِ علم، کثرتِ عمل، کثرتِ تقویٰ، کثرتِ طاقت۔

میں زیادہ وضاحت میں نہیں جاتا۔ میں کہتا ہوں آؤ جو جی چاہے اس کو معیار ٹھہرالو، اور میرا دعویٰ ہے کہ محمد عربیؐ کے بعد پورے عالم امکان میں نہ کوئی علیؑ کا ثانی تھا، نہ کوئی ہے، نہ قیامت تک پیدا ہوگا۔ (نعرہ)

میرے عزیزو! میرے بھائیو! اور میرے بزرگو!

ایک ایک جملہ کہنا کافی جانتا ہوں، اگر علم کے لحاظ میں دیکھا جائے، علمی معیار پہ پرکھا جائے، تو میرا دعویٰ ہے کہ پیغمبر خاتم الانبیاءؐ کے بعد اس آسمان کے تلے، اس زمین کے اوپر، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اوپر نیچے کی قید بھی ختم کر دو۔ عالم بالا، عالم ارضی، تحت الثریٰ، فوق السماء پورے عالم امکان میں مصطفیؐ کے بعد، رحمۃ للعالمین کے بعد، نذیرا العالمین کے بعد، علیؑ کے برابر کائنات میں کوئی عالم علم لدُنی نہیں ہے۔

اس موضوع پر کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ کئی عشرہ مجالس پڑھے جا سکتے ہیں۔ اور میں اشارہ کر کے وعدے کے مطابق آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔

پہلی دلیل

نبیؐ کی نظر میں، خدا کی نظر میں، حضرت نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت علیؑ کے برابر کوئی عالم نہیں۔ اگر کوئی ہوتا تو نبی پاک ﷺ اپنے شہر علم کا دروازہ حضرت علیؑ کو نہ بناتے۔

أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا۔ مَنْ أَرَادَ الْمَدِيْنَةَ فَلْيَأْتِ الْبَابِ

یہ اس بات کی ناقابلِ رد دلیل ہے کہ عصمتِ کبریٰ کے تاجدار، ختم رسالت کے مالک و مختار کی نگاہِ عصمت میں پورے عالمین میں، نگاہِ رحمۃ

العالمین میں، شہرِ علمِ نبوت کا دروازہ بننے کے قابل حسنینؑ کے باپؑ کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔

دوسری بات نبی مکرم ﷺ کے صحابہؓ کا قول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، جیسا کہ ہمارے بھائیوں کی کتابیں چھلک رہی ہیں، بطورِ نمونہ اگر حوالہ دیکھنا چاہو تو "ریاض النضرہ" موجود ہے۔ "ینابیع المودۃ" موجود "کفایۃ الطالب" موجود۔ اس کے علاوہ بیسیوں کتبِ فضائل "فرائد السمطین" وغیرہ موجود ہیں کہ جب ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم تو ہے یا کوئی اور؟ تو انھوں نے کہا: تو نے حقیقی عالم کو دیکھا ہی نہیں۔ روایت لمبی ہے۔ اس کا ایک ٹکڑا پیش کر کے آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔

انھوں نے کہا کہ: میرا تو خیال تھا کہ آپ بڑے عالم ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: تم مجھے سب سے بڑا عالم سمجھتے ہو۔ آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ مصطفیٰؐ کے بعد سب سے بڑا عالم کون ہے؟

مَا عِلْمِیْ وَ مَا سِوٰی عِلْمُ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فِیْ جَنْبِ عِلْمِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اِلَّا کَقَطْرَۃٍ فِیْ جَنْبِ سَبْعَۃِ اَبْحُرٍ۔

میں ایک کیا، اگر تمام اصحابِ نبی کے علم کو اکٹھا کیا جائے، پھر ہم سب کے علم کو علی ولیؑ کے علم سے نسبت دی جائے، تو ہم سب کے علم کو علی ولی کے علم سے وہی نسبت ہوگی جو سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرۂ بے مقدار کی ہوتی ہے۔ (نعرہ)

تیسری بات

حضرت علیؑ کا دعویٰ

اس سلسلہ میں جو تیسری بات کہنی ضروری سمجھتا ہوں، وہ خود حیدرِ کرار کا دعویٰ سلونی سلونی۔ جس کے بارے میں جناب ابن حجر مکی نے "صواعق،

محرقہ" میں لکھا ہے کہ یہ وہ بلند دعویٰ ہے کہ پیغمبر خاتم الانبیاءؐ کے تمام اصحاب میں سے سوائے علیؑ کے کسی اور نے نہیں کیا۔

مَیں اس میں اتنی تھوڑی سی ترمیم کر دوں، اتنا تو ابن حجر مکی نے بھی مان لیا کہ اصحاب نبی ﷺ میں سے کسی اور نے حضرت علیؑ کے سوا دعویٰ نہیں کیا۔

میں اِتنا کہوں گا کہ حضرت! ذرا تعصب کی پٹیاں اُتار کر "تاریخ انبیاءؑ" پڑھو۔ یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گا کہ "سلونی" کا دعویٰ اتنا بلند دعویٰ ہے، اتنا عظیم دعویٰ ہے، اتنا بالا دعویٰ ہے، اس قدر اجلیٰ و ارفع، اتنا عظیم دعویٰ ہے کہ کسی نبی نے نہیں کیا۔ اگر یہ دعویٰ کر کے نبھایا ہے تو یا حضرت نبی پاک ﷺ نے یا حضرت علی علیہ السلام نے۔ (نعرہ)

تاریخ عالم گواہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک کسی نبی نے بھی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ لہٰذا علم کے لحاظ سے دیکھا جائے تو خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد حضرت علیؑ جیسا کوئی عالم نظر نہیں آتا۔ تو ماننا پڑے گا کہ علیؑ افضل ہیں۔

بہادری کیا ھے

آؤ ذرا بہادری کی بات ہوجائے۔ بہادر بڑے گزرے ہیں۔ بڑے ملیں، بڑے پیدا ہوں گے۔ پر کوئی کہے گا کہ ساہیوال میں فلاں کے برابر کوئی نہیں۔ کوئی کہے گا سرگودھا میں فلاں جیسا کوئی دلیر نہیں۔ کوئی کہے گا پورے پاکستان میں فلاں جیسا کوئی جنگ جو نہیں۔ کوئی کہے گا پورے ہندوستان میں فلاں جیسا کوئی جری اور جسور نہیں۔

اگر کوئی یہ کہہ دے کہ پوری دنیا میں فلاں جیسا کوئی نہیں۔ لوگ اس کی گردن پکڑ لیں گے۔ تم نے پوری دنیا کے بہادر دیکھے کب ہیں کہ تم دعویٰ کرو کہ فلانے کے برابر پوری دنیا میں کوئی بھی نہیں۔ تم اپنے علاقے کی بات

کرو۔ اپنی معلومات کی بات کرو۔ اپنی اوقات کو دیکھ کے بات کرو، تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ پوری دنیا میں فلاں کے برابر کوئی نہیں۔

فرشتوں کی گواہی

لیکن میں عرض کرتا ہوں حضرت علیؑ کے بارے میں، جنوں کی نہیں، انسانوں کی نہیں، دوستوں کی نہیں، دشمنوں کی نہیں، جبریلؑ کی شہادت موجود ہے۔ آسمان کے معصوم فرشتوں کی، وہ جبریلؑ جس نے آدم صفی اللہ سے لے کر حضرت عیسٰیؑ تک ہر نبی کا دور دیکھا، ہر نبی کے جنگی کارنامے دیکھے۔ جرأت نہیں پڑتی کہ آگے کچھ کہوں۔ جبریلؑ نے نبی کا دور بھی دیکھا، نبی کے دور کی جنگیں بھی دیکھیں۔ اور اس کے بعد آج تک جو واقعات ہوئے، وہ بھی جبریلؑ کے پیشِ نظر ہیں۔ اور قیامت تک جو واقعات ہوں گے، جبریلؑ تو زندہ ہیں جو دیکھ رہے ہیں، اگر جبریلؑ کسی کے بارے میں کہہ دے کہ اس جیسا کوئی بہادر نہیں، تو شہادت معتبر ماننی پڑے گی۔ اوّل تو یہ کہ سارے بہادر اس کے دیکھے ہوئے ہیں، دوسرا یہ کہ شہادت دینے والا معصوم فرشتہ ہے، نہ جنبہ پر وری کا شبہ نہ...... گمان، نہ غلط بیانی کا کوئی امکان۔

حضرت علیؑ کے جنگی کارنامے

دنیا جانتی ہے کہ حیدرِ کرارؑ نے جنگِ اُحد میں وہ جنگی کارنامے دکھائے آسمان کے قدسیوں کو تسبیح چھوڑ کر، تقدیس چھوڑ کر آسمان کی بلندیاں چھوڑ کر، زمین اور آسمان کی درمیانی فضاؤں میں یہ ترانے بکھیر نے پڑے، جو آج تک بکھرے ہوئے فضا میں گونج رہے ہیں۔

اگر دنیا کوئی آلہ بنانے میں کامیاب ہوگئی، جس میں سابقہ دوروں کی آوازوں کو قابو میں کر لیا، تو ان شاء اللہ وہ دور دُور نہیں جب دُنیا اپنے ان مادی کانوں سے یہاں بیٹھ کر سن لے گی، جبریلؑ آگے آگے، لاکھوں فرشتے

تو بچے بچے یہ ترانے پڑھ رہے ہیں:

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

(نعرہ)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پوری کائنات میں "اسد اللہ الغالب" اگر کسی بندے کا لقب ہے تو حسنینؑ کے باپ کے سوا کسی اور کا نہیں۔ پوری تاریخ اسلام ہی نہیں تاریخ عالم امکان گواہ ہے کہ جتنے کارنامے حسنینؑ کے باپ نے میدانِ غزا میں انجام دیے ہیں، ان کی تاریخ عالم میں کوئی مثل اور مثال نہیں ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اگر معیارِ فضیلت، طاقت و قوت کو قرار دیا جائے، جیسا کہ خالق فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ (البقرہ:۲۴۷)

کہ خدا اسے منتخب کرتا ہے جس کا علم زیادہ، اور جس کی طاقت زیادہ ہو۔

تو پتا چل گیا کہ نہ حضرت علیؑ جیسا کوئی عالم نظر آتا ہے، نہ حضرت علیؑ جیسا کوئی بہادر نظر آتا ہے۔

عمل اور تقویٰ

آؤ ذرا عمل کی بات ہو جائے۔ پھر تقویٰ کے بارے میں ایک جملہ عرض کر دوں، جہاں تک عمل کی بات ہے، دنیا جانتی ہے عامل بڑے گزرے ہیں، بڑے ہیں، بڑے ہوں گے۔ اور پتا نہیں کتنے پیدا ہوں گے۔ پر کسی میں کوئی خامی نظر آئے گی، کسی میں کوئی نقص نظر آئے گا، کسی میں کوئی خلل نظر آئے گا، کسی میں کوئی عیب۔ لیکن علیؑ مقامِ عمل میں وہ عامل ہیں، جن کا لقب خالق نے قرآن میں "صالح المومنین" رکھ دیا ہے۔ اگر میدانِ جنگ میں

علیؑ کو لڑتے ہوئے دیکھا جائے، ان جیسا کوئی غازی نظر
دیکھا جائے
نہیں آتا۔ اگر مُصلّئے نماز کے اوپر دیکھا جائے، ان جیسا کوئی نمازی نظر
نہیں آتا۔ اگر ماہِ رمضان کے روزے رکھتا ہوا دیکھا جائے تو ان جیسا کوئی
روزہ دار نظر نہیں آتا۔ اگر سناٹائے شب میں دیکھا جائے تو علیؑ جیسا کوئی تہجد
گزار نظر نہیں آتا۔

عزیز لکھنوی مرحوم نے کہا ہے:

علی ہے نفس مصطفیٰ وہی نسب اس میں عادتیں
سپہر تھرتھرا گیا دکھائیں وہ شجاعتیں

زمین جگمگا اٹھی وہ دل سے کیں عبادتیں
تن ابو ترابؑ سے چمک رہی تھیں آیتیں

رکوع میں سجود میں قیام میں قعود میں

پتا چلا کہ علیؑ وہ عامل ہے جن کا خالق نے قرآن میں لقب ہی "صالح المومنین" تجویز کیا ہے، اور جہاں تک تقوے کی بات ہے، لوگ جتنے بھی ان کی تعریف کی جائے وہ زمرہ مُتقین میں داخل ہوں گے۔ فلانا متقی ہے، فلانا گروہ مُتقین کا ہے، فلانی جماعت تقوے والوں کی ہے۔

میں کہتا ہوں جس کو چاہو متقی بنا لو، جن کو چاہو مُتقین کا نام دو۔ لیکن یاد رکھو جس کو متقی کہو گے، جس جماعت کو متقی جماعت کہو گے، اس وقت تک وہ متقی بن نہیں سکتا جب تک علیؑ کو امام المتقین نہ مان لے۔...... دنیا والے جانتے ہیں علیؑ وہ متقی ہے اور امام المتقین ہے، دنیا ہے نیک، علیؑ ہے قائد الغرا لمحجلین۔ تو پتا چل گیا کہ جس معیار کو معیارِ فضیلت قرار دیا جائے، نبیؐ کے بعد سب سے افضل، سب سے اعلیٰ، سب سے اشرف، سب سے اکمل، سب سے بلند، سب سے

بالا، علیؑ ہی علیؑ نظر آئیں گے۔ علیؑ ہی عالی نظر آئیں گے۔ ہر میدان میں علیؑ ہی علیؑ نظر آئیں گے۔

بات بہت طول نہ پکڑ جائے، ورنہ میں تو معذرت کے ساتھ کہوں گا جن سے دُنیا علیؑ ولی کا تقابل کرتی ہے، مَیں تو ان کے مقابلے میں علیؑ کا نام لینا بھی ان کی اِہانت جانتا ہوں۔ مَیں کہا کرتا ہوں، پھر ایک بار کہتا ہوں، اگر علیؑ کی عظمت کا اندازہ لگانا ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ علیؑ کا موازنہ نہ کرو۔ نفسِ نبیؐ کے ساتھ اصحابِ نبیؐ کا موازنہ نہ کرو۔ علیؑ کا موازنہ جنوں سے نہ کرو۔ علیؑ کا مقابلہ فرشتوں سے نہ کرو۔ علیؑ کا مقابلہ خدا سے بھی نہ کرو۔ علیؑ کا مقابلہ مصطفیؐ سے بھی نہ کرو۔ کیونکہ وہ ادنیٰ نظر آتے ہیں، خدا اور مصطفیؐ اعلیٰ نظر آتے ہیں۔

مقابلہ کس سے کیا جائے

اگر مقابلہ کرنے کا شوق ہے تو پھر کن سے کرو۔ حضرت آدم صفی اللہ سے شروع کرو، اور حضرت عیسیٰؑ تک چلے آؤ۔ ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو اپنی عظمتوں سمیت، عصمتوں سمیت، شجاعتوں سمیت ایک طرف، اور میرے آقا مولا حیدرِ کرار آج کے مولودِ مسعود کو دوسری طرف۔ پھر انصاف کی عینک لگا کر، عدل و انصاف کا دامن تھام کر، باپ دادے کی تقلید کا پٹا توڑ کر، کائنات کے دامن کو چھوڑ کر، ادھر نبیوں کے اوصاف کو ایک پلڑے پر رکھو، اور علی ولیؑ کے کمالات کو دوسرے پلڑے پر رکھو۔ اگر علیؑ کا پلڑا جھکتا ہوا، اور باقی نبیوں کا پلڑا اُٹھتا ہوا نظر نہ آئے تو علیؑ کو علیؑ نہ سمجھنا۔ (نعرہ)

☆

دسویں مجلس

امام زمانہؑ

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ روس المومنین

دسویں مجلس

امام زمانہؑ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علیٰ اشرف الانبیاء و المرسلین و اھل بیتہ الطیبین المطھرین المعصومین اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ المجید و الفرقان الحمید اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ (بنی اسرائیل:۸۱) (صلوات)

سنی شیعہ سب علماء کرام نے اپنی اپنی کتابوں اور تفسیروں اور حدیثوں میں تحریر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ہے (اسماعیل دہلوی نے "منصب امامت" میں یہ مستند فرمان پیش کیا ہے۔ متعدد حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ)

"جو بندہ مرجائے اور اپنے وقت کے امام کی معرفت نہ رکھتا ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے، اس کی موت اسلام پر نہیں ہے"۔ (صلوات)

آج کا جشن امام زمانہؑ کے ساتھ مخصوص ہے، تاکہ ان کی معرفت حاصل ہو جائے، اور پتا چل جائے کہ ان کے بارے میں عقیدہ کیا رکھنا چاہیے۔ ان کی غیبت کبریٰ کے بارے میں نظریہ کیا رکھنا چاہیے کہ امام کب ظہور فرمائیں گے، اور ظہور امامؑ سے پہلے کون سی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور ان میں سے

کون سی علامتیں خصوصی اور حتمی ہیں اور کون سی علامتیں عمومی ہیں۔ چونکہ زیادہ وقت نہیں ہے۔ خلاصہ کے طور پر بیان کر دوں گا۔

میرے مومن بھائیو! جہاں تک بارھویں امام مہدیؑ کا تعلق ہے، بارھویں کا ذکر اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اس سے پہلے کا ذکر نہ کیا جائے۔ آدمؑ سے شروع کرو، خاتم الانبیاء ﷺ تک چلے آؤ، کہ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ جب ایک نبی دنیا سے جاتا تھا تو اس کے بعد خالق نبوت و رسالت دے کر دُوسرا نبی بھیج دیتا تھا۔ یہ ہی مشہور ہے، خالق کون و مکان نے بنی نوعِ انسان کی ہدایت کے لیے جاگیر جنت کا پٹا گردن میں ڈالنے کے لیے، جہنم سے دامن کو بچانے کے لیے جہنم کے شعلوں سے نجات دلانے کے لیے دو چار نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہادی و رہنما و پیشوا بھیج دیئے۔

جب ہمارے نبیؐ کا دَور آیا، خالق نے منصب نبوت بھی ختم کر دیا، اور رسالت کا سلسلہ بھی ختم کر دیا۔ اس طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ناکا لگا دیا۔ ہمارے خاتم الانبیاء ﷺ وہ ہیں کہ آفتابِ قیامت کے طلوع ہونے تک نہ کوئی نیا نبی آئے گا نہ کوئی نیا رسول آئے گا۔ اگر آئے گی تو صرف قیامت آئے گی اور قیامت بھی اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک قیامت سے پہلے بارھویں امامت نہیں آئے گی۔ (صلوات)

پھر قیامت آئے گی (اہل سنت والجماعت کی صحاح ستہ کتابیں بھی موجود ہیں، ہماری کتب اربعہ بھی موجود ہیں، یہ مل جل کر سب دس کتابیں بنتی ہیں) لیکن میں دس ہزار بھی کہوں تو کم ہیں، شیعہ سنی سب علماء و فقہاء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نبوت ختم ہوگئی، رسالت ختم ہوگئی، اب میرے بعد امامت ہوگی، وصایت ہوگی، ہدایت ہوگی، ولایت ہوگی۔ جس

طرح نبی بہت زیادہ تھے میرے بعد میری مسند کے وارث صرف بارہ ہوں گے ۔ صبح قیامت کے طلوع ہونے تک نہ بارہ کے تیرہ ہوں گے، نہ بارہ کے گیارہ ہوں گے ۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: میری امت میں کائنات کے پیشوا بارہ ہوں گے، ہادی بارہ ہوں گے، رہنما بارہ ہوں گے، دُنیا کے شہنشاہ بارہ ہوں گے ۔

اس میں کوئی اِختلاف نہیں ۔ اگر کوئی اِختلاف اس میں اکثریت کہتی بھی ہے، اور تحریر بھی کرتی ہے ۔ اس بات کی شیعہ مذہب خیرالبریہ نے بھی اور اہل سنت والجماعت نے بھی تائید و تصدیق کی ہے کہ وہ بارہ ہیں ۔ سب کا اِتفاق ہے ۔ پہلے کا نام علیؑ ہوگا، اور آخری کا نام مہدی ہوگا ۔ اہل سنت نے اگر ظاہری طور پر تحریر کیا ہے کہ بنی اُمیہ کے خلیفے جو ہیں، جن کو لوگ خلفائے رسول کہتے ہیں اور تحریر بھی کرتے ہیں، ان کی بھی تعداد بارہ سے زیادہ نظر آتی ہے، اور ان کی تعداد چودہ نظر آتی ہے اور بنی عباس کی تعداد بھی دیکھی جائے تو ۳۷ نظر آتی ہے ۔ ان سب کو اکٹھا کیا جائے تو ۵۱ بنتی ہے ۔ مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ وہ بارہ کون سے ہیں جن کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا ہے ۔ ان بارہ سے مراد کون ہیں؟

مولانا شاہ عبدالحق دہلوی نے اِقرار کیا ہے کہ اس حدیث سے کونسے بارہ مراد لیے جائیں ۔ اور وہ کون ہیں؟ کوئی کہتا ہے کہ فلاں ہیں، کوئی کہتا ہے فلاں ہیں ۔

اور مولانا شاہ عبدالحق دہلوی آخر میں کہتے ہیں یہ حدیث علماء پر مُشکل بن گئی، اور پھر لکھتے ہیں:

"جو بھی ہوں وہ بارہ نہیں ہیں، جن کا شیعہ نام لیتے ہیں" ۔

میں ادب کے ساتھ صرف اتنا ضرور کہوں گا کہ کاش وہ علماء کرام یہ لکھ دیتے اور بتا دیتے کہ جن کو شیعہ امام مانتے ہیں ان میں عیب کون سا ہے، خامی کون سی ہے، اور جو اُن کے مقابلے میں لائے جاتے ہیں، اُن میں خوبی کیا ہے؟ کاش یہ تحریر کر دیتے ان اماموں کا نام لکھ دیتے۔

ہمارے امام کون هیں اور ان کے امام کون هیں

شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری کو اپنے چار خلیفے نظر آتے ہیں اور پانچویں معاویہ، ہمارا پانچواں محمد باقرؑ، ان کا چھٹا یزید، ہمارا چھٹا جعفر صادق ان کا ساتواں مروان، ہمارا ساتواں موسیٰ کاظم۔

پھر بھی وہ کہتے ہیں جو شیعہ مانتے ہیں وہ مراد نہیں ہیں۔ بہر حال میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ بہر حال جو بھی بارہ ہیں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پیغمبرؐ کے جانشین بارہ ہیں۔ نہ بارہ کے گیارہ ہوں گے، نہ بارہ کے تیرہ ہوں گے۔ ہمارے امام بارہ ہیں، جن کا ذکر میں نے کر دیا، ساری دُنیا جانتی ہے کہ ہم بارھویں کا اِنتظار کر رہے ہیں۔ صرف مُسلمانوں کا مذہب نہیں، تمام اقوامِ عالم آنے والے نجات دہندہ کا اِنتظار کر رہے ہیں۔ ہندو بھی اِنتظار کر رہے ہیں، یہودی بھی اِنتظار کر رہے ہیں، وہ کس کا اِنتظار کر رہے ہیں؟ وہ جانیں، ان کے عقائد جانیں، مگر امتِ مُسلمہ دو ہستیوں کا اِنتظار کر رہی ہے۔ ایک امام مہدیؑ کا اِنتظار، دوسرے حضرت عیسٰی ابن مریمؑ کے آسمان سے نازل ہونے کا اِنتظار کر رہے ہیں۔ اللہ وہ ہے جس نے انھیں دینِ حق دے کر بھیجا، تاکہ اِسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے۔

ہمارے بارھویں امامؑ کی شان

چودہ سو سال گزر چکے ہیں، ابھی تک غلبہ نہیں ہوا۔ اِسلام کا غلبہ اس دَور میں ہوگا جب امام مہدیؑ ظہور فرمائیں گے۔ ادھر سے عیسٰی ابن مریم

آسمان سے نزول کریں گے ۔ دونوں ہستیاں اکٹھی ہوں گی ۔ نماز کا وقت ہوگا، امام زمانہ فرمائیں گے حضرت عیسیٰ آئیں اور نماز پڑھائیں ۔

حضرت عیسیٰ ہاتھ باندھ کر عرض کریں گے :

اے مولا! میں آپ کی موجودگی میں کیسے نماز پڑھاؤں ۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ۔ آپ موجود ہوں اور میں نماز پڑھاؤں ۔

لہٰذا امام مہدیؑ آگے کھڑے ہوں گے ۔ اہلِ ایمان پیچھے کھڑے ہوں گے ۔ جہاں دوسرے کھڑے ہوں گے ان میں ایک جناب عیسیٰ بھی جو ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کے نمائندہ ہوں گے ۔

میں کہوں گا کہ جہاں ہمارے رسولؐ کے بارھویں کے قدم ہوں گے، وہاں سابقہ نبیوں کے نقیب کی پیشانی جھکی ہوگی ۔ اس وقت یہ راز کھلے گا کہ سابقہ نبیوں کا مقام کیا ہے اور ہمارے نبی کی مسند کے وارث کا مقام کیا ہے ۔

سب کا اتفاق ہے کہ بارھواں آئے گا، ضرور آئے گا، لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ بارھویں کی ولادت ہو چکی ہے یا ہوئی ہے؟ آخری زمانے میں ہوگی ۔

اہل سنت والجماعت کا اس میں اختلاف ہے کہ بارھویں کی ولادت ہو چکی ہے جو آخری زمانے میں ہوگی ۔ اکثر اہلسنّت والجماعت اور شیعہ کا ایک مُسلّمہ عقیدہ ہے کہ بارھویں کی ولادت ۲۵۵ ہجری میں ہو چکی ہے ۔ ستر سال تک غیبت صغریٰ گزارنے کے بعد ۳۲۹ ہجری میں غیبت کبریٰ میں چلے گئے ۔ جب خالق چاہے گا ظہور فرمائے گا ۔

اس وقت قمرِ امامت غیبت کبریٰ میں ڈوبا ہوا ہے، جب خالق چاہے گا ظاہر ہوگا ۔ "اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی" ۔ بعض اہلسنّت نے لکھا ہے کہ بارھویں پردہ غیبت میں ہیں ۔

بارھواں وارث پردۂ غیب میں ہو گا

یہاں میں عرض کرتا جاؤں کہ جس نبیؐ نے فرمادیا کہ: میری مسند کے وارث بارہ ہوں گے اور بارھواں پردہ غیبت میں ہوگا، اور لوگ اس کا انتظار کر کے تھک جائیں گے ۔تو اعتراض کریں گے کہ بارھواں کوئی ہے ہی نہیں ۔تو اس نبی کا یہ فرض نہیں بنتا تھا کہ اس بارھویں کی کچھ علامات بتادیتا، ان کا حسب ونسل بتادیتا، ان کا رنگ بتادیتا، ان کا روپ بتادیتا، ان کی کچھ علامات بتادیتا ۔اگر پیغمبر نہیں بتاتے تو دنیا گمراہ ہوجائے، تو گمراہی کا ذمہ دار رسول ہوگا، تو لہٰذا رسولؐ نے بارھویں کا حسب ونسل بتادیا ۔پیغمبرؐ نے امام مہدی کا نام بتادیا، تاکہ کوئی بندہ اندھیرے میں نہ رہ جائے ۔

بارھواں امام میری بیٹی فاطمہؑ کی نسل سے ہو گا

ترمذی اور مشکوٰۃ میں ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: میری عترت اہلِ بیتؑ سے بارھواں ہوگا، اور مہدی میری بیٹی کی نسل اولاد سے ہوگا ۔

بارھواں امام حسینؑ کی اولاد سے ہو گا

ایک دن سلمان محمدیؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! اگر اولادِ فاطمہؑ سے ہوگا تو زہراءؑ کے دو بیٹے ہیں، ایک کا نام حسنؑ ہے، دوسرے کا نام حسینؑ ہے ۔ مہدیؑ حسنؑ کی اولاد سے ہوگا یا حسینؑ کی نسل سے ہوگا؟ ۔

بارھویں امام کی آمد پر خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی

رسولؐ نے فرمایا: اولادِ حسینؑ سے ہوگا ۔

پھر فرمایا: جب ہمارا آخری مہدیؑ آئے گا آسمان والے آسمان پر خوش نظر آئیں گے، زمین والے زمین پر خوش نظر آئیں گے ۔حتیٰ کہ ہوا میں اُڑنے والے پرندے بھی خوش نظر آئیں گے ۔

رسولؐ نے مہدیؑ کا نسب نامہ بتادیا، قد بتادیا،

رسولؐ فرماتے ہیں: مہدیؑ کی کنیت وہ ہوگی جو میری ہوگی، ابوالقاسم۔
مہدی کا نام وہ ہوگا جو میرا نام ہے، محمدؐ۔
بارھواں امام ضرور آئے گا۔

مہدی کیوں نہیں آتے؟ ایک اعتراض کا جواب

کئی لوگ کہتے ہیں: دنیا ظلم سے بھر چکی ہے، امام مہدیؑ کیوں نہیں آتے؟ خدا کیوں نہیں بھیجتا؟...... میں کہتا ہوں کہ اگر آپ پہلا خلیفہ بنا سکتے ہیں تو بارھواں بھی بنا لو۔ اگر آپ بارھواں نہیں بنا سکتے تو پہلا کیسے بنا لیا۔ بنانا اللہ کا کام ہے، جسے وہ بنائے اسے ماننا ہمارا کام ہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ امت مل کر اگر بارھواں نہیں بنا سکتی تو پہلا کیسے بنا سکتی ہے۔ لہٰذا عہدۂ نبوت کے لیے اور عہدۂ خلافت و امامت کے لیے منتخب کرنا اللہ کا کام ہے۔ ساری دنیا مل کر نہ غیر نبی کو مسندِ نبوت پر بٹھا سکتی ہے، نہ امامت دے سکتی ہے۔ یہ اللہ کا کام ہے۔

امامؑ کی طویل العمری پر اعتراض کا جواب

پھر بھی کچھ لوگ کہتے ہیں ۲۵۵ ہجری امام مہدیؑ کی ولادت مانی جائے تو اتنی عمر تک کوئی کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟ تو میں سوال کرنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ حضرت خضرؑ زندہ ہیں، حضرت خضرؑ کی عمر زیادہ ہے یا امام مہدیؑ کی؟ حضرت عیسٰیؑ زندہ ہیں، حضرت عیسٰیؑ کی عمر زیادہ ہے یا امام مہدیؑ کی؟ ہر بندہ یہی کہے گا کہ حضرت خضرؑ اور حضرت عیسٰیؑ کی عمر زیادہ ہے۔ کیونکہ حضرت عیسٰیؑ آسمان کی بلندیوں پر جا چکے ہیں، جو قادرِ مطلق آسمان کی بلندیوں پر اتنے سال تک حضرت عیسٰیؑ کو زندہ رکھ سکتا ہے اور رکھنے پر قادر ہے تو وہ قادرِ مطلق مہدیؑ کو زمین پر زندہ رکھنے پر قادر نہیں؟ اگر خدا قادر ہے تو یہ اعتراض غلط ہے۔ اگر خدا قادر نہیں تو پھر تمھاری توحید کیا ہے؟

غیبت امامؑ پر اعتراض کا جواب

پھر اعتراض کرتے ہیں کہ اس امام کا کیا فائدہ جو سامنے نہیں آتا؟ ہم کلام کرتے ہیں، ہمابلاتے ہیں، وہ جواب نہیں دیتے۔ ہمارے ساتھ سلام علیکم نہیں کرتے، ہمارے ساتھ رابطہ نہیں کرتے۔ وہ امام ہماری رہنمائی کیسے کرسکتا ہے۔

میرے دوستو! اگر چہ یہ مثال مناسب نہیں ہے۔ لیکن میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، آپ میں سے کسی نے شیطان کو دیکھا ہے؟ نہیں۔ وہ آنکھوں سے پوشیدہ ہے، وہ کیسے گمراہ کرسکتا ہے؟

ساری دنیا مانتی ہے کہ شیطان گمراہ کرتا ہے۔ اگر اللہ کا دشمن آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر دنیا کو گمراہ کرسکتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ اللہ کا نمائندہ بھی پردۂ غیبت میں رہ کر ہماری رہنمائی کرسکتا ہے، شیطان کے حربوں کو ناکام بناسکتا ہے۔ دوستوں کے دامن کو اس سے بچاکر وہ لوگوں کو ہدایت کرسکتا ہے۔

زمین حجتِ خدا سے خالی نہیں ہوسکتی

امام ہو یا نبی، ان کا سب سے زیادہ فائدہ دنیا کو یہ پہنچتا ہے کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں ہوسکتی۔ آدمؑ کو پہلے خلق کیا، جب تک اولادِ آدمؑ ہے تو حجت خدا بھی ہے۔ تو بارھواں امام مہدیؑ بھی ہے، اگر ساری زمین پر دو بندے بھی موجود ہوں تو یقین کرنا ان میں سے ایک حجت خدا ہوگا، دوسرا بندۂ خدا ہوگا۔ لہٰذا امام زمانہ کے وجود کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر یہ آسمان بغیر ستون کے کھڑا ہے تو بارھویں کے قدموں کی برکت سے۔ اگر زمین پانی پر کھڑی ہے تو بارھویں کی برکت سے، اگر ہر انسان کو رزق مل رہا ہے تو بارھویں کے صدقے میں اگر آسمان و زمین قائم ہے تو امام کی برکت سے۔ بہرحال بارھواں موجود ہے۔ اور پیدا ہوچکا ہے۔

ظہورِ امامؑ کا وقت

ایک بندے نے امام زمانہ سے غیبت صغریٰ میں پوچھا: مولا! تمھارا ظہور کب ہوگا؟ مولا نے فرمایا: میرے خالق کو پتا ہے ۔قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: میرے خالق کو پتا ہے ۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ امام مہدیؑ کا ظہور کب ہوگا؟ تو فرمایا: میرا خالق جانتا ہے ۔ہم صرف دعا کرسکتے ہیں کہ اے اللہ! اسے جلد بھیج ۔ جسے پردہ میں چھپا رکھا ہے، اسے جلد بھیج دے، تاکہ انتظار ختم ہوجائے ۔

ظہورِ امامؑ کی علامات

اگر دیکھنا ہے کہ ظہور امام سے پہلے نقشہ کیا ہوگا، ان کے ظہور کی علامات کیا ہوں گی؟ اس سلسلے میں ہماری کتب چھلک رہی ہیں ۔اور بیسیوں کتابوں میں موجود ہیں ۔علاماتِ ظہور پر ہمارے علماء نے بہت زیادہ کتابیں لکھی ہیں ۔ اور سب کا اتفاق ہے کہ امام زمانہ کے ظہور کی علامتیں دو قسم کی ہیں ۔ایک علامات عمومی، جن کو علاماتِ غیر حتمی کہا جاتا ہے، جن کے ظاہر ہونے سے پتا چلتا ہے کہ امام زمانہ کے ظہور کا زمانہ قریب آرہا ہے ۔لیکن کتنا قریب، کوئی نہیں جانتا ۔اور کوئی نہیں بتاسکتا ۔اور کچھ وہ علامات ہیں جن کو علامات حتمی کہا جاتا ہے ۔ جب وہ علامات ظاہر ہوں گی اس کے بعد چند دنوں میں امامؑ کا ظہور ہوگا ۔ یقینا ہوگا ۔لہٰذا وہ عمومی علامات ان کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔اور جو حتمی علامات ہیں، وہ کل پانچ ہیں، چھٹی علامت کوئی نہیں ۔لہٰذا جو غیر حتمی علامات ہیں جو قربِ ظہورِ امام زمانہؑ پر دلالت کرتی ہیں وہ دو چار نہیں بلکہ ہزاروں ہیں ۔لہٰذا پہلے میں چند عمومی علامتوں کا تذکرہ کرتا ہوں اور آخر میں وہ پانچ علامتیں ائمہ اہلِ بیتؑ کے فرمان کی روشنی میں بیان کرتا ہوں ۔ جن کے ظاہر ہونے کے بعد امامؑ جلدی ظہور فرمائیں گے ۔

وہ علامات جو امام زمانہ کے ظہور کے قریب ہونے پر دلالت کرتی ہیں وہ علامتیں ہمارے ائمہ معصومینؑ نے بیان فرمائی ہیں۔ جیسا کہ میں عرض کیا، وہ دو چار نہیں، ہزاروں نہیں، بلکہ وہ علامات پانچ ہیں۔

جب شمس امامت پردۂ غیب میں چلا جائے گا اور ان کے ظہور کے ذرا دن قریب ہوں گے تو لوگوں کی حالت یہ ہوگی:

قرب ظہور میں لوگوں کی حالت

① اولاً تو لوگ نماز بہت کم پڑھیں گے، جو پڑھیں گے فرادی پڑھیں گے، جماعت کے ساتھ نہیں پڑھیں گے۔

② ظاہراً مصافحہ بھی کریں گے، لیکن دلوں میں اتنی دوری ہوگی جتنی مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔

③ بدن ایک دوسرے کے قریب ہوں گے اور روح ان کے ایک دوسرے سے دور ہوں گے۔

④ نمازوں میں اکٹھے ہوں گے مصافحہ کریں گے دل میں نفرت ہوگی۔

⑤ ایک دوسرے کی موت کی تمنا کریں گے۔

⑥ ظاہراً ملیں گے تو مسکرا کر ایک دوسرے سے، جب پیچھے جائیں گے تو قینچی کی طرح کاٹتے ہوئے نظر آئیں گے۔

⑦ امام زمانہ کی غیبت کبریٰ کے دوران منافقت عام ہوگی۔

⑧ لوگ دو مُنْھ ہونگے۔ جب سامنے آئینگے تو اور بات کرینگے جب سامنے نہ ہوں تو اور بات کریں گے۔ سامنے آئیں گے تو جھکتے جائیں گے۔

⑨ سامنے دوست ہوں گے پشت پر دشمن ہوں گے۔

⑩ سامنے آئیں گے تو تعریفیں کرتے ہوئے نظر آئیں گے، پشت پر ہوں گے تو باطل نظر آئیں گے۔

⑪ غیبت تہمت......کرتے ہوئے نظر آئیں گے ۔
⑫ مال حلال وحرام کی تمیز ختم ہوگی ۔
⑬ شراب عام ہوگی ۔
⑭ ناپ تول میں کمی ہوگی ۔
⑮ والدین کا احترام کم ہوگا ۔
⑯ منافقت عام ہوگی ۔

مُنافق کی پہچان

① ایک وہ منافق بظاہر اللہ کو مانتا ہے، ظاہرا نبی کو مانتا ہے، زبان سے امامت کو بھی مانتا ہے، اسلام کا اقرار بھی کرتا ہے، یہ سب کچھ زبان سے دل سے نہیں ۔دل سے نہ خدا کو خدا مانتا ہے نہ نبی کو نبی مانتا ہے نہ امام کو امام مانتا ہے ۔نہ علیؑ کو اللہ کا ولی مانتا ہے ۔

سورت منافقون ۔ اذا جائك المنافقون...... (سورة منافقون:١)

اے میرے حبیبؐ! جب منافق تیرے سامنے آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے ۔ خدا فرماتا ہے کہ میں اللہ جانتا ہوں تو میرا رسول ہے ۔ کیونکہ تجھے بنایا جو میں نے ہے ۔لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں ۔وہ دل سے تجھے اللہ کا رسول نہیں مانتے ۔لہٰذا منافق کا ایک معنی یہ ہوا جو بظاہر خدا کو بھی مانے رسول کو بھی مانے علیؑ ولی کو بھی مانے، لیکن دل سے نہ مانے ۔اگر ان کا دل چیرا جائے تو نہ وہ خدا کو مانتے ہیں نہ رسولؐ کو مانتے ہیں نہ علیؑ ولی کو مانتے ہیں ۔

② دوسری منافق کی پہچان، وہ خدا کو بھی مانے، رسول کو بھی مانے پر علیؑ ولی کو نہ مانے ۔علیؑ کو اللہ کا ولی نہ مانے ۔مشکوٰۃ شریف ترمذی شریف حضرت زیدؓ بن ارقم ایک بہت مشہور صحابی گزرے ہیں، ان سے چند نوجوانوں نے

پوچھا: اے چاچا زید! اللہ کا قرآن کیا کہتا ہے، پیغمبرؐ کے زمانے میں منافق تھے؟۔ سورت منافقون بتاتی ہے کہ پیغمبرؐ کے دور میں بھی منافق رہتے تے۔ مگر کسی کے چہرے پر لکھا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ مشرک کون ہے اور منافق کون ہے۔ آپ کو کس طرح پتا چلتا تھا کہ مومن کون ہے اور منافق کون ہے۔

جوزید نے جواب دیا تھا جو میں نے دو کتابوں کا نام لیا ہے ہمارے بھائیوں کی صحاح ستہ کتابوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں: پیغمبرؐ کے زمانہ میں منافق کی پہچان کا آکہ علی بن ابی طالبؑ تھا۔ جو علیؑ کو مانتا تھا وہ مومن، جو نہیں مانتا وہ منافق ہے۔ جو علی کا نام سن کر خوش ہوتا تھا، وہ مومن جس کا چہرہ پھول کی طرح کھل جاتا ہے پتا چل جاتا تھا کہ یہ مومن ہے۔ جو علیؑ کا نام سن کر گھبرا جاتا تھا، تو پتا چلتا کہ وہ منافق ہے۔

یہ دو علامات منافق کی جو رسولؐ نے بتائی تھیں۔

★ نیز جس میں تین بری باتیں پائی جاتی تھیں، وہ بھی منافق سمجھا جاتا تھا:

① جو وعدہ کر کے پھر پورا نہ کرے۔

② کوئی بات کرے اور اس میں ملاوٹ کرے، اس میں جھوٹ بولے۔

③ جس کو امین بنایا جائے اور اس کے پاس امانت رکھی جائے اور وہ واپس نہ کرے، وعدہ پورا نہ کرے، جھوٹ بولے، امانت میں خیانت کرے، یہ منافق کی علامت ہے۔

★ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب کسی سے وعدہ کرو تو وعدہ وفا کرو۔ کیونکہ بروز حشر یہ پوچھا جائے گا: "جو تم نے وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا تھا یا نہیں"۔ اللہ سے ڈرو اور پرہیز گار بن جاؤ۔ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔

① وہ لوگ خیانت داروں کو امین سمجھیں گے،

② جھوٹے لوگوں کی تصدیق کریں گے، وہ منافق ہو سکتے ہیں مومن

نہیں ہو سکتے۔ ایسا دور آجائے گا کہ لوگ امین کو بے ایمان سمجھیں گے اور بے ایمان کو امانت دار سمجھیں گے۔

③ ایسا حرص کا دور آئے گا کہ عورتیں مردوں کے ساتھ کاروبار میں شامل ہوں گی۔ مرد عورتوں کے ساتھ کاروبار میں شامل ہوں گے۔ اکٹھے کاروبار کریں گے، کسی دکان پر مرد ہوں گے کسی دکان پر عورتیں بیٹھی ہوں گی۔

④ امام زمانہؑ کے ظہور کی علامات میں عورت مرد تجارت میں اکٹھی کمائی کریں گے۔ حالانکہ عورت کے لیے کمانا اس کے شوہر پر واجب ہے۔ اگر عورت فوت ہو جائے تو اس کا کفن بھی شوہر پر واجب ہوتا ہے۔ عورت مال دار بھی کیوں نہ ہو، عورت کو دولت کمانے کی ضرورت نہیں۔ عورت کی ذمہ داری گھر کے کام کرنا ہے۔ اگر بچی ہے تو اس کی ذمہ داری والدین پر واجب ہے اور عورت کے بچے ہیں تو اس کی ذمہ داری بچوں کی پرورش کرنا ہے۔

⑤ ایسا دور آئیگا عورت گھوڑوں کی زین پر بیٹھے گی۔ موٹر سائیکل چلائے گی کیونکہ گھوڑے کی زین اور موٹر سائیکل کی زین مردوں کے لیے ہے۔ زین پر بیٹھنا مردوں کا کام ہے۔ عورتیں گھر کی زینت ہیں گھوڑوں کی زین کی زینت نہیں۔

⑥ وہ دور بھی آجائے گا عورتیں منبروں پر بیٹھ کر وعظ کریں گی، یہ بھی آنکھوں سے دیکھا جا رہا ہے۔ عورتیں نمازِ جمعہ بھی پڑھائیں گی۔ دیکھیے اس سے آگے آگے ہوتا ہے کیا؟

⑦ لوگ واجبات کو ترک کر دیں گے۔

⑧ حلال و حرام کی کمائی مخلوط ہو گی، حلال کو حرام سمجھیں گے، حرام کو حلال سمجھیں گے، جائز کو ناجائز سمجھیں گے اور ناجائز کو جائز سمجھیں گے۔

⑨ لوگ گناہ کریں گے تو فخر کریں گے۔

یہ علامات ہیں عمومی، جو آپ کے سامنے ہیں۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں۔

ظہورِ امامؑ کی پانچ خصوصی علامات

پانچ خصوصی علامات ہیں، جن کے ظاہر ہونے کے بعد چند ہفتوں میں ظہور ہوگا، وہ پانچ ہیں اور چھ نہیں، نہ کوئی چار ہیں، صرف پانچ علامات ہیں۔

① پہلی جو امام زمانہ کے ظہور کی حتی اور یقینی علامت ہے، اس کے بعد مولا ایک ماہ کے اندر اندر امام کا ظہور ہو جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے اندر خانہ کعبہ کے پاس ایک حسبی نسبی متقی سید پیدا ہوگا، وہ امام حسنؑ کی نسل میں سے ہوگا اتنا باکردار اور متقی ہوگا، نیکوکار ہوگا، اتنا پرہیزگار ہوگا، لوگ اس کا نام لیے بغیر لفظ "نفس زکیہ" کہہ کر پکاریں گے۔ اتنے باکردار کے مالک، اس کو لوگ بے جرم و بے خطا بے گناہ شہید کر دیں گے۔ اس کی وجہ سے خدا کے قہر و غضب کو جوش آئے گا۔ پھر انتقام لینے والے امام کا جلدی ظہور فرمائے گا۔

② جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک صحرا ہے جو تین سو میل پر مشتمل ہے، وہاں اتنا زلزلہ آئے گا کہ زمین پانی میں دھنس جائے گی۔ نیچے سے پانی نکل آئے گا۔ حتیٰ کہ اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن وہ پر نہیں ہوگا۔ اتنا بڑا خلا پڑ جائے گا کہ وہ کبھی پر نہیں ہوگا۔ جب یہ علامت ظاہر ہوگی تو امام زمانہ زیادہ دیر نہیں لگائیں گے، امام کا ظہور جلدی کریں گے۔

③ ماہِ رمضان المبارک کا مہینہ ہوگا، اس میں چاند گرہن بھی لگے گا اور سورج گرہن بھی لگے گا۔ لیکن جس طرح آج کل لگتا ہے اس طرح نہیں۔ قانونِ فطرت کے خلاف ہوگا۔ قانونِ فطرت یہ ہے کہ جب بدر کامل ہو جائے گا یعنی جب تک بدر کامل مکمل نہیں ہو جاتا اس وقت تک چاند کو گرہن نہیں لگتا۔ پندرہ سولہ کے بعد چاند گرہن لگتا ہے، جب تک بدر کامل نہ ہو جائے چاند گرہن نہیں لگتا۔ لیکن ماہِ رمضان کے پہلے ہفتے

یں چاند گرہن لگے گا۔ اور سورج گرہن ماہ رمضان کے آخری ہفتے میں لگے گا، جبکہ عموماً مہینہ کے ابتدائی دنوں میں لگتا ہے۔ لیکن جب چاند ختم ہونے والا ہوگا، ماہ رمضان المبارک کے آخری ہفتے میں سورج گرہن لگے گا۔ یہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔ جب نظامِ قدرت میں کوئی تبدیلی آئے گی، اس وقت امام کا ظہور ہوگا۔

④ لشکرِ سفیانی کا خروج شام کے علاقے سے بنی امیہ کے ایک آدمی جس کو سفیانی کہا جاتا ہے یعنی ابوسفیان ...... کی نسل میں سے ہوگا، وہ بہت بڑا بھاری لشکر لے کر نکلے گا، اہل ایمان کو برباد وتباہ کرتا ہوا مکہ مکرمہ کی طرف بڑھے گا۔ مکے تک نہیں پہنچے گا، ادھر سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول ہوگا اور امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا، اور دونوں مل کر اس کو برباد وتباہ کر دیں گے۔

⑤ خروجِ دجال ۔ ایک بہت بڑا دجال فراڈ اعظم ظالم وجابر ہوگا، دجال اس کی ایک آنکھ صحیح نہیں ہوگی، اس کے بعد غربت زیادہ ہوگی، لوگ بھوک کی وجہ سے مریں گے، اس دجال کے پاس کھانے اور دانے زیادہ ہوں گے، سینکڑوں ہزاروں کو ایک وقت میں کھانا کھلائے گا۔ اس کے پاس آگ ہوگی، ظاہری طور پر جو اس کو مانے گا، اس کو کچھ نہیں کہے گا، جو اس کو نہیں مانے گا اس کو آگ میں ڈال دے گا۔ جو مومن کامل ہوگا، وہ اس امتحان میں کامیاب ہوجائے گا۔ جو کمزور ہوں گے اس دجال کو خدا مان لیں گے ۔ اور امام زمانہ آ کر اس کو واصل جہنم کر دیں گے۔ امام دنیا سے اس کا نام ونشان ختم کر دیں گے ۔ نہ لشکرِ ابوسفیان رہے گا نہ دجال رہے گا، نہ کوئی ظالم رہے گا، امام زمانہ خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہوں گے ۔ اور ہاتف غیبی کی آواز آئے گی، اور جو کائنات

کا ہر بندہ اپنے کانوں سے سنے گا: "اودنیا والو! جس کا صدیوں سے انتظار کر رہے تھے وہ بارھواں امام زمانہ مہدیؑ آ گیا ہے"۔

اللہ کرے وہ آواز جلد از جلد ہمارے کانوں میں آئے۔ جو مومن ارادہ کرے گا کہ میں لبیک کہتے ہوئے امام زمانہ کی خدمت میں جاؤں، وہ ایک قدم اٹھائے گا، جب دوسرا قدم رکھے گا تو امام زمانہ کے بارگاہ میں پہنچ جائے گا۔ جو اقرار کرے گا وہ کامیاب ہوجائے گا، جو انکار کرے گا، جو بے ایمان ہوں گے وہ جل جائیں گے۔ وہ کہیں گے کوئی امام مہدی نہیں ہے، کوئی ہادی نہیں۔ یہ کون سی آواز آ رہی ہے۔ یہ مہدی کون آ گیا ہے۔ یہ کون ہادی آ گیا ہے۔ لہٰذا جو اقرار کرے گا وہ کامیاب ہوگا، جو انکار کرے گا وہ دین ودنیا میں برباد وتباہ ہوگا۔

ظہورِ امامؑ کے بعد دنیا کی حالت کیا ہوگی؟

جب امام مہدی آ جائیں گے، ادھر آسمان سے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کا بھی نزول ہوگا۔ لیکن تاریخوں میں اتنا ملتا ہے، حدیثوں میں بھی ملتا ہے کہ یہ دونوں بزرگوار اسلام کی ترقی کے لیے، دونوں بزرگ اسلام کے بچانے کے لیے، باطل کو مٹانے کے لیے مل کر دو کام کریں گے۔

① تمام باطل مٹ جائے گا۔
② اور پوری کائنات میں اسلام کا دور آ جائے گا۔
③ سوائے مُسلمانوں کے کائنات میں کوئی اور نظر نہیں آئے گا۔
④ اسلام کے سوا کائنات میں کوئی اور دین نظر نہیں آئے گا۔
⑤ زمینوں سے دانے زیادہ نکالے جائیں گے
⑥ اور آسمانوں سے زیادہ بارشیں برسیں گی۔
⑦ بدحالی ختم ہوجائے گی،
⑧ ایک دانہ زمین میں بویا جائے گا تو چودہ سودانے نکلیں گے۔

⑨ ...... یہ ہوگا لوگ اتنے خوش حال ہوجائیں گے زکوٰۃ دینے والے زکوٰۃ نکالیں گے۔ خمس دینے والے خمس نکالیں گے وہ ہاتھوں پر رکھ کر مشرق سے مغرب تک، مغرب سے مشرق تک دینے کے لیے چکر لگائیں گے اور لینے والا کوئی مستحق نظر نہیں آئے گا۔

⑩ ساری دنیا مال دار ہوگی۔

⑪ لوگ سمجھ دار ہوجائیں گے۔

⑫ امام زمانہ کی برکت سے عقیدے اتنے بلند ہوجائیں گے دنیا میں کوئی پاگل دیوانہ نظر نہ آئے گا۔

⑬ صحت ٹھیک ہوجائیگی، کوئی مریض بستر بیماری پر پریشان ہوتا نظر نہ آئیگا۔

⑭ لوگ اتنے متقی اور نیک ہوجائیں گے عبادت گاہیں نئی بنانی پڑیں گی۔

⑭ عبادت کرتے ہوئے لوگ نظر آئیں گے۔

⑮ جاہلیت ختم ہوجائے گی۔

⑯ بغض ختم ہوجائے گا۔ ہر مسلمان بھائی بھائی کے لیے وہ سوچے گا جو خود پسند کرے گا اپنے لیے۔

⑰ دل صاف ہوجائیگا۔ ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جائیں گے۔

⑱ نیت صاف ہوجائے گی۔

⑲ اگر انسان کو برادری رشتہ کا آدمی دس دن نہ ملے گا تو پریشان ہوجائے گا۔

⑳ اس زمانہ ظہور جس میں ...... ادھر سے امام حسین کو لایا جائے گا ادھر سے ان کے قاتلوں کو لایا جائے گا۔ ادھر سے ظالموں کو بھی لایا جائے گا۔ پھر ان سے واقعہ کربلا کا انتقام لیا جائے گا۔ یہ منظر دیکھ کر اہلِ ایمان کا دل و دماغ باغ باغ ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ



سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ روس المومنین

